وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

اور ہو جاؤ تم میں سے ایک جماعت جو نیکی کیطرف بلائے اور بھلائی کا حکم اور بدی سے منع کرے اور ایسے لوگ ہی کامیاب ہونگے

مذہب باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ

مصنفہ

شیخ محمد یوسف ایڈیٹر اخبار نور سابق سردار سورن سنگھ

مصنف

اظہار حق - سوانح عمری باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ - گورو کی بانی
پدیش - مسلمانوں کے احسان سکھوں پر - پروفیسر رام دیو کے چھ سوالون
ب - فتح مبین - قرآن مجید اور وید - آریہ دھرم کا پول - رد تناسخ - ہندو دھرم
اور سوراج - وید و قربانی - قدیم ہندوستان کی روحانی تعلیم - آریہ مذہب کی
حقیقت - آریہ دھرم کا فوٹو - سوسنگلا - روح مادہ کی ازلیت کا رد ہندو دھرم کی
حقیقت - سکھ اور مسلمان - برکات اسلام - وغیرہ وغیرہ ++

باہتمام

شیخ غلام یسین پرنٹر روز بازار الیکٹرک پریس ہال بازار امرت سر میں چھپا

بار دوم . قیمت ایک روپیہ بارہ آنے

Checked 1968
CHECKED. 1931
Checked 1975

فہرست مضامین

بھائیوں کي دعاؤں کا طالب خاکسار محمد یوسف ایڈیٹر اخبار نور
و مصنف کتاب ہذا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اس کتاب کے پہلے ایڈیشن اور سکھوں میں بے نظیر شاندار تبلیغی کام پر اخبارات کا تبصرہ

مسلم اوٹ لک لاہور مسلمانوں کا واحد روزانہ انگریزی اخبار **بابا نانک کا مذہب** کے عنوان سے اپنے ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۲۳ء کے پرچہ میں لکھتا ہے۔ کہ مذکورہ بالا کتاب شیخ محمد یوسف صاحب سابق سردار سورت سنگھ و دوان ایڈیٹر نور قادیان کی قلم سے ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے مصنف پہلے سکھ تھا۔ اور بہت تحقیقات کے بعد مسلمان ہوا۔ فاضل مصنف نے سکھ مذہب پر دو پہلو سے بحث کی ہے اور کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصہ میں فاضل مصنف نے اس بات پر بحث کی ہے کہ آیا بابا نانک صاحب ہندوؤں کے قول کے مطابق ہندو مذہب کے پیرو تھے۔ اور سری گرنتھ صاحب اور دوسری معتبر سکھ کتب کے حوالجات سے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ بڑے بڑے ہندو اصولوں مثلاً چھوت چھات۔ جنیو پہننا۔ بت پرستی۔ سوتک یعنی بچہ کی پیدائش کے بعد

عورت کا پیدا ہو جانا۔ اوتار۔ گاؤ رکھشا۔ مردوں کا جلانا جھٹکا۔ تناسخ وغیرہ پر ایمان ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر انکی تردید کرتے تھے اور انکو خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف بیان کرتے تھے۔ مصنف نے یہ بھی ثابت کیا ہے پانچ ککار جنپر سکھوں کا ایمان ہے سکھ مذہب کا کوئی حصہ نہیں ہیں اور نہ ہی گرنتھ صاحب میں ان کا کہیں ذکر ہے۔

دوسرے حصہ میں مصنف نے اس بات پر بحث کی ہے کہ بابا نانک صاحب کا صحیح مذہب کیا تھا۔ اور سری گرنتھ صاحب کے حوالجات سے ثابت کر دیا ہے کہ بابا صاحب مسلمان تھے اور اسلام کی تعلیم پر عمل پیرا تھے۔ بابا صاحب کلمہ شریف پڑھتے تھے۔ قیامت۔ فرشتوں۔ قرآن شریف اور رسول کریم صلعم پر ایمان رکھتے تھے۔ آپ نے مکہ کا حج بھی کیا۔ اور نماز بھی ہمیشہ پڑھتے تھے مصنف نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ بابا صاحب کے اعتقاد کے مطابق نجات صرف اسلام میں ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ ان تمام باتوں کی تصدیق اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ بابا صاحب کے اپنے زمانے کے مسلمانوں اور مسلمان بزرگوں سے بہت گہرے تعلقات تھے اور مسلمان بزرگوں کی آپ بہت عزت کرتے تھے۔ اور اسی واسطے بغرض استفادہ روحانی انکے مقابر پر چلہ کرتے تھے کتاب کے آخری حصہ میں مصنف نے ثابت کیا ہے کہ قرآن ہی بابا نانک صاحب کے اعتقاد اور منقولوں کا ماخذ ہے اور ساتھ ہی سکھ گوروؤں اور مسلمانوں کے تعلقات کا مختصر طور پر ذکر کیا ہے۔ مضمون بالکل نیا ہے اور مسلمانوں کے واسطے نہایت ہی دلچسپ ہے۔ کتاب کو ختم کرنے کے بعد آدمی کے دل میں یہ بات گڑ جاتی ہے کہ سکھ مذہب کا بانی قولاً و عملاً مسلمان تھا۔ اور بدقسمتی سے بعض پولیٹکل واقعات اور مسلمانوں کی بے پرواہی نے بہادر سکھ قوم کو مسلمانوں سے دور کر کے ہندوؤں سے ملا دیا۔ کتاب بالکل بے ضرر زبان اور لہجہ میں لکھی گئی ہے یہ ایک ایسی تصنیف ہے جو آجکل ہندوستان کے مذہبی لٹریچر میں قطعاً نہیں

پائی جاتی۔ ہم نے تمام کتاب میں ایک فقرہ بھی ایسا نہیں پایا جو پڑھنے والے کی دل آزاری کا باعث ہوسکے۔ ہماری رائے میں یہ کتاب سکھوں میں مفت تقسیم ہونی چاہیئے اور اگر ہوسکے تو صاحب قدرت مسلمانوں کو سکھوں کے استعمال کے لئے فوراً گورمکھی اور انگریزی ایڈیشنیں بھی شائع کرنے چاہئیں۔ اس سے امید کی جاتی ہے کہ بہت فایدہ پہنچ سکے گا۔ خیرخواہان اسلام کو چاہیئے کہ اس کی کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کریں۔ اگر اس مفید اور نادر کتاب کو کافی تعداد میں تقسیم کیا جائے تو امید واثق ہے کہ بیفائدہ نہیں جائیگی۔ اور دو قوموں کو ایک دوسرے کے نزدیک کرنے میں بہت ممد ہوگی۔ اور بہت سی غلط فہمیوں کو جو اب دو قوموں کے دلوں میں ہیں دور کردے گی +

روزانہ پیسہ اخبار لاہور اپنے ۱۴ فروری ۱۹۱۵ء کے اشو میں بہ عنوان
"ایڈیٹر نور کا نانک پنتھیوں میں کام"

لکھتا ہے کہ شیخ محمد یوسف (سابق سردار سورن سنگھ) ایڈیٹر نور نے کچھ عرصہ سے سندھ اور صوبجات متحدہ میں نانک پنتھی لوگوں میں تبلیغ کا کام جاری کر رکھا ہے چنانچہ ۷ او ۱۴ جنوری کے اخبار نور سے نیز انکے سندھی اور ناگری پمفلٹوں سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ ان کے دلائل اس بارہ میں کیسے معقول ہیں کہ باوا نانک صاحب اسلام کے دلدادہ اور معترف تھے اور کہ شیخ محمد یوسف صاحب کے کام کی ان لوگوں میں بھی قدر ہو رہی ہے کہ جن میں وہ کام کر رہے ہیں ایسے دلائل کے اسلحہ سے مسلح ہوکر جتنے کہ وہ ہو رہے ہیں جس میدان میں بھی وہ جنگ کریں گے کامیاب ہونگے۔ خالصہ سماچار کے ایڈیٹر صاحب نے اپنے گذشتہ پرچوں میں شیخ محمد یوسف صاحب کو چیلنج دیا تھا کہ وہ باوا صاحب کا اسلام ثابت کریں۔ چنانچہ نور کے اس پرچہ میں انھوں نے بہت عمدگی سے اس کوشش میں کامیابی حاصل کی ہے +

اہلحدیث امرتسر اپنے ۱۹ فروری ۱۹۱۵ء کے اشو میں اشاعت اسلام

ئے عنوان سے لکھتا ہے کہ پنجاب میں سکھوں کی قوم بڑی بہادر اور قابل توجہ ہے۔ اس قوم کی ابتداء مسلمانوں کے بہت قریب تھی مگر ہندوانہ رسم و رواج نے انکو مسلمانوں سے ہٹا کر ہندؤوں کے زیادہ قریب کر دیا۔ حالانکہ اس قوم کے سب سے بڑے بزرگ باوا نانک جی مسلمان بزرگوں سے بہت مانوس تھے ہم اس قصور کا اعتراف کرتے ہیں کہ علماء نے اس قوم میں اشاعت اسلام کا خیال نہ کیا تو خدا نے انھیں میں سے ایک شخص سورن سنگھ کو محمد یوسف بنا کر سکھوں میں اشاعت کا کام انکے سپرد کر دیا۔ ہماری دلی آرزو ہے کہ خدا اس بہادر قوم کو عرب اور پٹھان بہادروں کی طرح اسلام جیسے بہادر مذہب سے بہرہ ور کرے شیخ محمد یوسف صاحب گو اعتقاد میں ہم سے اختلاف رکھتے ہیں مگر ہم تو اپنے اصول کے پابند ہیں کہ مشترک کام میں ہم ایک ہیں اس لئے ہماری دعا ہے خدا شیخ صاحب موصوف کو اس مہم میں کامیاب کرے۔ جو صاحب اس امر میں شیخ صاحب موصوف سے خط و کتابت یا کسی قسم کی امداد بھیجنا چاہیں وہ دفتر نور قادیان ضلع گورداسپور کے پتہ پر بھیجیں شیخ صاحب نے متعدد کتابیں سکھوں اور گورو نانک جی کے متعلق لکھی ہیں جو قابل دید ہیں۔

روزانہ اخبار سیاست لاہور اپنے ۲۸۔ جولائی ۱۹۲۴ء کے اشو میں بعنوان **باوا نانک جی کا مذہب** لکھتا ہے کہ یہ جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور مشہور مصنف کی ایک زبردست تصنیف ہے جس میں باوا صاحب کے اقوال و اعمال کو نہایت قابلیت کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ قرآنی احکام کے مطابق تھے۔ آجکل سکھوں میں جو خلاف احکام قرآنی رسوم ہیں وہ باوا صاحب کے احکام کے خلاف ہیں۔ اس میں شاہان اسلام اور سکھوں کے تعلقات ظاہر کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سکھوں نے خلاف مسلمانوں پر اور مسلمانو کے خلاف سکھوں پر جو الزام لگائے جاتے ہیں وہ قطعاً بے بنیاد ہیں۔ ہم سکھ اور مسلمانوں کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اس دور فتن میں اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں تاکہ باہمی غلط فہمیاں رفع ہوں۔ اور سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات میں آیندہ کسی

کشیدگی کا احتمال نہ رہے۔ اس میں واقعات سے ثابت کیا گیا ہے کہ ہندو راجوں نے باوا صاحب اور سکھوں کو کس قدر تنگ کیا تھا ✦

الفضل قادیان اپنے ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء کے اشو میں بعنوان "باوا نانک کا مذہب" لکھتا ہے کہ جناب شیخ محمد یوسف صاحب نے اپنی اس تازہ تصنیف میں نہ صرف یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت باوا نانک صاحب صرف پکے مسلمان تھے بلکہ یہ بھی دکھایا ہے کہ وہ ہندوؤں کے تمام عقائد کو غلط اور نادرست قرار دیتے تھے۔ اسی طرح سکھوں کے بنیادی عقائد کے متعلق ثابت کیا ہے کہ حضرت باوا صاحب کے قول و فعل سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ کتاب نہایت محنت اور قابلیت سے لکھی گئی ہے اور سکھوں کے لئے نہایت مفید ہو سکتی ہے۔ لکھائی۔ چھپائی کاغذ کا خاص خیال رکھا گیا ہے ✦

پیغام صلح لاہور اپنے ۱۱۔ جون ۱۹۱۹ء کے اشو میں بعنوان باوا نانک صاحب کا مذہب لکھتا ہے کہ شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور۔ سابق سردار سورن سنگھ سے ہمارے دوست واقف ہیں۔ اپنی تازہ تصنیف **باوا نانک کا مذہب**۔ ہمارے پاس برائے ریویو بھیجی ہے اور جہاں تک ہم نے اس کتاب کو بعض بعض مقامات سے دیکھا ہے بہت مفید اور قابل قدر پایا ہے۔ شروع کے چند ابواب بعض ہندوانہ رسوم۔ مثلاً چھوت۔ تیرتھ۔ جنیو مورتی پوجا۔ اوتار۔ گئو رکھشا۔ مُردے کا جلانا۔ ذبیحہ و جھٹکا۔ تناسخ۔ بارہ کلے کی تردید پر مشتمل ہیں۔ یعنے خود باوا نانک صاحب کے اقوال سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ وہ ان تمام باتوں کے خلاف تھے۔ اسکے بعد اسلامی شعار۔ نماز۔ روزہ۔ حج پر باوا صاحب کا عمل۔ اور قیامت۔ ملائکہ۔ قرآن مجید پر ایمان کا ثبوت دیا ہے۔ اور آپ کے چلوں اور صوفیائے کرام سے میل جول وغیرہ کا مفصل ذکر کیا۔ اور بتایا ہے کہ باوا صاحب صرف اسلام ہی میں اپنی نجات سمجھتے تھے۔ آخری باب میں ایک نہایت زبردست مضمون مسلمانوں کے تعلقات سکھ گوروؤں سے

کے عنوان سے لکھا ہے جس سے مسلمان بادشاہوں مثلاً حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمۃ اور انکے بعض جانشینوں کے سکھ گوروؤں کے ساتھ خوشگوار تعلقات کا پتہ لگتا ہے یہ مضمون ہردو اقوام میں محبت و اختلاط کے بڑھانے اور باہمی منافرت کو جو ملک کی ترقی میں حارج ہونے کے علاوہ قانون کے بھی قطعاً خلاف ہے بہت حد تک کم کرنے کا موجب ہو سکتا ہے ؛

اس لئے ضرورت ہے کہ ہندو اور سکھ صاحبان میں اس مضمون کو بالخصوص شائع کیا جائے اور ہمیں امید ہے کہ ہمارے برادران وطن اس کو غور اور توجہ کے ساتھ پڑھ کر فائدہ حاصل کریں گے۔ کتاب کے تمام باقی حصص بھی ہمارے برادران وطن کے پڑھنے کے قابل ہیں ؛

ہم اپنے ناظرین کرام سے بڑے زور سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب کو خرید کر نہ صرف خود پڑھیں بلکہ دوسروں کو پڑھائیں اور باوا صاحب کے حقیقی مذہب اسلام کیطرف ان کے پیروؤں کو لانے میں کوشاں ہوں ؛

خطیب دہلی اپنے ۱۴ ۷ اکتوبر ۱۹۱۹ء کے اشو میں بعنوان **باوا نانک کا مذہب** لکھتا ہے کہ اس کتاب میں شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور (جو پہلے سکھ تھے اور سردار سورن سنگھ نام تھا) نے سکھوں کی مقدس اور معتبر کتابوں مثلاً گرنتھ صاحب و جنم ساکھی بھائی بالا وغیرہ سے اور خود جناب باوا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال مقدسہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ نہ صرف اسلام دوست تھے بلکہ مسلمان تھے۔ اور اسلامی تعلیمات کی اشاعت اور پرچار کرنا انکی زندگی کا مقصد وحید تھا۔ چنانچہ باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جو اقوال مصنف نے نقل کئے ہیں۔ ان میں نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ کلمہ طیبہ وغیرہ کی تلقین صاف موجود ہے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف بیان کی گئی ہے۔ اور اس قسم کے خیالات دو ایک نہیں بلکہ سینکڑوں بانیوں میں موجود ہیں۔ اور یہ تمام اقوال بالکل واضح اور صاف و غیر پیچیدہ ہیں۔ جن میں نماز وغیرہ کے نام

ہیں اور جہاں کلمہ طیبہ کی تلقین کی ہے اس میں صاف الفاظ میں مذکور ہے کہ کلمہ وہ جس کا دوسرا جزو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے +

آخر کتاب میں ایک مفصل تاریخی مضمون ہے جس میں بدلائل صحیحہ واقعی مولوی محمد یوسف صاحب نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مسلمان سکھ قوم کے نہ کبھی دشمن تھے اور نہ انھوں نے انکو پریشان کیا۔ اور گورو گوبند سنگھ کے متعلق عالمگیر پر جو الزامات لگائے جاتے ہیں وہ محض غلط ہیں۔ بلکہ مسلمانوں نے ہمیشہ سکھ بزرگوں کا ساتھ دیا۔ اور ان بزرگوں کو بھی مسلمان اہل اللہ سے اُنس و عقیدت تھی چنانچہ متعدد تاریخی واقعات شہادت میں پیش کئے گئے ہیں کہ نہایت سخت وقت مسلمانوں نے سکھوں کا ساتھ دیا۔ اور مسلمان بادشاہوں نے سکھ بزرگوں کے لئے جاگیریں معافی میں عطا کیں۔ اور سکھ بزرگوں کو بھی اسلام اور مسلمانوں سے اس قدر عقیدت تھی کہ امرتسر کے مشہور و معروف دربار صاحب کی بُنیاد ایک مسلمان بزرگ کے ہاتھ سے رکھوائی یعنی حضرت میاں میر لاہوری قدس سرہٗ نے اپنے دست مبارک سے سکھوں کے متبرک عبادت خانہ دربار صاحب کا سنگ بُنیاد نصب کیا +

بہر حال یہ کتاب پنجاب کے اس مشہور بہادر فرقہ سکھوں کے دیکھنے کے قابل ہے۔ اس کا مطالعہ مسلمانوں اور سکھوں کے اتحاد و اتفاق کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا۔

المنبر جھنگ | اپنے ۸ جون ۱۹۱۹ء کے اشو میں بعنوان "باوا نانک رح کا مذہب" لکھتا ہے کہ شیخ محمد یوسف صاحب (سابق سردار سورن سنگھ) ایڈیٹر نور نے۔ باوا نانک کا مذہب کے نام سے ایک ایسے اعلیٰ پایہ کی کتاب لکھی ہے جس کے دیکھنے سے مصنف کے اس دعویٰ کی حرف بحرف تائید ہوتی ہے کہ مجھے اس کے تیار کرنے میں متعدد کتب کے پانچہزار سے زائد اوراق پر نظر ڈالنی پڑی ہے۔ کتاب واقعی قابل دید ہے۔ جس میں فاضل مصنف نے شری گورو گرنتھ صاحب اور سکھوں کی دیگر مستند کتب سے دلائل و حوالجات سے ثابت کیا ہے کہ باوا نانک واقعی پکے مسلمان تھے۔ اور کہ ان کا کوئی بھی عقیدہ اسلام کے

خلاف نہیں تھا۔ لکھائی۔ چھپائی اور کاغذ بھی قابل تعریف ہے +

ہمارے خیال میں اس کتاب کا دیکھنا ہر تعلیم یافتہ شخص کے واسطے عموماً اور مسلمانوں و سکھوں کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہے +

نیر اعظم مراد آباد اپنے ۱۲۔ جون ۱۹۱۹ء کے اشو میں بعنوان "باوا نانک کا مذہب" لکھتا ہے کہ شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور قادیان ضلع گورداسپور نے اس کو تصنیف کیا ہے جو بہت سی مذہبی کتب کے مصنف اور مؤلف ہیں۔ ایڈیٹر صاحب نور کی خدمات پر اخبارات کی آرا لکھ کر ایک دیباچہ لکھا گیا ہے۔ اس کے بعد ہندوؤں کے گیارہ چیدہ چیدہ عقیدے جس پر ہندو دھرم قائم ہے۔ اور دوسرے عقائد بھی انھیں گیارہ کی شاخیں ہیں لکھ کر حضرت باوا نانک صاحب کے عقیدے اس طرح پر لکھے ہیں کہ جس سے کسی معقول پسند انسان کو ہرگز انکار نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ باوا نانک صاحب ہندوؤں کے کل عقائد تو درکنار کسی ایک عقیدہ کی بھی تائید میں نہیں ہیں۔ اور جب ایسا ہے تو وہ ہندو نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ کوئی شخص ہندوؤں کے کل عقائد کی تردید کرتے ہوئے ہندو نہیں ہو سکتا۔ باوا نانک صاحب کے اقوال ہی شری گورو گرنتھ صاحب سے پیش کئے ہیں جس پر سکھ مذہب کا دارومدار ہے۔ وید۔ چھوت۔ تیرتھ۔ جنیو۔ مورتی پوجا۔ سوتک۔ اوتار۔ گئو رکھشا۔ مردے کا جلانا۔ ذبیحہ و جھٹکا۔ اور تناسخ پر باوا نانک جی کے عقیدے لکھے گئے ہیں۔ سکھوں کے پانچ ککے کا ذکر کر کے بعد اسلام۔ کلمہ طیبہ نماز۔ روزہ۔ آنحضرت صلعم۔ حج۔ قیامت۔ مہدی اور اس پر ایمان۔ ملائکہ۔ قرآن مجید۔ اسلام میں نجات۔ شیطان سے پناہ۔ ان تمام پر باوا نانک ؒ عقیدت مند تھے باوا صاحب کا صوفیاء کرام سے میل جول۔ اور باوا صاحب کے چلے کا ذکر کرتے ہوئے۔ باوا صاحب کے اقوال کا ماخذ قرآن کریم بتایا ہے۔ کتاب نہایت تحقیق سے لکھی گئی ہے +

میونسپل گزٹ لاہور اپنے ۱۹۔ جون ۱۹۱۹ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ باوا نانک کا مذہب

یہ کتاب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور قادیان (سابق سردار سورن سنگھ وددان) کی تصنیف ہے جو اس سے پہلے بھی سکھ ازم کے متعلق کئی کتابیں لکھ چکے ہیں۔ اس کتاب میں پہلے تو اہل ہنود کے عقائد پر باوا نانک صاحب کے پاکیزہ خیالات کو دل نشین پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے پھر سکھوں کے پانچ گورو ں پر گرنتھ صاحب کے شلوکوں سے نتیجہ خیز بحث کی گئی ہے اسکے بعد باوا نانک کے مقدس خیالات اسلام کے متعلق۔ اسلامی شعائر۔ آنحضرت صلعم اور صوفیائے کرام سے انکی حسن عقیدت کو ظاہر کرکے بتایا ہے کہ باوا صاحب کے اقوال کا ماخذ قرآن شریف ہے۔ آخر میں مسلمانوں کے تعلقات سکھ گوروؤں سے ایک قابل دید کتاب ہے ۔

اخبار کشمیری لاہور

اپنے ۷۔ جولائی ۱۹۱۹ء کے اشو میں بعنوان "باوا نانک کا مذہب" لکھتا ہے۔ شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور قادیان سکھ مذہب میں تبلیغ اسلام کے لئے خاص شہرت رکھتے ہیں۔ انھوں نے سکھوں کو اسلام کے قریب لانیکے لئے کئی کتابیں لکھی ہیں پمفلٹ چھاپے ہیں بحث مباحثے کئے ہیں۔ بلکہ مختصر یہ ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی اسی کام کیلئے وقف کردی ہے چونکہ وہ خود سکھ مذہب سے حلقہ اسلام میں آئے ہیں۔ اس لئے انکی خواہش کہ وہ اپنے سابق ہم مذہبوں میں بھی اسلام کی تعلیم کا پرچار کریں۔ حال ہی میں آپ نے ایک کتاب "باوا نانک کا مذہب" کے نام سے لکھی ہے جس میں آپ نے نہایت قابلیت اور کمال وسعت معلومات سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ باوا نانک مسلمان تھے۔ اور وہ مسئلہ چھوت۔ وید۔ جنیو۔ مورتی پوجا۔ گئو رکھشا۔ مُردے کا جلانا۔ اور جھٹکا اور تناسخ وغیرہ کے خلاف تھے۔ بلکہ کلمہ طیبہ۔ نماز۔ روزہ حج۔ قیامت پر ایمان۔ ملائکہ۔ قرآن مجید۔ وغیرہ کے قائل تھے۔ اور ان کے اقوال کا مخزن قرآن کریم ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر بے اختیار شیخ محمد یوسف صاحب کی اس جانکاہی وعرق ریزی اور خلوص و ایثار کی تعریف کرنی پڑتی ہے ۔

رسالہ القربیش امرتسر اپنے ۱۶ جولائی سنہ ۱۹۱۹ء کے اشو میں بعنوان باوانانک کا مذہب لکھتا ہے کہ شیخ محمد یوسف صاحب (سابق سورن سنگھ) ایڈیٹر نور قادیان تبلیغ اسلام میں خصوصاً خالصہ پنتھوں میں اشاعت اسلام کے لئے خاص شہرت رکھتے ہیں۔ حال ہی میں آپنے "باوانانک کا مذہب" کے نام سے ایک ضخیم کتاب شائع کی ہے جس میں بدلائل قاطع ثابت کیا ہے۔ کہ حضرت باوانانک صوفی مشرب اور مسلم عقیدہ کے بزرگ تھے۔ مسئلہ چھوت وید جنیو۔ مورتی پوجا۔ گئو رکھشا۔ مردے کا جلانا۔ جھٹکا اور تناسخ وغیرہ سے آپکا لگاؤ نہ تھا۔ بلکہ نماز۔ روزہ۔ اور قیامت پر ایمان تھا۔ احکام قرآن کے پابند تھے قرآن مجید اور حضرت باوانانک کے بیان میں صفحہ ۱۱۲ پر باوانانک صاحب کے چولہ کا نقشہ دیا گیا ہے۔ جس پر جا بجا آیات قرآن۔ کلمہ طیبہ و کلمہ شہادت وغیرہ لکھے ہوئے ہیں شیخ صاحب کی محنت قابل داد و لائق ستایش ہے۔ کتاب بہر نوع قابل قدر ہے۔

اخبار آگرہ اپنے ۲۱۔ جولائی سنہ ۱۹۱۹ء کے اشو میں لکھتا ہے "باوانانک صاحب کا مذہب"۔ یہ کتاب انھیں کتابوں کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے جن میں مسلمانوں کی طرف سے اس بات کا بہترین ثبوت دیا گیا ہے کہ گورونانک صاحب کو اسلام سے سچی محبت تھی۔ اس کتاب میں قوی دلائل سے بہانتک ثابت کر دیا گیا ہے کہ وہ ایک سچے موحد مسلمان تھے۔ جن کا اعتقاد جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم پر کامل تھا۔ اور وہ مذہب اسلام کو ہی باعث نجات سمجھتے تھے۔ یہ کتاب جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کی تصنیف سے ہے۔ جو پہلے سردار سورن سنگھ وِدوان کے نام سے غیر قومی صورت میں کافی شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ اور جنھیں سکھوں کی مذہبی کتاب کا حقیقی علم ہے اس کتاب میں مختلف طریق پر اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ گورونانک صاحب ولی اللہ اور مسلمان تھے اور رابعہ اسلام سے عقیدت کامل حاصل تھی۔ اُن کے

اقوال کو آیات قرآن مجید سے مطابق کرکے دکھایا ہے اور انکی تعلیم و تعلیم اسلام کے پہلو بہ پہلو ہونے کا نہایت پاکیزہ ثبوت دیا ہے حقیقت میں شیخ صاحب نے بڑی محنت سے کام لیا ہے سکھوں میں اسکی اشاعت بدرجہ غایت فائدہ مند ہوگی۔

البرید کانپور اپنے ۴ نومبر ۱۹۱۹ء کے اشو میں بعنوان باوا نانک کا مذہب لکھتا ہے کہ اخبار نور قادیان کے فاضل ایڈیٹر جناب شیخ محمد یوسف صاحب نے جو بعد تحقیقات کامل سکھ مذہب کو ترک کرکے حلقہ بگوشان اسلام کے زمرہ میں داخل ہوئے۔ اپنی تازہ تصنیف موسومہ "باوا نانک کا مذہب" ارسال فرمائی ہے۔ اس کتاب میں لائق مصنف نے خاص ہندوؤں کی کتب مقدسہ پر استدلال کرکے نہایت خوبی کے ساتھ ثابت کیا ہے اگر حضرت باوا نانک علیہ الرحمۃ کا کوئی مذہب ہو سکتا ہے تو وہ اسلام ہے +

دلائل اس قدر قاطع ہیں کہ مخالفین کو سوائے سکوت کے کوئی چارہ نہیں رہتا + کتاب میں حضرت باوا صاحب علیہ الرحمۃ کے مشہور چوغہ کا نقشہ بھی درج ہے ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب مسلمانوں اور انصاف پسند خارجہ طبقہ میں وقعت کے ساتھ دیکھی جائے گی۔ لکھائی چھپائی صاف ہے کاغذ بھی سفید استعمال کیا گیا ہے۔

پیسہ اخبار لاہور اپنے ۱۹ جون ۱۹۱۹ء کے اشو میں بعنوان "باوا نانک صاحب کا مذہب" لکھتا ہے کہ شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور قادیان (سابق سردار سورن سنگھ ودوان) مصنف کتب متعددہ نے اردو کی اس ضخیم تصنیف میں باوا نانک صاحب کا مذہب اسلام ثابت کیا ہے اور بڑی تحقیق سے کام لیا ہے۔ محققین مذاہب کے ملاحظہ کے قابل ہے +

اخبار زمیندار لاہور اپنے ۱ جولائی ۱۹۲۳ء کے اشو میں بعنوان "باوا نانک کا مذہب" لکھتا ہے۔ یہ کتاب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کی تصنیف ہے اس میں سکھوں کی معتبر کتب کے حوالجات سے یہ ثابت کیا ہے کہ باوا نانک از روئے عقائد و اعمال اسلام سے بہت قریب تھے۔ آخر کتاب میں مختصر [illegible] بھی

ثابت کر دیا گیا ہے کہ مسلمان سلاطین نے سکھوں کے تمام گوروؤں کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کیا۔ البتہ ہندوؤں نے انہیں ہر طرح نقصان پہنچانے کی کوششیں کیں۔ اور اس وقت جو الزامات نادانستہ مسلمانوں پر عائد کئے جاتے ہیں ان سب کے محل و مورد ہندو ہیں +

رسالہ دلگداز لکھنو اپنے ۱۹۔ جولائی ۱۹۱۹ء کے اشو میں بعنوان باوا نانک رح کا مذہب لکھتا ہے۔ مولوی شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کی یہ ایک قیمتی کتاب ہے جس میں انھوں نے مستند شواہد سے ثابت کیا ہے کہ باوا نانک ایک مسلمان ولی اللہ تھے۔ ہمارے نزدیک یہ کتاب قیمتی معلومات کا ذخیرہ ہے اور اہل ذوق صوفیوں عام شائقان تاریخ خصوصاً سکھوں کو اس کی طرف ضرور توجہ کرنی چاہیئے +

رسالہ معارف اعظم گڑھ اپنے جولائی ۱۹۱۹ء کے اشو میں بعنوان بابا نانک کا مذہب لکھتا ہے کہ اس کتاب میں شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور قادیان نے جو پہلے سکھ مذہب کے پیرو تھے سکھوں کی مستند مذہبی کتابوں شری گرنتھ اور جنم ساکھی کلاں وغیرہ کے حوالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ سکھوں کی ابتدا اسلام سے قریب تر تھی۔ مگر ہندوانہ رسم و رواج نے اب اسے بہت دور کر دیا ہے۔ خود گورو نانک کے اقوال سے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ ایک با خدا اسلام پرست بزرگ تھے۔ بلاشبہ وہ قرآن مجید کی مقدس تعلیمات کو بہ بڑی اہمیت دیتے تھے اور اپنی زندگی کے آخری ایام تک اپنی تعلیمات کی اشاعت و ترویج میں مشغول رہے۔ کتاب دلچسپ معلومات اور دلائل سے لبریز ہے +

المشیر رولپنڈی ۱۸ فروری ۱۹۱۷ء کے اشو میں لکھتا ہے قادیان سے ہمارے نومسلم دوست شیخ محمد یوسف صاحب اخبار نور شائع کرتے ہیں۔ چونکہ آپ پہلے سکھ تھے اس لئے نانک پنتھیوں میں نہایت خلوص سے تبلیغ اسلام کر رہے ہیں۔ ہندی اور ناگری میں ٹریکٹ چھپوا کر مفت تقسیم کئے گئے مگر نور کا فنڈ کمزور ہے اس لئے اہل دل مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس کار خیر میں دست تعاون بڑھائیں اور ناصر نور کی دستگیری کریں۔ نور کا مشن نہایت مقدس ہے +

میرے سکھوں میں شاندار تبلیغی کام کے متعلق خود معزز سکھ اور سکھ اخبارات کی شہادتیں

اخبار روزانہ اکالی امرت سر۔ جو سکھوں کا مشہور آرگن ہے اپنے ۱۲ر جنوری ۱۹۲۲ء کے پرچہ میں لکھتا ہے کہ "مولوی محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور مسلمانوں کے فسادبانی فرقہ میں ایک نمایاں شخصیت رکھتے ہیں۔ آپ کا مطالعہ سکھ لٹریچر اور سکھ تواریخ کے متعلق بہت وسیع ہے آپ کئی درجن کتابوں کے مصنف ہیں۔ مولوی صاحب آج سے نہیں کئی سال سے اس کوشش میں ہیں کہ سکھوں اور مسلمانوں کی دونو توحید پرست اقوام میں رشتۂ اتحاد مضبوط ہو جائے۔ اور آئے دن کے اذان اور جھٹکا کے نفاق پیدا کرنے والے جھگڑے پیدا نہ ہوں ٭

روزانہ شیر پنجاب لاہور اپنے ۹۔ اکتوبر ۱۹۲۲ء کے پرچہ میں لکھتا ہے کہ آئے دن دیہات میں سکھوں اور مسلمانوں کے اذان پر جھگڑے ہوتے رہتے ہیں جو فی الحقیقت ملک کے اتحاد اور اتفاق کو سخت نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس روزمرہ کی کشمکش کو دور کرنے کے لئے مولوی محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور قادیان ضلع گورداسپور نے اذان کا پنجابی ترجمہ چھاپا ہے تاکہ سکھوں کو معلوم ہوسکے کہ اذان لوگوں کو خدا کی عبادت میں شامل کرنے کا ایک پیغام ہے اور اس میں کوئی شرک کی بات نہیں۔ مولوی محمد یوسف صاحب کی یہ کوشش بلاشبہ ملک کے اتحاد و اتفاق کے لئے قابل مبارک باد ہے جو صاحب دیکھنا چاہیں مولوی صاحب سے منگوا سکتے ہیں ٭

مکرم سردار جیون سنگھ صاحب نائب تحصیلدار سبی (بلوچستان)

لکھتے ہیں کہ ایڈیٹر صاحب نور نے خاص طور پر بھولے بھالے سکھوں کو واضح طور سے بتلا دیا کہ ان کو صرف ایک اونکار کو ماننا چاہیئے۔ اور پرانے ہندوانہ رسم و رواج اور باطل طریقوں سے باز آنا چاہیئے۔ جو ان کو بجائے گوردواروں کی طرف لے جانے کے مندروں اور ٹھاکر دواروں کی طرف لے جا رہے ہیں۔ اور سکھوں اور مسلمانوں میں جو جو غلط فہمیاں تھیں ان کے قلع قمع کرنے میں حتی الوسع کوشش کی۔ اور سکھوں کو مسلمانوں کے بہت نزدیک ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی تک کا زور لگایا۔ جس سے سکھ فرقہ میں ایک ہیجان سا برپا ہوگیا۔ اور اکثروں نے انکی کھری کھری باتوں سے متاثر ہوکر اپنے مذہب پر نظر ثانی ضروری خیال کی (۲) انھوں نے اذان کا گورمکھی ترجمہ کیا۔ جس سے یہی مقصود تھا کہ دیہاتی سکھوں کو جو اکثر گورمکھی ہی جانتے ہیں۔ یہ ترجمہ پڑھ کر معلوم ہو جائے کہ اذان میں انکے مذہب کے خلاف کوئی بات نہیں ہے صرف واہگورو کی پوجا کی طرف بلایا ہے تاکہ آئے دن کے خون خرابے دور ہوکر سکھ دیہات میں مسلمانوں کو اونچی آواز سے اذان کا حق حاصل ہو جائے جو اس وقت جہالت و غلط فہمی کے باعث انھیں بعض دیہات میں حاصل نہیں +

(۳) قرآن مجید کا گورمکھی ترجمہ کرنا کوئی تھوڑا کام نہیں جو نظر انداز کیا جا سکے جس کو ایڈیٹر صاحب نور نے محض اللہ کے بھروسہ پر شروع کیا اور انجام کو پہنچایا۔ یہ بھی اسی لئے کہ سکھوں میں پرچار (تبلیغ) کا کام آسان ہو جائے

متعصّب آریہ اخبارات کا اعتراف

اخبار پرکاش لاہور اپنے ۹ مئی ۱۹۱۵ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ اخبار نور قادیان کے ایڈیٹر سردار سورن سنگھ حال شیخ محمد یوسف مہینوں سے اپنے اخبار میں سکھ مذہب کو اسلام کی ایک شاخ بیان کر رہے ہیں۔ اور

باوا نانک صاحب کو راسخ الاعتقاد مومن ثابت کر رہے ہیں۔ کیا خالصہ کیمپ میں کوئی بھی ایسا آدمی نہیں جو ان کا جواب دے سکے +

اخبار آریہ گزٹ لاہور اپنے اپریل ۱۹۱۶ء کے اشوین لکھتا ہے کہ نور یہ لکھ رہا ہے کہ سکھ مذہب کا بانی اسلام کا پیرو تھا۔ اس کے ثبوت میں وہ بہت کچھ لکھ چکا ہے۔ مگر افسوس کہ ہمارے سکھ بھائیوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا جسے دیکھ کر یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ نور بازی لے گیا +

اکابرین کی شہادتیں

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی رائے اس کتاب کے ایک حصہ ست اپدیش کے متعلق حضور فرماتے ہیں کہ آپکی کتاب مَیں نے پڑھی مجھے یہ کتاب بہت ہی پسند آئی اور اسے ختم کرنے پر قلب میں نہایت ہی مسرت پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ ختم کرتے کرتے انسان کو یقین ہو جاتا ہے کہ باوا نانک صاحب ضرور مسلمان تھے اور دل اس امر پر مطمئن ہو جاتا ہے کہ یہ ایک زیر بحث مسئلہ نہیں بلکہ ثابت شدہ حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپکی اس کوشش کو نیک ثمرات پیدا کرنے کا موجب بنائے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہماری جماعت اس کتاب سے خود بھی فائدہ اُٹھائیگی اور کثرت سے اس کتاب کو خرید کر دوسروں میں تقسیم کریگی۔ دس کتب آپ میری طرف سے سکھوں میں تقسیم کر دیں اور قیمت مجھ سے وصول کر لیں +

جناب خان بہادر سر میاں فضل حسین خانصاحب کی رائے آپ اپنے ایک عزیز کو تحریر فرماتے ہیں کہ مَیں نے کتاب موسومہ "باوا نانک کا مذہب" کو سرسری نظر سے دیکھا۔ مصنف صاحب شیخ محمد یوسف صاحب کا میری طرف سے اس کتاب کے لئے شکریہ ادا کریں۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ کتاب پنجاب پبلک کے لئے بہت مفید ثابت ہوگی +

مولانا محمد ظفر صاحب ایم۔ اے۔ وکیل گوجرانوالہ کی رائے

مولانا موصوف نے یکم نومبر ۲۴ء کے رسالہ درویش دہلی میں

"باوا نانک کا مذہب" پر بہت مفصل ریویو لکھا تھا جو اگر سب کا سب اس جگہ درج کیا جائے تو پورے آٹھ صفحوں پر آئے۔ لہذا قلت جگہ کی وجہ سے اس کا خلاصہ بھی اختصار سے درج کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:۔ اس کتاب میں مصنف نے طرح طرح کی زبردست دلیلوں سے ثابت کیا ہے۔ کہ گورو صاحب سچے مسلمان تھے۔ مصنف نے پہلے ہندوؤں کے چیدہ چیدہ گیارہ عقیدے لئے ہیں.... اور باوا صاحب کے عقائد ہندوؤں کے ان مسلمہ عقیدوں سے بالکل برعکس ثابت کئے ہیں۔

اسی طرح سکھوں کے پانچ ککوں کی نسبت لکھا ہے کہ ان کا جواز سکھوں کی مذہبی کتب سے ثابت نہیں ہوتا.... اس کے بعد مصنف نے ثابت کیا ہے کہ باوا نانک رحمۃ اللہ مسلمان تھے۔ اسلام کے موٹے موٹے اصولوں توحید کلمہ طیبہ۔ نماز۔ روزہ۔ حضور رسالتمآبؐ پر ایمان۔ حج۔ قیامت۔ ملائکہ۔ قرآن مجید وغیرہ پر حضرت باوا نانک صاحب کے عقائد کو جانچا اور دکھایا ہے کہ آپ کے وہی عقائد تھے جو ایک سچے مسلمان کے ہو سکتے ہیں.... کتاب کے اخیر پر ایک نہایت قابلانہ تاریخی مضمون "مسلمانوں کے تعلقات سکھ گوروں سے" دیا ہے یہ مضمون جس قدر طویل ہے اسی قدر دلچسپ ہے۔ ثابت کیا ہے کہ مسلمان اور مسلمان بادشاہ ہمیشہ سکھوں سے حسن سلوک سے پیش آتے رہے.....

کتاب ایسے مفید معلومات سے لبریز ہے کہ پڑھنے والے کی چشم بصیرت کھل جاتی ہے مصنف نے اس کتاب کے شائع کرنے میں مسلمانوں پر بڑا احسان کیا ہے... یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر ایک مسلمان پڑھ کر اپنے میں حریف سے گفتگو کرنے کی استعداد پیدا کرے...... اور میں بڑے زور سے سفارش کرتا ہوں کہ مسلمان نہ صرف مصنف کی توسلہ افزائی کریں بلکہ خود بھی فائدہ اٹھائیں"۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

دیباچہ

الحمد للہ کہ میں اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کے چھپوانے کے قابل ہؤا۔ یہ ایڈیشن بلحاظ اضافہ معلومات پہلے سے بہت زیادہ اور بہ اعتبار لکھائی چھپائی کاغذ بھی نمایاں فرق رکھتا ہے +

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۲۸ء میں شائع ہؤا تھا۔ باوجودیکہ ہر ایک مسلم اخبار نے اس کتاب پر بہت عمدہ ریویو کیا۔ مگر پھر بھی بڑی جد وجہد کے بعد اس کا پہلا ایک ہزار کا ایڈیشن پانچ سال میں فروخت ہؤا۔ ایسی علمی اور نادر کتاب کی بکری کی یہ سست رفتاری کسی حالت میں بھی قابل تعریف نہیں کہی جاسکتی بلکہ صریح حوصلہ شکنی ہے۔ اگر کوئی قوم یہ چاہتی ہے کہ اس میں لائق مصنفین پیدا ہوں تو اس کے لئے قدردانی کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ بدوں اس جذبہ کے قابل آدمیوں کا پیدا ہونا بہت مشکل ہے۔ باوجود اس سرد مہری کے اس دوسرے ایڈیشن کے لئے جس بات نے مجھے دوبارہ آمادہ کیا وہ محض تبلیغی نقطہ خیال ہے اس وقت ہندوستان میں جس قدر تبلیغ کی ضرورت ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے دوسرے الفاظ میں اگر ہندوستان میں مسلمان اپنے مستقبل کو شاندار دیکھنا چاہتے ہیں تو انھیں تبلیغی شعبہ کو بہت ہی استوار بنانا پڑے گا۔ اور پھر از روئے واقعات اس تبلیغی نقطہ نگاہ سے سکھوں جیسی بہادر اور شجاع قوم جس قدر اقرب الی الاسلام

ہے وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ اگر اس کتاب کی وسیع پیمانہ پر سکھوں میں اشاعت ہو سکے تو یہ مذہبی اور تمدنی نقطہ خیال سے کس قدر مفید ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے آپ اس کے اوّل ایڈیشن کے پیدا شدہ اثر کو ملاحظہ کیجئے۔ باوجودیکہ وہ ایڈیشن بہت سُست رفتار سے فروخت ہؤا۔ اور اس میں سے بھی شاید ایک سو کتاب ہی سکھوں کے ہاتھوں میں پُہنچی ہوگی۔ مگر اس نے سکھوں کی مذہبی فضاء میں کیا اثر کیا۔ وہ ذرا بھائی امر سنگھ صاحب مالک شیر پنجاب (لائل گزٹ) کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

"ان کے تراشے ہوئے الزام کے زیر اثر بعض غیر سکھ موٴرخوں نے اسے دیے الفاظ میں دُہرایا"

پھر دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ

"بعض ناواقف طبقوں میں غلط فہمی پھیلانے میں کسی قدر کامیاب بھی ہوگئے دوسری طرف بعض اصحاب کی تحریروں سے معلوم ہؤا کہ وہ انکی تحریروں سے ایک حد تک بتلا ہوچکے ہیں" ستّ اُپدیش صفحہ ۶

یہ اقتباس تو اپنی تشریح آپ ہی ہے کسی قوم کی فضاء کو بدلنا انکی ذہنیت کو تبدیل کرنا ایک عظیم الشان جدوجہد کو چاہتا ہے۔ جہاں تک مواد کی بہم رسانی کا سوال ہے اس کے لئے بیگانوں تک کو بھی اعتراف ہے۔ باقی جس قدر زیادہ اس کی اشاعت ہوگی اسی قدر زیادہ اس کا نیک ثمرہ بھی برآمد ہوگا۔ اگر مسلمان ہندوستان میں اپنے مستقبل کو شاندار دیکھنا چاہتے ہیں تو باوجود اختلاف آراء اور اختلاف عقائد کے انھیں مشترکہ کاموں میں ایک ہونا پڑے گا۔ ذرا اپنی ہمسایہ قوم کو دیکھئے۔ آریوں۔ سناتنیوں۔ جینیوں۔ بدھوں۔ دیوسماجیوں اور سکھوں وغیرہ کے عقائد میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ مگر مشترکہ اغراض میں یہ ایک ہیں +

برخلاف اس کے ہم ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں کیونکہ ہمارا خدا ایک۔ رسول ایک۔ کتاب ایک کلمہ ایک۔ قبلہ ایک۔ تمدن ایک۔ شریعت ایک

پھر ہمیں کم از کم مشترکہ اغراض میں کس قدر ایک ہونیکی ضرورت ہے۔ وہ آج کوئی پوشیدہ راز نہیں رہا۔ اگر ہم یہ روح اپنے اندر پیدا کر سکیں تو خدا کے فضل سے ربع صدی میں ہی اسلام ہندوستان کے کل ادیان پر غالب آ سکتا ہے اور ہمارا مستقبل ایک سنہری مستقبل بن سکتا ہے +

اگر دوستوں نے اس علمی اور نادر کتاب کی توسیع اشاعت میں سعی بلیغ سے کام لیا تو صرف یہی نہیں کہ ہم سکھوں کی دیہاتی آبادی میں اذان کے متعلق خون خرابے پیدا کرنے والے جھگڑے ہی بند کر سکیں گے بلکہ انھیں ہم اس سے بھی بڑھکر اسلام کے قریب لا سکیں گے۔ اور اگر ہم پوری سعی سے کام لیں تو وہ وقت دور نہیں کہ سکھوں جیسی دلاور قوم کا وجود اسلام کے لئے ایسا ہی نفع بخش ثابت ہو سکے۔ جیسا کہ پٹھانوں اور مغلوں کا ہوا ہے۔ صاحب ثروت لوگوں کا یہ فرض ہے کہ اس کتاب کو کثرت سے سکھوں اور نانک پنتھیوں میں مفت تقسیم کریں +

احترامی جذبہ کے لحاظ سے ہندوؤں کا بیشتر حصہ شری گورو نانک دیو جی کا حلقہ بگوش ہے۔ ایسے لوگوں میں بھی اس کتاب کی تقسیم اپنے اچھے پھل لانے کا موجب ہو سکتی ہے۔ اگر دوستوں نے اس کی قدردانی کی تو پھر میں شاید اس کے گورمکھی اور ہندی ایڈیشنوں کے چھپوانے کا بھی حوصلہ کر سکوں +

آپ کی طرف سے حوصلہ افزا جواب کا خواہشمند

محمد یوسف ایڈیٹر نور
مصنف کتاب ہذا

۱۲ جون ۱۹۳۸ء

ہندوؤں کے عقائد اور سکھ مذہب

پنجاب میں غالباً ایسا شخص کوئی بھی نہ ہوگا۔ جو باوا نانک جی کے نام نامی اور خوبیوں سے آگاہ نہ ہو۔ اس لئے زیادہ ضرورت نہیں کہ ہم انکی سوانح اور طریق زندگی کی نسبت مبسوط مضمون لکھ کر ناظرین کی تضیع اوقات کریں۔ باوا صاحب موصوف ہندوؤں کے شریف خاندان میں *اپریل ۱۴۶۹ء میں مہتہ کالورام کے گھر میں پیدا ہوئے چونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اخلاص و یقین رکھتے تھے اس لئے بہت جلدی زہد و تقویٰ و پرہیزگاری میں شہرت پاگئے اور ایسی قبولیت کے مرتبہ کو پہنچ گئے کہ ہندوؤں کے دوسرے رشی و منیوں کو پیچھے چھوڑ گئے۔ آج چالیس لاکھ کے قریب عقیدت مند جان نثار باوا نانک جی کے حلقہ بگوش ہیں۔ اور اگر عام احترامی جذبہ کو لیا جائے۔ تو یہ تعداد بہت زیادہ ہو سکتی ہے۔ مگر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ ست مارگ (صراط مستقیم) جسکی طرف شری باوا نانک جی نے ہدایت فرمائی تھی خود تراشیدہ دلیلوں چند اجتہادی غلط فہمیوں کی وجہ سے سکھ صاحبان اس صراط مستقیم سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ تو قدرتاً ہمیں تکلیف ہوتی ہے اور

* ناظرین پر واضح ہے کہ باوا جی کی پیدایش کے متعلق دو مختلف روایات ہیں باوا صاحب کی ایک جنم ساکھی میں انکی پیدایش ۳ بیساکھ سمت ۱۵۲۶ بکرمی مطابق ۱۵ اپریل ۱۴۶۹ء سکھوں کے واجب الاحترام بزرگ بھائی گورداس جی بھی ماہ بیساکھ یعنی ماہ اپریل کا حوالہ باوا جی کی پیدایش کے متعلق دیتے ہیں۔ لیکن بعض سکھ صاحبان کے نزدیک یہ یقینی نہیں۔ وہ ماہ نومبر میں پیدایش مانتے ہیں۔ مگر سب سے پرانی جنم ساکھی جو کہ انڈیا آفس لنڈن میں موجود ہے۔ وہاں بھی باوا جی کی پیدایش اپریل ہی میں بتائی گئی ہے۔ منہ

ایک سرد آہ کھینچ کر یہ کہنا پڑتا ہے ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں راہ کہ تو مے روی بترکستان است

اب ہم ایک نہایت ہی آسان اور سہل ترین طریقہ حضرت باوا نانک صاحب کے عقیدہ کے پرکھنے کے لئے ناظرین کرام کے سامنے رکھتے ہیں وہ کسوٹی ایسی بے لاگ اور رعایت سے مبرّا ہے کہ جسکے سامنے کسی بھی معقول پسند انسان کو ایک طرفۃ العین کے لئے بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ وہ یہ کہ سب سے اوّل ہم ہندؤوں کے کل چیدہ چیدہ عقائد کو لیتے ہیں اور اس پر حضرت باوا صاحب کا عقیدہ پرکھتے ہیں اگر حضرت باوا نانک صاحب ہندو کے کُل عقائد یا کم از کم ایک دو عقیدوں کی بھی تائید میں ہوں تو میں بخوشی کہدوں گا کہ حضرت باوا صاحب ہندو ہیں کیونکہ ہم ہٹ دھرمی اور ضدی نہیں۔ اگر باوا صاحب ہندو عقائد کے حق میں ہیں تو لاریب وہ ہندو۔ اور اگر ہندو عقائد کی مخالفت میں ہوں تو ہر ایک معقول پسند ہمارے ساتھ اتفاق کریگا کہ کوئی شخص ہندؤوں کے کل عقائد کی تردید کرتا ہُوا ہندو نہیں ہو سکتا +

ہندؤوں کے چیدہ چیدہ عقائد درج ذیل ہیں :-

(۱) وید سمرتی پران پر ایمان۔
(۲) جاتی ورن یعنی مسئلہ چھوت چھات۔
(۳) تیرتھ یاترا یعنی ہندؤوں کے مقدس مقامات کا احترام۔
(۴) رسمِ جنیو یا زنار بندی۔
(۵) مورتی پوجا یعنی بت پرستی۔
(۶) سوتک پاتک یعنی جس گھر میں کوئی بچہ پیدا ہو اس کا ناپاک ہونا۔
(۷) اوتار یعنی خدا انسانی قالب میں حلول کرتا ہے۔
(۸) گئو پوجا یعنی پرستش گائے۔

(۹) مُردے کا جلانا۔

(۱۰) گرنتھ میں ذبیحہ کی اجازت ہے یا جھٹکا کی ؟۔

(۱۱) تناسخ۔

میرے نزدیک یہی گیارہ چیدہ چیدہ اور موٹے موٹے عقائد ہیں جس پر ہندو دھرم قایم ہے۔ اگرچہ اور عقائد بھی ہیں مگر وہ سب انھیں گیارہ عقائد کی شاخیں ہیں۔ آؤ اب ہم تعصب اور ضد سے الگ ہوکر ہندوؤں کے اُن عقائد میں سے ایک ایک عقیدہ لیں اور اس پر باوا صاحب کا فتوےٰ ڈھونڈیں۔ اگر باوا صاحب ان عقائد یا ان میں سے کسی عقیدہ کی بھی تائید کریں تو بلاشبہ وہ ہندو۔ ورنہ دنیا کا کوئی معقول پسند ایک ایسے شخص کو جو ہندوؤں کے کل عقائد کی سختی سے تردید کرتا ہو ہندو نہیں کہے گا۔ اور پھر لطف یہ کہ ہم باوا نانک صاحب کے اقوال بھی اس کتاب سے پیش کریں گے جو سکھوں کے ہاں سب سے زیادہ مقدس اور جس پر سکھ مذہب کا مدار ہے یعنی شری گورو گرنتھ صاحب آدا ہاں اسکی تائید میں ہم سکھ صاحبان کی دیگر کتب کے حوالجات بھی پیش کرسکیں گے۔ مگر مدار دعوےٰ گرنتھ صاحب ہی ہوگا ×

وید سمرتی پران اور باوا نانک جی

آپ صاحبان کو یاد رہے۔ کہ سناتنی و آریہ صاحبان ویدوں کو اکاش بانی یعنی الہامی کتب سمجھتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اسکے متعلق باوا صاحب کا کیا عقیدہ ہے اگر وہ مثل سناتنی و آریہ ویدوں کو آکاش بانی ہی مانتے ہیں تو بلاشبہ باوا صاحب ہندو۔ اور اگر آپ ویدونکی تردید اور مخالفت میں ہیں تو ایک شخص ویدونکی مخالفت اور تردید کرتا ہوُا ہندو نہیں ہوسکتا۔

اس کے متعلق باوا نانک جی کے شلوک گرنتھ و جنم ساکھی سے لیکر آپ صاحبان کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ تاکہ آپ اس بات کا بخوبی اندازہ لگا سکیں کہ باوا نانک جی کے دل میں ویدوں کی کیا عظمت تھی جسے سناتنی اور آریہ صاحبان الہامی سمجھتے ہیں اور ساتھ ہی انصاف کے حامیوں سے اس بات کی داد چاہتا ہوں جو باوا نانک جی کو ہندو سمجھتے ہیں۔ وہ باوا نانک جی کے اقوال سے ان کے مذہب کا اندازہ کر لیویں۔ وہ شلوک یہ ہیں:-

شلوک گرنتھ صاحب سورٹھ محلہ پہلا۔

شاست بید بکے کھڑو بھائی کرم کرو سنسار ی

پاکھنڈ میل نہ چوک ائی بھائی انتر میل وکاری

ترجمہ۔ شاستر اور وید کی تعلیم سے دل دنیاوی کدورتوں سے پاک نہیں ہوتا خواہ تم ویدوں پر کتنا ہی عمل کیوں نہ کرو +

گرنتھ صاحب شلوک سورٹھ محلہ ۳

پنڈت میل نا چوکئی جے وید پڑھے جگ چار

ترجمہ۔ ہندو لوگ آفرینش تا قیامت اس طول طویل زمانہ کو چار حصوں پر تقسیم کرتے ہیں۔ جنکو علیحدہ علیحدہ ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ست جگ۔ دواپر۔ ترتیا۔ کلجگ۔ چاروں کو ملاکر چار جگ کہتے ہیں۔ سو باوا نانک جی پنڈت کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔ کہ اگر از آفرینش تا قیامت ویدوں کا سمرن اور پوجا کرو تو بھی مکتی حاصل نہیں ہو سکتی۔ پھر باوا صاحب

گرنتھ صاحب اسند محلہ ۳ میں فرماتے ہیں۔

سمرت شاست پن پاپ ویچارے تتے سار نہ جانی

ترجمہ۔ شاستر یعنی ہندوؤں کی مذہبی کتب مقدسہ تو ثواب اور گناہ کے تفرقہ سے بھی عاجز ہیں۔ راہ ہدایت کی طرف رہنمائی کرنا تو الگ۔ پھر آگے

گرنتھ صاحب دھناسری محلہ ۵ میں فرماتے ہیں۔

پڑھ رہے سگلے وید ناچوکے من بھید

ترجمہ۔ چاروں ویدوں یعنی رگ۔ یجر۔ شام۔ اتھرو۔ وید کے پڑھنے سے بھی اطمینان قلب اور شانتی حاصل نہیں ہوتی ؎

پھر باوا صاحب

گرنتھ صاحب ملار محلہ ۳ میں فرماتے ہیں۔

وید بانی جگ ورتا ترے گن کرے وچار
بن نادین جم ڈنڈ سہے مرجنمے وارو وار

ترجمہ۔ وید بانی نے جو دنیا کو سب سے پڑھ کر معجزہ یا کرامت دکھلائی۔ جیسے برہما۔ بشن۔ مہیش۔ جو ہندوؤں دیوتاؤں میں اکابر ہیں نے بڑے غور و خوض سے کام لیا۔ وہ تناسخ (آواگون) ہے۔ جائے غور ہے کہ اس جگہ باواجی نے تناسخ سے صریحًا آزردگی و کشیدگی ظاہر فرمائی ہے اور تناسخ کو بڑی حقارت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

آپ گرنتھ صاحب ملار محلہ ۳ میں فرماتے ہیں۔

پڑھ پڑھ پنڈت منی تھکے ویدوں کا ابھیاس
ہرنام چیت نہ آوئی نہ نج گھر ہوئے باس

ترجمہ۔ رشی اور منی بھی وید کو پڑھ پڑھ کر تھک گئے اور معرفت اور حیات جاودانی حاصل نہ کر سکے۔

دسم گوروجی

برہمے چار ہی وید بنائے
سرب لوگ تہیں کرم چلائے
جن کی لو ہر چرنن لاگی
تے بیدن تے بھے تیاگی
جن من ہر کے چرنن ٹھہراؤ
سو سمرتن کے راہ نہ آؤ

مطلب کہا جاتا ہے کہ برہما نے چار ویدوں کو بنایا۔ اور تمام دُنیا کو انکی دعوت دی۔ مگر جن کی لگن خدا سے لگ چکی تھی انھیں ویدوں کو جواب دینا پڑا جو اُس واحد لاشریک کے رنگ میں رنگین ہو چکے تھے انھیں ویدوں کو دور ہی سے سلام کہنا پڑا۔

گرنتھ صاحب سے۔ ملار محلہ ۳

ترگن بانی وید وچار
بکھیا میل بکھیا وپار

ترجمہ۔ ہندؤوں کے اکابر دیوتاؤں یعنی برہما وشن مہیش کے اقوال (ویدوں) کو غور و خوض سے پڑھا مگر کوئی گیان اور معرفت کی بات میسر نہ ہوئی۔

شری گورو گرنتھ صاحب گوڑی محلہ ۳ صفحہ ۲۳۸

برہما وید پڑھے باد وکھانے
انتر تاس آپ نہ پچھانے

ترجمہ۔ یعنی برہما جیسے مہارشی بھی ویدوں کو پڑھ کر کوئی خاص گیان حاصل نہ کر سکے۔

پھر اور دیکھو۔ شری گورو گرنتھ صاحب رام کلی محلہ ۵ صفحہ ۱۲۲۵

مہما نہ جانے وید برہما نہ جانے بھید
اوتار نہ جانے انت پر میشور پار برہم بے انت

یعنی وید مقدس خداوند تعالیٰ کی تعریف سے عاجز۔ برہما اللہ کریم کے راز سے قاصر۔ اوتار خدا کی کُنہ سے تہیدست۔ کیونکہ اس کی ذات تو محیط الکل اور سب سے اونچی ہے +

دوسرا عقیدہ

مسئلہ چھوت چھات اور باوا نانک صاحب

ذات پات نہ پوچھے کوئی
ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئی

روز قیامت تو اہمند پرسید ۔۔۔۔ کہ ہمت چیست و نہ گوئید کہ پدر کیست

ذات بے اوصاف ہے تو ہے بھلا کس کام کی
جوہر ذاتی نہ ہو۔ کیا قدر ہے صمصام کی
نیک خصلت پر نظر ہے خاص کی اور عام کی
فخر بےجا ذات کا ہے۔ شیخ کو اور خان کو
سب سے برتر ہے شرافت حضرت انسان کو

ذات پات کے عقیدہ کے جیسے ہندو لوگ قائل ہیں وہ اظہر من الشمس ہے اگر شودر کا سایہ برہمن پر پڑ جائے تو اس کے لئے غسل واجب ہے۔ کتا اور بلی برہمن کو چھو سکتا ہے مگر ایک انسان جس پر کسی وجہ سے شودر کا لفظ عاید ہو گیا وہ برہمن کے پاس نہیں پھٹک سکتا۔ گویا برہمنوں کے نزدیک شودر کبھی انسانیت کے درجہ میں آئے ہی نہیں۔ غرضیکہ ذات پات کی امتیاز جیسے ہندو مذہب میں ملتی ہے۔ کسی دوسرے مذہب یا ملک میں ملنی محال ہے پیشتر اس کے کہ ہم باوا نانک صاحب کی رائے چھوت چھات کے مسئلہ پر لکھیں یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ ہم ناظرین کو بھارت ورش کے اس قدیم زمانہ کا مختصر حال بتلائیں جبکہ بقول ہندو صاحبان یہ ہندوستان ترقی کے اعلےٰ مدارج پر تھا۔ اس کے لئے ہم تمام حوالے انھیں کے دھرم پستکوں و شاستروں سے دیں گے ؛

ہندو دھرم شاستر یعنی منو سمرتی میں لکھا ہے:۔
اس سمپورن جگت کی اچھائی کے لئے اس مہا تیجسوی برہما نے منہ باہنہ جانگھ اور چرن سے پیدا ہوئے چاروں ورنوں کے کرم الگ الگ مقرر کئے۔ منو سمرتی ادھیایک شلوک ۸۷ وید پڑھنا۔ وید پڑھانا۔ یگیہ کرنا۔ یگیہ کرانا۔ دان دینا دان لینا۔ یہ کرم برہمن کے لئے بنائے۔ شلوک ۸۸۔
رعایا کی حفاظت کرنا۔ دان دینا۔ یگیہ کرنا۔ وید پڑھنا۔ دنیا کی نعمتوں میں دل نہ لگانا۔ یہ پانچ کرم کشتری کے لئے مقرر کئے۔ شلوک ۸۹۔
چارپائیوں کی حفاظت کرنا۔ دان دینا۔ یگیہ کرنا۔ وید پڑھنا۔ تجارت کرنا۔ سود (بیاج) لینا۔ کھیتی کرنا۔ یہ سات کرم ویشوں کے لئے مقرر کئے۔ شلوک ۹۰۔
شودر کے لئے ایک ہی کرم پربھو نے ٹھہرایا۔ یعنی سچے دل سے ان تینوں ذاتوں کی خدمت کرنا۔ شلوک ۹۱۔
واہ رے دنیا کہ سب سنسار ایک ہی منش برہما جی سے پیدا ہوا۔ مگر کسی کو عزت دی اور آسمان پر چڑھا دیا۔ اور کسی کو ذلت دی۔ مگر زمین کی تہ میں گھسا دیا۔
آہ برہمن کشتری ویش کے سوا جاتیوں کے منشو۔ تم نہ ودیا سیکھ سکتے ہو۔ نہ یگیہ کر سکتے ہو۔ نہ دان لینے سے سروکار نہ کھیتی سے مطلب اور نہ تجارت سے غرض رکھ سکتے ہو۔ بس تمہاری پھوٹی قسمت میں صرف محنت و خدمت کرنا ہی لکھا گیا ہے ابھی اسی پر بس نہیں۔ آگے اور ملاحظہ ہو۔
برہمن کے نام میں لفظ منگل یعنی خوشی اور کشتری کے نام میں لفظ بل یعنی طاقت۔ اور ویش کے نام میں لفظ دھن یعنی دولت۔ اور شودر کے نام میں لفظ داس شامل کرنا چاہیئے۔ منو ادھیائے ۲ شلوک ۳۲۔
اور دیکھو۔ برہمن۔ کشتری۔ ویش۔ تینوں ورن۔ اگر محبت کی وجہ سے نیچ ذات کی لڑکی کے ساتھ دواہ کریں۔ تو اولاد اور اپنی کل کو ناش کر دیتے ہیں۔ منو ادھیائے ۳ شلوک ۱۵۔ ہائے غضب اگر شودر کی کنیا سے پریم ہو جائے۔ تو

ناسش لگ جائے۔ ہے دیا لوہے کرپالو۔

پھر لکھا ہے۔ جو شخص شودر کو دھرم کا اُپدیش دیتا ہے وہ مع اس شودر کے اسم برنت نام نرک میں جاتا ہے۔ منوادھیائے ۴ اشلوک ۸۹۔

یہی نہیں۔ بلکہ شودر کے پاس بھی نہ پڑھے۔ منوادھیاء ۴ اشلوک ۹۹۔

کیونکہ برہمن کی سیوا شودر کا بڑا کرم ہے۔ اُس کو چھوڑ کر جو کچھ کرتا ہے۔ وہ نسپھل (بے فائدہ) ہے۔" منوادھیائے ۱۔ اشلوک ۱۲۳ ہے۔

شودر کے کان میں ودیا کی بھنک (آواز بھی نہ پہنچنے پائے)۔

اور پڑھو۔ جو ذات ہی میں براہمن ہو اور براہمن کا کام کچھ بھی نہ کرتا ہو۔ اور مورکھ ہو تو وہ بھی راجہ کو دھرم کا اپدیش کرسکتا ہے اور شودر کیسا ہی ہو وہ اپدیش نہیں کرسکتا۔ منوادھیائے ۸ شلوک ۲۰۔ بلکہ جو شودر برہمنوں کو دھرم کا اپدیش کرے اس کے مُنہ اور کان میں گرم تیل راجہ ڈالے۔ منوادھیاء ۸ شلوک ۲۷۲+

منوجی مہاراج کی اس آگیا سے سوامی دیانند سرستی کا وہ سدھانت بھی مٹ گیا جو برہمن ہو کر مورکھ ہو سو شودر ہے۔ ستیارتھ پرکاش سمولاس ۴ صفحہ ۱۰۹۔

اور دھیان دو۔" اگر شودر برہمن یا کشتری یا دیش سے سخت زبانی کرے تو اسکی زبان میں سوراخ کیا جائے وہ عضو حقیر یعنی پاؤں سے پیدا ہوا ہے۔ منوادھیائے ۸ شلوک ۲۷۰+

اور پڑھو۔ جو شودر بلند آواز سے برہمن وغیرہ کے نام کو دور ذات کہے تو اس کے مُنہ میں بارہ اُنگل کی لوہے کی جلتی سلاخ ڈالنا چاہیئے۔ منوادھیائے ۸ شلوک ۲۷۱۔

ابھی کیا ہے اور دیکھو۔ شودر اگر برہمن یا کشتری یا ویش کے ساتھ ایک آسن پر بیٹھے تو اس کی کمر میں نشان کرکے نکال دے۔ خواہ اس کے سُرین کو کاٹ دے کہ وہ مرنے نہ پائے۔ منوادھیائے ۸ شلوک ۲۸۱+

بلکہ شودر کی لڑکی کو اپنے پلنگ پر بٹھانے سے برہمن نرک میں جاتا ہے۔ منو ادھیائے ۳ شلوک ۱۷۔ ہے دیالو پرماتما تیری دیا۔

دیکھنے جاؤ لکھا ہے۔ جو شودر برہمن کے بال داڑھی و داڑھی و گلا وغیرہ کو پکڑے اس کا ہاتھ کاٹنا چاہیئے یہ خیال نہ کرے کہ اسکو تکلیف ہوگی۔ منو ادھیائے ۸ اشلوک ۲۸۳ +

اور اگر تمام پاپوں کو برہمن نے کیا ہو تو بھی اسکو قتل نہ کرنا چاہیئے۔ منو ادھیائے ۸ شلوک ۳۸۰۔ کیونکہ دنیا میں برہمن کے قتل کا خیال نہ کرے۔ منو ادھیاء ۸ سلوک ۳۸۱ +

ذرا اور ملاحظہ کیجئے "شودر سمرتھ بھی ہو مگر دولت جمع نہ کرے۔ کیونکہ شودر دولت پاکے برہمن ہی کو تکلیف دیتا ہے۔ منو ادھیائے ۱۰ اشلوک ۱۲۹۔

لہذا۔ نیچ ذات والا لالچ سے بڑوں کے کام کرکے دولت پیدا کرے تو راجہ کو چاہیئے۔ کہ اسکی دولت چھین کر اسکو جلد اپنے دیش سے نکال دے۔ منو ادھیائے ۱۰ اشلوک ۹۶۔

کیوں؟ اس لئے کہ "برہمن شودر و داس سے دولت لے لیوے اس میں کچھ بچار نہ کرے کیونکہ وہ دولت کچھ اسکی ملکیت نہیں ہے وہ بے زر ہے وہ (شودر) جو دولت فراہم کرے اس دولت کا مالک اس کا سوامی ہے منو ادھیاء ۸ شلوک ۴۱۷۔

اس لئے کہ زوجہ و فرزند و داس یہ تینوں بے زر ہیں اور دولت کو فراہم کریں تو جس کے یہ تینوں ہیں۔ اسکی دولت ہے۔ منو ادھیاء ۸ شلوک ۴۱۶۔ واہ رے نیا۔

ہو سکتا ہے کہ بعض لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ عقیدہ تو صرف قدیمی ہندؤوں کا تھا۔ جدید ہندؤوں کا اپنی طرف سے اصلاح یافتہ فرقہ آریہ اس سے بالاتر ہے۔ مگر نہیں یہ دوستوں کی بھول ہے۔ باوجود آریہ سماج کی نمائشی ہمدردی اور تحریک شدھی کی حمایت کے شودروں کے متعلق ان کا نقطہ نگاہ کوئی الگ نہیں ہے۔ چنانچہ سوامی دیانند جی لکھتے ہیں:۔

شودر کو چاہیئے کہ برہمن کشتری اور ویشوں کی خدمت مناسب طور پر کرے اور اس سے اپنی وجہ معاش پیدا کرے شودر کا یہی ایک کام اور وصف ہے ستیارتھ پرکاش سمولاس ۴ صفحہ ۱۶ +

مگر خدمت کس طریقہ پر کرے ذرا غور کرو۔ کہ آریوں کے گھر میں شودر کھانا پکانا وغیرہ خدمات کریں لیکن جب وہ بنائیں تو منہ باندھ کر بنائیں۔ تاکہ ان کے منہ سے جوٹھا اور نکلا ہوا سانس بھی کھانے میں نہ پڑے" ستیارتھ پرکاش بارسوئم سمولاس ۱۰ صفحہ ۳۴۹۔

اس ہمدردی کے کیا کہنے۔ بھلا وچار تو کرلو کہ ایک تو شودر بیچارہ خدمت کرے۔ آٹا گوندھے۔ روٹی پکا دے مگر منہ باندھ لے۔ تعجب۔ حیرت۔ گویا جیسے ناج پر دائیں چلاتے وقت بیل کے منہ کو سینکا باندھ دیتے ہیں +

افسوس۔ ممکن ہے کہ آریہ صاحبان کہدیں۔ کہ سوامی دیانند ورن کو نہیں بلکہ کرم (فعل) کو سویکار (قبول) کرتے ہیں تو پڑھو اور وچار کرو۔ سوامی جی خاص طور سے شکشا (ہدایت) دیتے ہیں "براہمن وغیرہ۔ اعلے ذاتوں کے ہاتھ کا کھانا چاہیئے۔ اور چنڈال وغیرہ۔ پنج۔ بھنگی۔ چمار۔ کا نہ کھانا چاہیئے۔ ستیارتھ پرکاش سمولاس ۱۰ صفحہ ۳۵۵۔

بالمیک رامائن اترکانڈ میں ایک واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

ایک برہمن کا لڑکا اس واسطے مرگیا کہ شودر بن (جنگل) میں تپ (عبادت) کر رہا تھا۔ سری رامچندر جی نے بن میں پہنچکر اس فقیر سے پوچھا "تم کون ہو" اسنے جواب دیا۔ اے رام "میں۔ شوبنک نامی شودر ہوں۔ اور سُرگ (بہشت) کی امید پر خدا کی بندگی کر رہا ہوں یہ بات سُنکر شری رامچندر جی نے فوراً میان سے تلوار کھینچکر شوبنک کی گردن اُڑا دی۔ اس کے بعد خوشی سے آسمان پر تمام دیوتا جمع ہوئے اور رامچندر پر پھولوں کا مینہہ برسایا اور کہا" اے مہاراج آپ بڑے صاحب اقبال اور مبارک ہو۔ اور اجر عظیم کے مستحق ہو۔ آپ نے

ہماری خاطر ایسا کام کیا کہ ایک نجات کے خواہشمند شودر کی گردن اُڑا ئی۔ اس کے لئے ہم آپ کے ہر وقت زیر احسان رہیں گے۔ کہ آپ نے بہشت کے امیدوار شودر کو قتل کر ڈالا۔ اس وقت جو چاہو مانگو ہم آپ کی تمام اُمیدیں پوری کریں گے راجچندر جی نے دیوتوں کو کہا کہ اگر آپ مجھ پر پرسن (خوش) ہوئے ہو۔ تو اس بات کی سفارش کرو کہ برہمن کا لڑکا زندہ ہو جائے۔ دیوتوں نے کہا کہ وہ لڑکا اسی وقت زندہ ہو گیا تھا جب آپ نے اُس نجات کے خواہش سے عبادت کرتے ہوئے شودر کا سر تن سے جُدا کیا تھا۔

اگر شودر پنج گویہ* پیوے تو بہت جلد دوزخ میں پہنچ جاتا ہے۔

وشن سمرتی الف ۵۴۔

ناظرین! اس مضمون کی طوالت سے شائد آپ کی سمع خراشی ہوئی ہو مگر جب تک میں آپ کو قدیم ہندوستان کی تمدنی حالت سے آگاہ نہ کرتا تو آپ اس امر کا اندازہ نہ لگا سکتے۔ کہ اسلام کونسی نعمت اور برکت ہندوستان میں لایا سب سے پہلے اسلام نے ہی بنی نوع انسان کو مساوات بخشی اور تمیزشنٹی کی بجائے ہیومنٹی کا عَلم بلند کیا۔ اور شری گورو باوا نانک صاحب بجائے منوشاستر کی پیروی کے قرآن کریم کی مطہر تعلیم پر شیدا ہوئے۔ چنانچہ باوا صاحب وار سری راگ محلہ ا میں فرماتے ہیں:-

پھکڑ ذاتی پھکڑ ناؤں
سبناں جیا کا ایکا چھاؤں

ترجمہ۔ ذات پات کا سوال بے فائدہ ہے۔ درحقیقت جو خدا کی طرف سے مُنہ پھیر لیتے ہیں وہی ادنیٰ ہیں۔ قرآن مجید اس کے متعلق فرماتا ہے اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ دراصل باوا صاحب نے یہ تعلیم قرآن کریم سے حاصل کی ہے۔ پھر آگے فرماتے ہیں۔ ایشور نے کسی قوم میں فرق نہیں کیا۔ مثلاً جو انسانی طاقتیں چھتری اور برہمن کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی

* گوبر گائے ۱ ماسہ۔ پیشاب گائے ۴ ماسہ۔ گائے کا گھی ۴ ماسہ۔ دودھ ۸ ماسہ۔ دہی ۸ ماسہ۔ یہ پنج گویہ ہے۔

ہیں وہی شودر کو بھی عنایت کی ہیں۔ سب کے لئے خدا کی زمین فرش کا کام
دیتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بارش ہوتی ہے تو جیسی وہ چھتری یا
برہمن کی زمین کو سیراب کرتی ہے ویسے ہی شودر کو بھی نہال کر دیتی ہے باد نسیم
کا جھونکا جس مسرت آمیز طریق سے بادشاہی محل سے گذرتا ہے ویسے ہی غریب
کی جھونپڑی کے لئے بھی راحت و ٹھنڈک کا موجب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے
سورج اور چاند کی روشنی اگر بادشاہی محل کے جھروکے کو روشن کرتی ہے
تو غریب کی کٹیا کو بھی بغیر کسی قسم کی رکاوٹ کے اپنی تجلی کے نور سے منور کرتی
ہے۔ ذات پات اور چھوت چھات محض تنگدلی اور تنگ ظرفی پر مبنی ہے۔
اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر جگہ یکساں ہے۔ ورحمتی وسعت کل شیٔ
(سورہ اعراف ع۲) ترجمہ۔ رحمت میری نے سمالیا ہر چیز کو۔ قرآن شریف میں اس
بات کو واضح طور سے بیان کیا گیا ہے۔ پھر باوا صاحب گرنتھ صاحب وار آسا
محلہ پہلا میں فرماتے ہیں :۔

آگے ذات نہ زور ہے آگے جیو نہے
جنکی لیکھے پت پوے چنگے سے آئی کے

مطلب یہ کہ ذات پات نہ پوچھے کوئی
ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئی

یعنی قیامت کے روز اعمال حسنہ کام آئیں گے۔ نا کسی کا برہمن اور کھشتری
وغیرہ ہونا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔ والوزن یومئذن
الحق فمن ثقلت موازینه فاولئك هم المفلحون ومن
خفت موازینه فاولئك الذین خسروا انفسهم بما كانوا بایتنا
یظلمون (اعراف ع) اور تولنا اس روز حق ہے پس جو شخص کہ بھاری ہوئی
تول انکی۔ پس وہی ہیں کامیاب ہونے والے۔ اور جو شخص کہ ہلکی ہوئی تول انکی
وہی لوگ ہیں گھاٹے میں ڈالا انھوں نے اپنی جانوں کو بسبب اسکے کہ تھے ساتھ

نشانیوں ہماری کے ظلم کرنے۔ باوا نانک صاحب آدگرنتھ برہھاتی محلہ اول میں فرماتے ہیں:۔

ذات جنم نہ پوچھے سچ گھر لے بتائے
سا ذات سا پت ہے جیسے کرم کمائے

یعنی قیامت کے روز عملوں پر فیصلہ ہوگا۔ اس وقت برہمن اور شودر میں کچھ امتیاز نہیں ہوگی۔ یہ ذات پات کی کشمکش صرف دنیا تک ہے۔

پھر باوا صاحب آدگرنتھ آسا محلہ پہلا میں فرماتے ہیں:۔

خصم وسارے تے کم ذات
نانک ناوے باجھ سنات

ترجمہ۔ خصم پنجابی زبان میں خاوند اور مالک کی جگہ بولا جاتا ہے۔ یہاں خصم سے مراد اللہ تعالے سے ہے۔ باوا نانک جی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے سے منہ موڑنے سے ذات کم ہوتی ہے۔ اور جو اللہ تعالے کے ہو جاتے ہیں انکی ذات ہی اعلیٰ ہے۔

پھر گرنتھ صاحب آسا محلہ ۴ میں لکھا ہے:۔

بھگت رتے سے اوتما جت پت سدے ہوئے
بن ناوین سب نیچ جاتی ہے وشٹا کا کیڑا ہوئے

مطلب۔ جو لوگ روحانیت کے رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں دنیا سے منہ پھیر کر خدا سے لگن لگاتے ہیں وہی اعلیٰ طبقے کے لوگ ہیں۔ بغیر اللہ تعالے کی بندگی کے سب ادنیٰ ذات ہیں اور بغیر اعمال صالحہ کے انسان نہیں بلکہ گوبر کے کیڑے ہیں۔ پھر ملاحظہ ہو۔

گرنتھ صاحب بھیرو محلہ میں باوا نانک صاحب کہتے ہیں:۔

ذات کا گربھہ نہ کر ہو کوئی
برہم بندتے سب اوت پت ہوئی

پنج تت مل دیہی کا اکارہ
گھٹ وو کو کرے وچارا

ترجمہ۔ ذات پر اترانا فضول ہے تمام خلقت اسی کے نور سے پیدا ہوئی ہے (جیساکہ قرآن کریم میں وارد ہے۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی آسمانوں اور زمین کا نور اللہ ہی ہے جسکے نور کی تجلی ہر جگہ جلوہ گر ہے) پانچ عناصر یعنی آب۔ آتش۔ خاک۔ باد۔ فضاء کی ترکیب سے انسانی جسم ظہور پذیر ہوا ہے۔ اور یہی عناصر خمسہ ہر ایک انسان کیا شودر کیا برہمن کے جسم میں مساوی موجود ہیں اور اسے کوئی کم و بیش نہیں کرسکتا۔ ہاں جو خدا کے قریب وہ اعلیٰ اور جو خدا سے دور وہ ادنےٰ۔

پھر گرنتھ صاحب گوڑی محلہ میں لکھا ہے:۔

گربہ واس میں کل نہیں جاتی
برہم بندتے سب اوتپاتی
کہو رے پنڈت باہمن کب کے ہوئے
"باہمن" کہہ کہہ جنم مت کہو سئے
جو توں برہمن برہمنی جائیا
تو آن باٹ کاہے نہیں آیا
تم کت برہمن ہم کت سود
ہم کت لہو تم کت دود

یعنی اے برہمن تو جو اپنی ذات پر فخر کرتا ہے یہ ٹھیک نہیں۔ کیونکہ بنی نوع انسان کی پیدائش پرمیشر نے ایک ہی طرز سے کی ہے جیسے خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ کہ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (نساء) یعنی خدا تعالیٰ نے تم سب کو ایک نفس سے پیدا کیا ہے۔ پس جب ایسی صورت ہے۔ تو ذات پر اترانا بالکل بے فائدہ ہے۔ پس اے برہمن! اس بات کا جواب دو

کہ تم کب سے پیدا ہوئے ہو۔ تم میں کونسا ذاتی تقدم ہے۔ برہمن کہلانے کے گھمنڈ میں اپنے تئیں ہلاک مت کرو +

پس اے برہمن تو جو اپنی ذات پر اس قدر ناز کرتا ہے تجھ میں کونسی بات فوقیت رکھتی ہے جو تجھے برہمن بناتی ہے۔ اور ہم کو شودر۔ ہمارے رگ و ریشہ میں تو خون دوڑتا ہے۔ کیا تمہاری شرائیں اور ناڑیوں میں بجائے خون کے دودھ دورہ کرتا ہے۔

شودر کہلانے والے بھائیو غور کرو کہ تم ہندو کہلاتے ہو۔ مگر مندر میں جانا اور ساتھ بیٹھ کر یا اکیلے سندھیا کرنا تو درکنار مندر کے دروازہ تک نہیں پہنچ سکتے دیکھو سب مسلمان خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے ایک ساتھ مسجد میں ملکر نماز پڑھتے ہیں +

تم ہندو کہلاتے ہو مگر تم کسی دوسرا اونچ جاتی کا حقہ پینا تو درکنار چلم تک نہیں پی سکتے۔ دیکھو مسلمان سب آپس میں مل بیٹھ کر ایک ہی حقہ پیتے ہیں +

تم ہندو کہلاتے ہو مگر تمہارے گھر کا پکا ہوا کھانا تو درکنار۔ تمہارا چھوا ہوا بھی کوئی اونچ جاتی کا ہندو نہیں کھا سکتا۔ دیکھو مسلمان سب ایک برتن میں مل کر کھاتے ہیں +

منزو ہم چونکہ تمہارے ہی جیسے منش ہیں۔ تمہاری درگتی دیکھ کر بہت دکھی ہوتے ہیں مگر ہمارا کوئی بس نہیں ہے کیونکہ تم نے جس دھرم کی شرن لی ہے اسکی ایسی ہی نیتی ہے۔ ہاں اس کے مقابلہ میں اسلام میں ذات پات کا بندھن نہیں ہے۔ بلکہ اسکی یہ تعلیم ہے کہ

انما المومنون اخوۃ۔ یعنی جب کوئی مسلمان ہو جائے تو پہلے والے مسلمان کا بھائی بنجاتا ہے۔ کیونکہ یہاں برہمن و شودر کوئی نہیں بلکہ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ لاکھوں کوس ترکوں اور انگریزوں سے لڑائی ہوئی مگر یہاں ہندوستان کے مسلمان بے چین و بے کل ہوگئے۔ اور ہزار دل نے ترکوں

کی وجہ سے جیل خانے بھگتنے ✤

ہاں ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (یعنی تم میں برہمن وہی ہے سب سے زیادہ پیغمبر کے حکم کو ماننے والا۔ اور آپکی ہدایت پر چلنے والا ہے اس لئے فرمایا گیا ہے ✤

لا تنابزوا بالالقاب وبئس الاسم الفسوق بعد الایمان۔ یعنی کوئی برہمن ہو یا شودر اونچ جاتی کا ہو یا نیچ۔ بھنگی۔ چمار وغیرہ۔ اگر مسلمان ہو جاتے تو اس کو برے لقب (نیچی ذات) اور ذلت والے نام سے مت پکارو۔ بلکہ اسکو اپنی برابر کا سمجھو اور اسکے برابری کا برتاؤ کرو۔ کیونکہ مسلمان ہوتے ہی وہ تمہارا بھائی بن گیا ✤

پس ہندوؤ اسلام کی شرن میں آؤ۔ مسلمانوں کی گودیں تمہارے لئے کھلی ہوئی ہیں۔ وہ تمہیں سینے اور گلے لگانے کے لئے بے چین ہیں۔ ان میں برابری کے برتاؤ کا یہ حال ہے کہ مسلمانوں کے بڑے بڑے رئیس اور مولوی تمہارا جوٹھا کھانے کو تیار ہیں :۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

یعنی مسلمانوں میں براہمن۔ کشتری۔ ویشیہ اور شودر نہیں ہے :۔

تیسرا عقیدہ

تیرتھ یاترا یعنی ہندوؤں کے مقدس مقامات اور باوا نانک صاحب

کہا جاتا ہے کہ ہندوؤں کے ہاں ۶۸ تیرتھ یا مقدس مقامات ہیں۔ ہندو لوگ سمجھتے ہیں کہ وہاں جاکر غسل کرنے سے گذشتہ اور آیندہ کے کل پاپ یعنی گناہ دور ہو جاتے ہیں جس زمانہ میں باوا نانک صاحب پیدا ہوئے اُس زمانہ

کے ہندو صاحبان بڑی سختی سے اس وہم میں مبتلا تھے ؛
تیرتھوں کی حالت کے متعلق ڈاکٹر برنیر نے اپنی کتاب میں بہت کچھ لکھا ہے۔ اور اس نے بیان کیا ہے کہ میں نے جگن ناتھ میں ہزاروں ہندو عورتیں دیکھی ہیں جنکی جوگیوں اور سنیاسیوں سے آشنائی تھی اور حماقت سے یہ سمجھتی تھیں کہ یہ آشنائی ہمارے لئے موجب مُکتی ہوگی۔ تیرتھ یاترا کی تردید میں حضرت باوا صاحب شری گورو گرنتھ صاحب ماجھ محلہ ۳ میں فرماتے ہیں۔

ایہہ من میلا اک نہ دھیائے | انتر میل لاگے بہو دوجے بھائے
تٹ تیرتھ وسنتر بھوئے اہنکاری | ہور ودھیرے ہوئے میل لا دنیاں

ترجمہ۔ فسق و فجور میں مبتلا ہو کر اُس وحدۂ لاشریک سے روگردانی اختیار کرنا ہردو جہان کا خسران ہے۔ اور تیرتھوں کی جاترا سے تمہارے دل میں تکبر اور غرور* پیدا ہوگا۔ مگر اللہ تعالیٰ کو تو عاجزی اور انکساری منظور ہے شری باوا صاحب کا گرنتھ میں قول ہے "مٹھت نیویں نانکا گن وڈیاں تت" یعنی انکساری میں شہد کا ذایقہ ہے اور تمام صفات اور بزرگیوں کی جڑھ انکساری ہے۔ پھر گرنتھ صاحب ماجھ محلہ ۴ میں درج ہے۔

تیرتھ پورا ست گورو جوان دن ہر ہر نام دھیائے

ترجمہ۔ اکمل تیرتھ تو ست گورو ہے یعنے وہ قادر ذوالجلال سو ہر روز کی سچی تضرع اور عاجزی سے اس کا ملاپ حاصل کرو۔ پھر گرنتھ صاحب دھناسری محلہ اوّل میں باوا صاحب فرماتے ہیں :-

تیرتھ نہائے نہ اوترس میل | کرم دھرم سب ہومے پھیل

* ہندؤوں کے بعض تیرتھوں کی بابت انکے دھرم شاستر میں لکھا ہے کہ وہ ان تیرتھوں کی جاترا کرنے سے براہ راست بہشت میں جائینگے اور بعض تیرتھوں کی بعض چیز کھانے سے وہ براہ راست بہشت کو جائینگے۔ سو یہ ایسی چیزیں ہیں جو انسان کو عملی زندگی سے دور لے جاتی ہیں۔ منہ

ترجمہ - تیرتھوں کے نہانے سے دلی پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی دل دنیوی ملونیوں سے الگ ہوتا ہے بلکہ بعض حالات میں تیرتھوں کی جاترا سے پہلی نیکیاں بھی ضائع ہو جاتی ہیں - اس کے آگے چلکر باوا صاحب فرماتے ہیں - گوڑی محلہ ۴ گرنتھ صاحب سے -

نکر پراگ دان بھو کیا سریر دیوا دکاسٹ
بن ہرنام کو مکت نہ پاشے بھو کنچن دہجے کٹ کاٹ

ترجمہ - پراگ راج جو ہندوؤں کا بڑا بھاری تیرتھ ہے اور ہندوؤں کے شاستروں میں لکھا ہے کہ وہاں جاکر زیادہ خیرات کرنے اور بعض کے نزدیک خودکشی کرنے اور اپنے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کروانے سے نجات حاصل ہوتی ہے - سو باوا صاحب فرماتے ہیں اگر ان تیرتھوں کے پوجاریوں کی باتوں میں آکر خواہ اپنے شریر یعنی جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کروا دے اور سونے چاندی کے انباروں کے انبار خیرات کر دیوے تو بھی بغیر اس قادر مطلق کی بندگی کے نجات ملنی مشکل ہے پھر گرنتھ صاحب میں باواجی فرماتے ہیں - دھنا سری محلہ پہلا -

تیرتھ نہاون جاؤ تیرتھ نام ہے تیرتھ شبد بچار انتر گیان ہے

ترجمہ - باوا نانک صاحب فرماتے ہیں - اے لوگو! جو تم تیرتھوں کے جاترا کے لئے اس قدر مصائب برداشت کرکے جاتے ہو - تو اصلی اور حقیقی تیرتھ تو اس قادر ذوالجلال کی بندگی ہے - اسی کی عبادت سب تیرتھ ہیں - سو اللہ تعالیٰ کی محبت میں گداز ہونے سے اور اس کے گیان اور معرفت حاصل کرنے کے لئے بیقرار ہونے سے ہی حقیقی تیرتھ کی پیاس بجھتی ہے - پھر باوا صاحب آد گرنتھ ماجھ محلہ پہلا میں فرماتے ہیں -

انیک تیرتھ جے جتن کرے
تاں انتر کی ہومے کدی نہ جائے

ترجمہ - باوا صاحب فرماتے ہیں کہ اگر لاانتہا تیرتھوں کی پوجا کرے - وہاں

پر جا کر اشنان کرے۔ تو بھی اطمینان قلب حاصل نہیں ہو سکتا۔ تمام کھوں کی جڑ اور امن کی راہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہے بغیر اس کے دل کی تسلی نہیں آگے چل کر باوا صاحب تیرتھ جاترا کے لئے عجیب معرفت کا نکتہ لکھتے ہیں دیکھو گرنتھ صاحب وڈ ہنس محلہ پہلا۔

من میلے سب کچھ میلا تن دھوتے من اچھا نہ ہوئے

اہ جگ بھرم بھلایا ورلا بوجھے کوئے

ترجمہ۔ باوا صاحب فرماتے ہیں اگر دل گندہ ہے تو تمام چیزیں گندی ہیں جسم کے دھونے سے باطنی پاکیزگی حاصل نہیں ہو سکتی۔ تیرتھوں پر جا کر غسل کرنے سے تمام گناہ کا کفارہ ڈھونڈنے والے وہم میں مبتلا ہیں۔ اس نکتہ کو اہل صدق و صفا ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ہاں تیرتھوں پر جا کر غسل کرنے کی مثال بعینہ اس تونبے کی ہے جسکی بناوٹ تو خوبصورت ہے مگر اندر میں کسیلا پن اور کرواہٹ بھری ہوئی ہے۔ گرنتھ صاحب سوئی محلہ ۱

سچا تیرتھ جت ست سرناؤں گورکھ آپ بجھا دے

سچا تیرتھ تو زہد و تقوے ہے اسے وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں جن پر وہ ذوالجلال اپنا فضل کرے۔ اور پھر گرنتھ صاحب کے اس شلوک نے تو معاملہ ہی صاف کر دیا ہے ؎

جل کے مجن جے گت ہوئے نت نت مینڈک نہاوے

مطلب۔ اگر پانی میں نہانے پر ہی مکتی اور نجات ہے تو سب سے اول مینڈک کو نجات ملیگی جو ہر وقت پانی میں رہتا ہے ؎

پھر جب باوا صاحب ۲۷ چیتر سمت ۱۵۶۵ بکرمی کو جگن ناتھ پہنچے پہلے تو وہاں کے پجاریوں سے باوا صاحب کا مباحثہ بُت پرستی پر ہوا۔ اور جگن ناتھ کے پجاریوں کو نیچا دیکھنا پڑا۔ تو پھر وہاں کے پانڈوں نے جگن ناتھ کی آرتی (تعریف) کرنے کے لئے باوا صاحب کو شامل ہونے کے واسطے

کہا۔ اس پر باوا صاحب نے یہ شبد (قول) فرمایا :-

گگن میں تھال رو چند دیپک بنے تار کا منڈل اجنک موتی
دُوپ مل آن لو پون چنور و کرے سگل بن رائے پھولنت جوتی
کیسی آرتی ہوئے بوکھنڈناں تیری آرتی انہد شبد وجنت بھیری
ایک رہاؤ سہنس تونین نن نین ہے توے کو سہنس مورت ننا ایک توہی
سہنس پدبمل نن ایک پد گند بن سہس تو گند ایو چلت موہی
سب میں جوت جوت ہے سوئے تس دے چانن سب میں چانن ہوئے
گورساکھی جوت پرگٹ ہوئے جو تس بھاوے سو آرتی ہوئے
ہرچرن کمل مکرند لوبھت منوں ان دن موہ آئی پیاسا
کرپا جل دیہہ نانک سارنگ کو ہوئے جانتے تیری نایں واسا

ترجمہ۔ اے ذوالجلال یہ فلک تیرا طشت ہے۔ گول گول ستارے اور سیارے موتی اس میں جڑے ہوئے ہیں آفتاب اور ماہتاب تیری لالٹینیں ہیں تمام جہان کی خوشبوئیں تیرا لوبان ہیں ہوا تجھے پنکھا کرتی ہے اے نور کے خالق تمام نباتاتی دُنیا تیرے پھول ہیں۔ یا دافع الخوف کیسی الطف تیری آرتی ہے۔ وجد کی نہ بجھائی ہوئی سُریں خوش آواز بگل کا کام دیتی ہیں۔ تیری ہزار آنکھیں ہیں تاہم ایک آنکھ نہیں (ایک آنکھ سے مُراد انسان کیطرح کی آنکھ ہے) تیرے ہزاروں سُروپ ہیں تاہم ایک سُروپ نہیں (انسان کا سُروپ مُراد ہے) تیرے ہزاروں بے عیب پاؤں ہیں تاہم ایک پاؤں نہیں (انسانی پاؤں سے مُراد ہے) میں تیرے اس کھیل پر حیران ہوں۔ اے نور کے خالق وہ نور جو ہر ایک چیز میں ہے تیرا ہی ہے اس کے نور سے ہر ایک چیز منور ہے۔ وہ جو تجھے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ تیری آرتی ہے اے خدا میرے دل و دماغ کو تیری

کنول پاؤں ⁺ (خوشبو کے لحاظ سے پھول کی مانند پاؤں) کی خوشبو نے فریفتہ کردیا ہے۔ اپنے فضل کا پانی تشنہ لب نانک کو عنایت کرتا اس کو تیرے نام کا سہارا ہو۔ یہ آرتی سُنکر جگن ناتھ کے پوجاری دنگ رہ گئے۔ دیکھو جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۳۲ و تاریخ گورو خالصہ مصنفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی صفحہ ۱۴۴ +

معزز سکھ صاحبان! ہم نے آپ کے دھرم پُستکوں مثلاً شری گورو گرنتھ صاحب جنم ساکھی گورو خالصہ و گرنتھ صاحب سے تیرتھوں کی تردید پیش کردی ہے اب آپ خود ہی اپنے دل میں غور فرماویں کہ باوا صاحب تیرتھوں کی جاترا کو بدعت اور کفر خیال کرتے تھے مجھے امید رکھنی چاہیئے کہ ہر ایک سکھ کہلانے والا جو باوا صاحب کا عقیدت مند ہے۔ وہ ہندوؤں کے تیرتھوں کو اسی نظر سے دیکھے گا جس نظر سے گورو صاحب نے دیکھا +

چوتھا عقیدہ

جنیئو

جب اعلیٰ ذات کے ہندو کا لڑکا ۹ برس کی عمر کا ہوتا ہے تو جنیئو کی تقریب بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے اور اس رسم جنیئو کو کہلانے والی اونچی ذاتوں میں گویا انکی فضیلت کا نشان سمجھا جاتا ہے اور جب تک جنیئو کی رسم ادا نہ ہو تب تک کوئی شخص ہندوؤں کے کسی اونچے "ورن" یعنی طبقہ میں شامل نہیں ہوسکتا۔ جنیئو ایک سوتر کی پتلی سی ڈوری قریباً چار پانچ فیٹ

⁺ یہ لفظ (پاؤں) خدا تعالیٰ کی غایت درجہ کی محبت اور تعظیم کا ہے۔ گورو نانک جی ہمیشہ خدا تعالیٰ کے پاؤں کی طرف تعظیم کی وجہ سے مخاطب رہتے ہیں +

لمبی ہوتی ہے جو لڑکے کے گلے میں پہنائی جاتی ہے۔ جب شری باوا صاحب ۹ برس کے ہوئے تو ان کے لئے بھی یہ جنیئو تجویز کیا گیا مگر انکو اللہ تعالی نے علم معرفت دیا تھا وہ ان مصنوعی جنیئو کے پابند نہ تھے۔ ان کے دل کو کچھ اور ہی لگن لگ رہی تھی تو اس وقت باوا صاحب نے کالو پنڈت کو جو گورو صاحب کو جنیئو پہنانے کے لئے آیا تھا مخاطب کرکے یہ شبد کہا۔ آدگرنتھ وار آسا محلہ ا نیز دیکھو جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۰۔

دیاہ کپاہ سنتو کھ سوت جت گنڈیں ست وٹ
ایہہ جنیئو جیو کا ہی تاں پانڈے گھت
نہ ایہہ تٹے نہ مل لگے نہ ایہہ جلے نہ جائے
دھن سو مانس نانکا جو گل چلے پائے
چونکر مل آنیا بیا ہو چو سنکے پائیا
سکھا کن چڑھائیا گور برہمن تھیا
اوہ موآ اوہ جھڑپیا وے تگے گیا
دے تگا آپے وٹے
وٹ دھاگے اوراں گھتے
لے بھاڑ کرے ووداہ
کڈھ کاگل دسے راہ
سن دیکھو لوکاں ایہہ وڈاں
من اندا ناؤں سجاں

ترجمہ۔ اے پنڈت ہم اس دھاگے کا جنیئو نہیں پہنتے۔ ہمارے جنیئو کے لئے مہربانی کی کپاس صبر کا سوت۔ تقوے کی گرہیں پرہیزگاری کا بٹ چاہیئے۔ ایسا جنیئو درکار ہے۔ اے پنڈت اگر آپ کے پاس ایسا جنیئو ہو تو بے شک پہناؤ۔ میں پہننے کے لئے تیار ہوں مجھے ایسا جنیئو

ہرگز درکار نہیں جو بازار سے چار کوڑی کا سوتر لے کر بنایا جاتا ہے۔ بھلا ایسے جنیئو سے روحانی فائدہ کیا حاصل ہوتا ہے"؟ پھر آگے رہت نامہ بھائی جو پاسنگھ میں درج ہے۔

گورو کا سکھ جنیئو ٹکے دی کان نکرے

ترجمہ۔ گورو کا چیلا جنیئو کی بالکل پروانہ کرے کیونکہ اس جنیئو سے صفائی قلب نہیں ہوتی۔ بہرحال اس سے یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ گورو نانک صاحب ہندوؤں کے مایۂ ناز عقیدہ جنیئو جس کے بغیر کوئی ہندو وں کے اعلیٰ طبقہ میں شامل نہیں ہوسکتا۔ باوا صاحب ہرگز اس عقیدہ کے قائل نہ تھے۔ آؤ اب ہم ہندوؤں کے پانچویں عقیدہ جو ہندوؤں کا ایک عظیم الشان عقیدہ ہے یعنی مورتی پوجا یا بُت پرستی پر باوا صاحب کا فتوے تلاش کریں ؛

پانچواں عقیدہ

مورتی پوجا کی تردید

ہمارے اُن ذی علم دوستوں کو جنھوں نے تاریخ قدیم کی اوراق گردانی کی ہے۔ یونانیوں کے عروج کا زمانہ جو آج سے قریباً تین ہزار برس قبل کا زمانہ ہے اچھی طرح یاد ہوگا۔ بلاشبہ اس چھوٹے سے جزیرہ نما کو قدرت نے وہ اعجاز بخشا کہ کیا علم و فضل اور کیا علم و اخلاق میں چار دانگ عالم میں مشہور ہوگیا نہ صرف یہی بلکہ اس نے اپنے اخلاق اور صفات کی خوشبو سے دُنیا کے ہر گوشہ کو معطر کردیا۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ یونانی حکیموں کو اس دنیا سے اُٹھے ہوئے ہزاروں برس ہوگئے مگر ان کا نام نامی ہنوز عزت اور تعظیم سے لیا جاتا ہے۔ آج بقراط اور سقراط۔ ارسطو۔ افلاطون

جالینوس - دقیانوس - بطلیموس کے نام سے بچہ بچہ واقف ہے اوران کے فیض علوم سے برابر اب تک فوبیں مستفیض ہوتی چلی آئی ہیں اور امید ہے کہ آیندہ نسلیں بھی فائدہ اٹھاتی رہیں گی - یونان کے علمی جواہرات اور موتیوں کی گرم بازاری کو ایک عرصہ دراز گذر چکا ہے مگر پھر بھی کوئی قوم انکی عزت سے خالی نہیں ہے مگر جب ہم اس ملک کے روحانی پہلو پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ باوجود اس قدر علوم وفنون کے منبع ہونے کے اس میں بت پرستی جاری تھی - ہر ایک کرتب علم وہنر کے لئے علیحدہ علیحدہ دیوی دیوتا منتخب کئے ہوئے تھے مگر جب ہم اس ہندوستان کی حالت پر نظر کرتے ہیں تو ہمارے تعجب کی کوئی انتہا نہیں رہتی - جائے غور ہے کہ ہندوستان میں ہندؤوں کی آبادی قریبًا ۲۰ کروڑ کی ہے مگر دیوی دیوتا جنکی پرستش کیجاتی ہے وہ قریبًا ۳۲ کروڑ کی تعداد میں ہیں اب اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہندو قوم بُت پرستی میں کہاں تک ترقی کر چکی تھی - ایسی حالت میں جبکہ بُت پرستی کا ہندوستان میں دور دورہ تھا اور ہندوستان میں وہی زیادہ دھرماتما شمار ہوتا تھا جس کے گھر میں زیادہ بُت ہوتے تھے - اس فیج اعوج کے زمانہ میں باوا نانک صاحب نے بُت پرستی کے خلاف توحید کا عَلَم بلند کیا یہ صاف ظاہر ہے کہ حضرت باوا صاحب نے یہ توحید کی ضیاء قرآن کریم سے حاصل کی - جیساکہ حضرت باوا صاحب جنم ساکھی بھائی بالے والی یا جنم ساکھی کلاں کے صفحہ ۴۷ پر فرماتے ہیں -

توریت - زبور - انجیل ترے پڑھ سُن ڈٹھے وید
رہی قرآن کتاب کلجگ میں پروان

پھر جیساکہ شری گرنتھ صاحب صفحہ ۱۳۲۶ میں ہے -

کل پروان کتیب قرآن - پوتھی پنڈت رہے پران

مطلب - باوا صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے توریت - زبور - اور انجیل کے

علاوہ ویدوں کا بھی مطالعہ کیا۔ مگر اس کلجگ یعنی فیج اعوج کے زمانہ میں اگر کوئی کتاب ہماری رہنمائی کا ذریعہ ہو سکتی ہے تو وہ صرف قرآن کریم ہی ہے۔ اور سب کتب اس زمانہ میں رُوحانی رہنمائی کے لئے ناکارہ ہیں۔ قرآن مجید پر حضرت باوا صاحب کے ایمان کے متعلق مفصل ذکر انشاء اللہ تعالےٰ آیندہ صفحات میں آئے گا۔ اس جگہ صرف یہی جتلانا ہے کہ توحید کی روشنی حضرت باوا صاحب نے قرآن کریم سے حاصل کی۔ بتوں کی تردید میں حضرت باوا صاحب گرنتھ صاحب وار بہاگڑا محلہ ا میں فرماتے ہیں۔

ہندو مولے بھولے اکھٹی جاہیں نارد کہیا سے پوُج کرایں
اندھے گونگے اندھار پاتھر لے پوُجے مگد گوار
اوہ جے آپ ڈوبے تم کہاں تارن ہار

ترجمہ۔ بت پرستوں نے صراط مستقیم کو چھوڑ کر گمراہی کو اختیار کیا اور اندھے بہرے ہو کر چاہِ ضلالت میں گر گئے اور پتھر کی پوجا کرنے لگ پڑے۔ بھلا جب پتھر خود تو تیر* نہیں سکتا تم کو کیا تارے گا۔ ایسے لوگوں کے دلوں پر ایسے غفلت کے پردے پڑ گئے ہیں کہ باوجود دیکھنے کے نہیں دیکھتے اور باوجود سمجھنے کے نہیں سمجھتے۔ یہ اللہ تعالےٰ سے مُنہ پھیرنے کا نتیجہ ہے۔ اس کے آگے گرنتھ صاحب سوہی محلہ ۵ میں لکھا ہے کہ

گھر میں ٹھاکر نظر نہ آوے گل میں پاہن لے لٹکاوے
بھرمے بھولا ساکت پھرتا نیر برولے کھپ کھپ مرتا
جس پاہن کو ٹھاکر کہتا وہ پاہن لے اسکیوں ڈوبتا
گنہگار لون حرامی پاہن ناؤں نہ پار گرامی
گرُو مل نانکا ٹھاکر جانا جل تھل مہی ال پورن بدھاتا

ترجمہ۔ ٹھاکر یعنے وہ قادر ذوالجلال تو اپنے دل میں ہے مگر وہ جو اللہ تعالیٰ سے مُنہ پھیر لیتے ہیں۔ انھیں نظر نہیں آتا۔ اور بُت پرست تو اوہام پرستی

* مطلب۔ ایک فرقی اور کمہا جسکی غیر بدرکسا سے کیا حاصل کر سکتی ہے؟

ہیں پڑ کر حقیقی راہ سے دور جا پڑتے ہیں۔ اور ان کی مثال بعینہ
اس نادان کی سی ہے جو دودھ جیسی نعمت غیر مترقبہ کو چھوڑ کر پانی کو
بلوتا ہے۔ بھلا پانی کے بلونے سے کیا فائدہ جس پتھر کو انھوں نے خدا
سمجھا۔ اسے بت پرست خود ہی تراشتے ہیں کیا کبھی خود تراشیدہ بھی خدا
ہو سکتا ہے۔ در اصل یہ کفرانِ نعمت کا نتیجہ ہے۔ وہ ذوالجلال قادر جس
نے محض اپنے فضل و کرم سے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ پھر جس نے
چمن عالم کو گلہائے گوناگوں اور موالید بوقلموں سے سجایا۔ لطف اور احسان
اس کا عالم و عالمیاں پر ہزاروں ہزار فضل و کرم اس کا جہان و جہانیاں
پر جس نے محض اپنے فضل و کرم سے افضل سے افضل اور الطف سے
الطف نعمتیں عطا فرمائیں اور اس کی رحمت کا دامن بہت وسیع ہے

مثنوی

کریں بندے عصیان و عیب خطا کرے پردہ پوشی بعفو و عطا
وہ منکر رہیں اسکے افضال کے وہ نازل کرے ان پہ جود و سخا

قطعہ

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمناں نظر داری

دوستو! وہ غفور اور رحیم ہے یہ اس کے رحم و فضل کا نتیجہ ہے
کہ وہ ہمارے گناہوں کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ اگر وہ قادر مطلق پانچ منٹ کے
لئے ہوا بند کر دے۔ تو جہاں پرلو (قیامت کبریٰ) آجائے۔ ایسے یگانہ خدا
کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرنا سراسر غلطی ہے۔ پھر گرنتھ صاحب بھیروں محلہ ۵
میں لکھا ہے:۔

جو پاتھر کو کہتے دیو تا کی برتھا ہوئے سیو
جو پاتھر کو پائی پائیں تسکی گھال اجائیں جائیں

ٹھاکر ہمرا سدا بولنتا سرب جیاں کو پربھ دان دیتا
نا پاتھر بولے نہ کچھ دے پھوکٹ کرم نہپھل ہے سیو

ترجمہ۔ جو پتھر کو خدا کر کے پوجتے ہیں انکی تمام امیدیں رائیگان جاتی ہیں اور جو پتھر کو پانی دیتے ہیں ان کی یہ تکالیف اٹھانا بالکل بے فائدہ ہے کیونکہ وہ پتھر لا تتکلم ولا یھدیھم سبیلا۔ وہ نہ تو ان سے کلام کرتا ہے اور نہ ان کی رہنمائی کر سکتا ہے۔ انکی پوجا کرنے سے کیا فائدہ۔ ریت میں گھی ڈالنا بالکل بیفائدہ ہے کیا کوئی خراب زمین میں بیج بو کر یہ توقع رکھ سکتا ہے کہ اس سے عمدہ فصل حاصل کرے گا۔ باوا صاحب اس شلوک میں یہ کہتے ہیں۔ کہ اے لوگو! ہمارا ٹھاکر یعنی خدا تو ہمیشہ ہم سے بولتا ہے اگر دیکھا جائے تو درحقیقت الہام روحانی غذا ہے معرفت تامہ کے حصول کا ذریعہ ہے اور اطمینان قلب کا وسیلہ ہے اور یقینی طور پر نجات کی امید اسی پر ہے اور نجات یا موکش کے حصول کا ذریعہ ہے۔ الہام سے حق الیقین پیدا ہوتا ہے اور حق الیقین انسان کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کریم کی رضا و جائب کو تمام دنیا اور اس کے عیش و عشرت اور مال و متاع اور تمام تعلقات پر یہاں تک کہ اپنے نفس پر بھی مقدّس سمجھے اور یہی راہ کام (ناجائز شہوت) کرودھ (ناجائز غصہ) لوبھ (ناجائز لالچ) موہ (دنیا کی محبت) ہنکار (ناجائز تکبّر) سے اجتناب کی ہے۔ مبارک وہ جس پر دنیاوی محبت خدا کی محبت پر غالب نہیں ہوتی۔ لیکن انسان دنیوی کمندوں میں پڑکر خدا سے غافل ہو جاتا ہے +

پس صاف ظاہر ہے کہ جب تک انسان کو اس سرو شکتی مان قادر مطلق خدا پر ایسا ہی کامل یقین نہ ہو جیسا کہ اس کو اپنی ملکیت پر یا پیدا کردہ جائیداد پر اپنے آزمودہ یا چشم دیدہ واقعات پر ہے تب تک جوش اور محبت اور دلی پریم سے خدا کی طرف رجوع لانا محال ہے کیونکہ کمزور خیال زبردست

خیال پر غالب نہیں آسکتا۔ اس شلوک میں باوا صاحب نے صاف صاف فرمایا ہے کہ ہمارا ٹھاکر یعنی خدا ہم سے ہر وقت کلام کرتا ہے۔ یہ صاف بات ہے کہ باوا صاحب نے یہ رُوحانی نعمت قرآن کریم سے حاصل کی جیسا کہ آپ جنم ساکھی کلاں بھائی بالا کے صفحہ ۱۴۷ میں فرماتے ہیں کہ ہم نے ویدوں شاستروں انجیل۔ توریت۔ زبور وغیرہ ان سب کتب سماویہ کو پڑھا۔ اس وقت اگر کوئی کتاب درحقیقت ہماری رہنمائی کر سکتی ہے تو وہ صرف قرآن کریم ہی ہے ورنہ ویدوں کا تو یہ عقیدہ ہے کہ آدسرشٹی یعنی شروع دُنیا میں تو خدا بولا۔ مگر اب خدا اپنے کسی پیارے بھگت سے کلام نہیں کرتا۔ اب صاف ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ کہ خدا کلام کرتا ہے باوا صاحب نے قرآن مجید سے حاصل کیا۔ پھر باوا صاحب گرنتھ وار آسا محلہ پہلا میں فرماتے ہیں۔

گھر نراین سبھا نال ۔ پوج کرے رکھے ناوال
کنگو چنن پھل چڑھاوے ۔ پیریں پے پے بہت مناَئے
منواں منگ منگ پہنے کھائے ۔ اندھی کمیں اندھ سجائے

ترجمہ۔ وہ عالم الغیب ہے۔ اور محیط الکل ہے مگر تجسّس اور جستجو سے ملتا ہے۔ بتوں کو جو پتھر کی تراشی ہوئی مورت ہے جس کی سیوا سے رتی بھر بھی فایدہ نہیں۔ نادان اس پر چندن اور پھول اور عمدہ عمدہ چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ اس کے آگے ہاتھ جوڑتے اور ناک رگڑتے ہیں دراصل یہ بے علمی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ کون سمجھدار پتھر اور مٹی کی تصویروں کے سامنے سر جھکانا پسند کرتا ہے۔ پھر اکال استت میں یہ بھی موجود ہے۔

کاہوں لے پاہن پوج دھریو سر ۔ کاہوں لے لنگ گھرے لٹکائی
کاہے کو پوجت پاہن کو ۔ کچھ پاہن میں پرمیشور ناہیں
ناہیں کو پوج پربھو کرکے
جہیں پوجت ہے اگ اوگ مٹائیں

ہمیں اس شخص کی حالت پر رہ رہ کر افسوس آتا ہے جو پتھر کی پوجا کرتا ہے اور اُسے سرو شکتی مان یعنی قادر مطلق سمجھ کر مرادیں مانگتا ہے اور "لنگ" جس کی تشریح کرتے ہوئے بھی شرم دامنگیر ہوتی ہے اس کی پوجا سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ پھر اور لکھا ہے۔

کاہے کو پوجت پاہن کو	کچھ پاہن میں پرمیشور ناہیں
تاں ہی کو پوج پربھو کر کے	جہیں پوجت ہی اگ اوگ مٹائی
آدبیاد کے بندن جینک	نام کے بیت سبھے چھٹ جائی
تاہیں کو دھیان پرمان سدا	ایہہ پھوکٹ دھرم کرے پھل ناہیں
پھوکٹ دھرم بھیو پھل ہین	جو پوج سلا یک کوٹ گوائی
سدکہان سل کے پرسے	بل بردھ گھٹے نو ندھ نہ پائی
آج ہی آج سمو جو بیتو	نہیں کاج سریو کچھ لاج نہ آئی
سری بھگونت بھجیو نہ ارے جڑھ	ایسے ہی ایس سو بس گوائی

ترجمہ۔ کیوں پتھر کو پوجتے ہو۔ پتھر میں تو پرمیشور نہیں لوگو اسی کی پوجا کرو جس کی پوجا سے اُمیدیں بر آئیں۔ اس کو پوجو جس کے پوجنے سے جس قدر آفات۔ بیماریاں۔ دُکھ۔ مشکلات اور تکالیف دُور ہو جائیں راحت اور شانتی ملے +

اے انسان تو اسی جوتی سروپ پاربرہم قادر مطلق خدا جس کے نور سے یہ دنیا منور ہوئی ہے لگن لگا۔ کیونکہ اس سے محبت کرنے سے انسان دین و دنیا میں ظفریاب اور فائز المرام ہوتا ہے۔ اس شلوک میں سورہ فاتحہ کا مضمون ادا کیا گیا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ٥ یہ وہ دُعا ہے جسے

ایک مومن دن میں کئی بار اُس وحدہٗ لاشریک کے حضور خضوع و خشوع سے مانگتا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ انصاف کے دن کا مالک۔ تجھ ہی کی ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔ اے خدا تو اُن پاک لوگوں کا رستہ دکھا کہ جن پر سدا فضل تیرا ہوا۔ نہ اُن کا۔ ہوا جن پر نازل غضب۔ نہ گمراہوں کی راہ دکھا ہمیں سیدھا۔ آمین ٭

سو مذکورہ بالا شبد میں بھی یہی دعا کی گئی ہے کہ وہ طالب حق جو تمام دنیوی کمندوں کو توڑ کر اس پار برہم قادر مطلق خدا سے لگن لگاتا ہے وہ گمراہیوں کی راہ سے بچا رہتا ہے چونکہ دھرم یعنی باطل مذہب جس پر اللہ تعالیٰ کا قہر اور غضب نازل ہوا ہے وہ بے ثمر ہے۔ مطلب یہ کہ سچائی سے خالی ہے۔ کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا۔ اور سِل یعنی پتھر نے کر اسکی پوجا شروع کر دی اور اس پر نہ قائم رہ تسبیح اور قناعت کی۔ بھلا پتھر کے پوجنے سے صراط مستقیم کیسے نصیب ہو۔ بلکہ خدا کی برکتوں اور نعمتوں سے دُور رہتا گیا ٭

سوتک پاتک

دوستو! اب یہ چھٹا باب سوتک پاتک کے متعلق ہے عام طور پر جب کسی ہندو کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو برادری کے لوگ چالیس روز تک اس گھر کا پکا ہوا کھانا نہیں کھاتے۔ بلکہ اس گھر کے ممبروں کے ساتھ چھونے سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ گویا چالیس روز تک اس گھر کو بالکل ناپاک خیال کیا جاتا ہے۔ اگ انتر ستھا ادھیائے ۵ میں یہاں تک لکھا ہے کہ "جس جگہ کوئی اپنے رشتہ دار کے ہاں فوت یا پیدائش کا ذکر سنے۔ اسی وقت مع کپڑوں کے پانی میں

کود پڑے۔" آجکل کے تعلیم یافتہ یہ کہا کرتے ہیں کہ "سوتک پاتک" کا مسئلہ دراصل صحت قائم رکھنے کے لئے ہے۔ بہت ٹھیک۔ مگر سوال یہ ہے کہ پردیسی آدمی جو پیدا شدہ بچہ کے ساتھ چھوا تک نہیں اور سینکڑوں کوس کے فاصلہ پر غیر ملک میں ہے محض کانوں کے سننے سے ہی ایسا بھرشٹ اور پلید کیوں ہو گیا کہ مع کپڑوں کے پانی میں غوطہ لگانے کی ضرورت ہوئی۔ بچہ کیا پیدا ہوا۔ ایک مصیبت آگئی اس سے بڑھ کر کفران نعمت کیا ہو سکتی ہے کہ عام طور پر بچہ کی پیدائش تو باعث ترقی خاندان اور اللہ تعالے کی رحمت خیال کیا جاتا ہے۔ مگر ہندوؤں کے گھر میں بچہ پیدا ہوتے سے خاندان کا خاندان بھرشٹ (ناپاک) ہو جاتا ہے۔ بیچاری زچہ کو چالیس روز تک چماروں کی طرح اونچے ہاتھوں سے کھانا دیا جاتا ہے اس سوتک پاتک کے عقیدہ کے متعلق سکھ صاحبان کی مذہبی پستکیں کیا فتوے دیتی ہیں۔ حضرت باوا نانک صاحب گرنتھ صاحب وار آسا محلہ پہلا میں فرماتے ہیں:

جیکر سوتک منیئے سبھ تے سوتک ہوئے گوہے اتے لکڑی اندر کیڑا ہوئے
جیتے دانے ان کے جیاں باجھ نہ کوئی پہلا پانی جیو ہے جت ہریا سبھ کوئی
سوتک کیونکر رکھئے سوتک پوے رسوئی نانک سوتک یوں نہ اترے گیان اتارے دھوئے
من کا سوتک لوبھ ہے جہوا سوتک کوڑ اکھیں سوتک دیکھنا پر تریا پر دھن روپ
کنیں سوتک کن پے لائے تباری کھائے نانک ہنسا آدمی بدھا جم پر جائے
سبھو سوتک بھرم ہے دوجے لگے جائے جمنا مرنا حکم ہے بھانے آوے جائے
کھانا پینا پوتر ہے دتونے رزق سنباہ نانک جنہیں گرمکھ بجھیا تنہاں سوتک ناہ

ترجمہ۔ اگر ہم سوتک کو مانیں تو کوئی چیز بھی سوتک سے خالی نہیں۔ گوبر اور لکڑی میں بھی کیڑا جس کا یہ [illegible] ہوتی۔ دیا ہر ایک دانہ میں [illegible] دیتا ہے۔ اور [illegible] سے آگ سے کھانا پکایا جاتا ہے اس میں بھی کیڑا موجود ہے۔ اس سے بڑھ کر [illegible]

کہ جس قدر اناج کے دانے ہیں سب میں کیڑا موجود ہے۔ سب سے اوّل تو پانی کی بوند میں سینکڑوں کیڑے ہیں۔ اور تمام نباتاتی اشیاء اور انسانی زندگی کا دارومدار پانی پر ہی ہے باوا صاحب ہندؤوں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اگر تم سوتک مانتے تو ہر روز تمہاری رسوئی (باورچی خانہ) میں سوتک موجود ہے۔ محض پانی بنانے سے سوتک دُور نہیں ہوتا جب تک اس مصفا پانی سے نہ دھویا جائے جو کہ معرفت کے چشمہ سے نکلتا ہے رُوحانیت کے رنگ میں رنگین ہوتا ہے دل کا سوتک تو طمع ہے۔ اور زبان کا سوتک جھوٹ بولنا۔ اور آنکھوں کا سوتک نامحرم عورتوں کو دیکھنا۔ اور کانوں کا سوتک لوگوں کی غیبت سُننا۔ اے نانک جس آدمی میں یہ تمام سوتک موجود ہیں وہ دوزخی ہے ورنہ یہ سوتک جس پر ہندو لوگ عمل کر رہے صرف وہم ہے کیونکہ پیدا ہونا یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے اندر ہے جیسا کہ قرآن شریف کا حکم ہے وانہ ھو امات و احیا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ ہی مارتا اور زندہ کرتا ہے اور کھانے پینے کی چیزیں اس رازق نے محض اپنے فضل و کرم سے عطا کی ہیں کھاؤ۔ کلوا من طیّبات ما رزقنکم۔ کھاؤ پیؤ اس پاکیزہ چیز کو جو دی ہم نے۔ پھر واحل لکم من الطیّبٰت۔ حلال کی گئی ہیں تمہارے لئے ستھری چیزیں۔ اے نانک جنھوں نے اس وحدہٗ لاشریک کی ذات پہچان لی وہ اس وہمی سوتک سے کنارہ کش ہو گئے پھر یہ شلوک گرنتھ صاحب میں موجود ہے گوڑی محلہ ۳۔

من کا سوتک دوجا بھاؤ	بھرمے بھولا آؤ جاؤ
من مکھ سوتک کبھی نہ جائے	جچر شبد نہ بھیجے ہر کی نائے
سوتک اگن پونے پانی ماہے	سوتک بھوجن جیتا کچھ کھائے
سوتک کرم نہ پوجا ہوئے	نام رتے من نرمل ہوئے
ست گور سیویں سوتک جائے	مرے نہ جنمے کال نہ کھائے

ترجمہ۔ دل کا سوتک صرف وہم ہی وہم ہے ورنہ اصلیت تو کچھ نہیں۔ سوتک کے

ماننے والے اوہام پرستی میں گرفتار ہو کر کہیں سے کہیں چلے گئے کام (ناجائز شہوت) کرودھ (ناجائز غضب) لوبھ (ناجائز طمع) موہ (ناجائز محبت) ہنکار (ناجائز تکبر) جو حقیقی سوتک ہے جو آدمی کو طرح طرح سے گمراہ کرتا ہے۔ اس کا علاج کرنا چاہیئے مگر یہ اس وقت ناممکن ہے جب تک کہ انسان اللہ تعالےٰ پر ایمان نہ لائے۔ کیونکہ حقیقی پاکیزگی کا سرچشمہ اللہ تعالےٰ پر ایمان لانا ہے تمام سوتکوں کی جڑ اور منبع موہ (دنیا کی ناجائز محبت) ہنکار (ناجائز تکبر) جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے برگشتہ کر کے چاہِ ضلالت میں پھینکتا ہے اور آخر وہ منش جو حقیقی نجات دہندہ سے مُنہ موڑ کر کسی دوسرے سے لگن لگاتا ہے تو اس کو کیا آگ کیا پانی کیا وہ کھانا جس کو وہ کھاتا ہے سوتک یعنی ناپاکی میں آلودہ کرتا ہے جیسا کہ باوا صاحب کا ایک اور بچن گرنتھ صاحب میں یہ شلوک ہے۔

پرمیشور تھیں بھلیاں ویاپن سبھے روگ کھن میں کوڑے ہو گئے جتنے مایا بھوگ

یعنی اللہ تعالےٰ سے مُنہ پھیرنے سے تمام بلائیں گھیر لیتی ہیں۔ اور جس قدر عمدہ اور لذیذ کھانے ہیں وہ بھی آناً فاناً میں زہر آلود ہو جاتے ہیں وہ چیز جس سے نفرت پیدا ہو سکروہ ہے۔ وہ پاک رُوح جو تمام گندوں کو توڑ محض اللہ تعالےٰ کی ہو جاتی ہے تو وہ مصفا پانی جو حقیقت کے چشمہ سے بہتا ہے ایسی رُوح کو نصیب ہوتا ہے جو سوتک کو دھو ڈالتا ہے۔ نصرت الٰہی اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے سے تمام دُکھ دُور ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کی عبادت سے ہی نجات ابدی نصیب ہوتی ہے۔ پھر یہ شلوک بھی گرنتھ صاحب میں ہے۔

جل ہے سوتک تھل ہے سوتک سوتک اوپت ہوئے
جنمے سوتک موئے پھن سوتک سوتک پرج وگوئے
کہورے پنڈیا کون پوتی
ایسا گیان جپو میرے مینا

نیتو سوتنک بینو سوتنک سوتنک سروتی ہوئے
اُوٹھت بیٹھت سوتنک لاگے سوتنک پڑے رسوئی
پھاسن کی بدہ سب کوئی جانے چھوٹن کی ایک کوئی
کہو کبیر رام راے بھی چارے سوتنک تنے نہ ہوئی

ترجمہ۔ اے برہمن جو سوتنک سوتنک تم ہر وقت پکارتے ہو تمہارے خیال میں تو جل و تھل یعنی بحر و بر میں بھی سوتنک موجود ہے کیا پیدایش کے وقت کیا مرنے وقت تمہارے نزدیک سوتنک تو ہر وقت شامل ہے۔ اے پنڈت ذرا غور سے کام لو۔ کہ تمہارے اصول کے مطابق کونسی چیز پوتر پاک ٹھہرتی ہے پھر سوتنک کا اثر یہاں تک ہی موقوف نہیں بلکہ تمہاری نشست و برخاست اور گفتگو میں بھی شامل ہے۔ اے برہمن گمراہ کرنا تو بہت آسان ہے مگر اللہ تعالےٰ کا روشن چہرہ دکھانا اور صراط مستقیم پر چلانا کار سے وار دیو بجُز عارفوں کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ وہ شخص جس نے دنیوی اُلجھنوں اور بندھنوں سے نکل کر خدا سے لگن لگائی۔ اُس کے نزدیک کوئی سوتنک (ناپاک) نہیں ہوتا۔ سو سوتنک سے بچنے کی یہی ایک راہ ہے کہ بندہ قطعی خدا کا ہو جائے ؂

ساتواں عقیدہ

اوتار

اب ہم عقیدہ اوتار کی نسبت معزز ناظرین کو آگاہ کرتے ہیں کہ اوتار کیا چیز ہے۔ اور ہندو اسے کیا سمجھتے ہیں۔ یہ سنت اللہ ہے جس سے قریباً قریباً دنیا کے کل سچے مذاہب واقف ہیں کہ جب دنیا اللہ تعالیٰ سے مُنہ پھیر لیتی ہے لوگ طرح طرح کے فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کوئی بُت کو اپنا رازق خالق بنا لیتا ہے۔ کوئی انسان کو خدا سمجھ کر پُوجنے لگتا ہے۔

کوئی شمس و قمر کو اپنا معبود ٹھہراتا ہے۔ کوئی گئو کی سیوا کو اپنا پرم دھرم خیال کرتا ہے۔ لوگ حقیقی خدا سے منکر اور بتوں کی پوجا یا دہریت کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ خوف الٰہی اُٹھ جاتا ہے۔ راستی مٹ جاتی ہے۔ گمراہی اور کجی اور ظلم زیادہ ہوتا ہے اور انصاف کم۔ خیر اور ایثار کا نام گم ہو جاتا ہے۔ زبردستی اور ظلم و تشدد کا دَور دورہ ہوتا ہے۔ لوگ اعمال صالح کو چھوڑ دیتے ہیں۔ علم کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اخلاق بالکل بگڑ جاتے ہیں۔ ظلمت کی گھنگھور گھٹا چھا جاتی ہے۔ رسم و رواج کی بیڑی ہر ایک کے پاؤں میں پڑ جاتی ہے۔ جہالت اور تقلید سب کی گردن پر سوار ہو جاتی ہے۔ قریب ہوتا ہے کہ لوگوں کے فسق و فجور اور ظلم و جور سے تنگ آ کر زمین پھٹ جائے یا آسمان ٹوٹ پڑے۔ کیونکہ وہ خدا رحیم و کریم ہے۔ وھو الذی ینزل البعث من بعد ما قنطوا و ینشر رحمتہ۔ وہ ایسا خدا ہے کہ جب لوگ ناامید ہو جاتے ہیں تو وہ مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے تو پس خدا تعالیٰ اپنی سنت کے مطابق اپنے بندوں سے کسی کو مامور کر کے بھیجتا ہے جو دنیا میں تشریف لا کر اپنی سعی بلیغ سے ظلمت کو دُور کر کے اللہ تعالےٰ کا نور پھیلاتے ہیں۔ خلقت ان سے ہدایت اور فیضیاب ہوتی ہے تو اس مامور من اللہ کو رسول یا پیغمبر کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ مگر ہندوؤں نے اپنے پیغمبر یا رسول کو اوتار کے نام سے نامزد کیا ہے۔ ان کے نزدیک اور بندوں کی طرح خدا بھی جنم لیتا ہے اور چند روز دنیا میں ہدایت کر کے پھر اور بندوں کی طرح فوت ہو کر اس جنم کو چھوڑ دیتا ہے۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے دوسری قوموں میں اپنے صادق اور برگزیدہ بھیجے۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ نے چاہا کہ ہندوؤں کی قوم کو بھی اس شہادت سے محروم نہ رکھے۔ سو خدا تعالیٰ نے ملک پنجاب میں اس گواہی کو ادا کرنے کے لئے ایک ایسا شخص پیدا کیا کہ آج تیس لاکھ سکھ اس کی راہ میں جان فدا کرنے کو تیار ہیں جیسے

باوا نانک صاحب جہاں انھوں نے ہندؤوں میں اور بہت سی غلط فہمیونکی اصلاح کی وہاں اوتار کے عقیدہ کا بھی ردّ کیا۔ آپ جپ جی صاحب میں فرماتے ہیں " اجونی سے بہنگ " خدا پیدا ہونے اور جون میں آنے سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ لا بموت یعنی موت سے پاک ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کیونکہ وہ پیدا نہیں ہوتا بباعث حدوث سے پاک ہونے سے فنا سے بھی پاک ہے۔ باوا صاحب کے اس قول سے بخوبی ظاہر ہے کہ خدا جونوں میں نہیں آتا۔ پس باوا صاحب کے نزدیک ان لوگوں کا عقیدہ باطل ہے جو کہتے ہیں کہ جب ضرورت ہوتی ہے تو اللہ تعالےٰ بجائے اپنے کسی مامور کو بھیجنے کے بذات خود انسانی قالب میں آکر لوگونکی رہنمائی کرتا ہے یہہ ہندؤوں کا ایک عام عقیدہ ہے کہ پرمیشور انسانی قالب اختیار کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو لوگ اوتاروں (رسولوں) کو عین پرمیشور سمجھتے ہیں اور ان کے بُت بنا کر انکی پُوجا شروع کر دیتے ہیں۔ مگر اس کے متعلق گرنتھ صاحب آدرام کلی محلہ ۵ میں لکھا ہے۔

اوتار نہ جانے انت
پرمیشر پار برہم بے انت

ترجمہ۔ اے لوگو تم اس غلط فہمی میں ہو کہ پرمیشور قالب انسانی اختیار کرتا ہے۔ مگر یہ صریح غلط ہے۔ اوتار خدا نہیں ہوتا۔ بلکہ خدا کا بھیجا ہُوا بندہ ہوتا ہے جو اس کے نور سے منوّر ہو کر اس دُنیا کے لئے مامور من اللہ ہوکر آتا ہے۔ وہ پاک ذات نو وراء الورا عمیق در عمیق ہے اس لئے وہ فرستادہ اوتار بھی خدا کے انت اور کنہ و اسرار سے عاجز ہے۔ پھر گرنتھ صاحب بھیروں محلہ ۵ میں لکھا ہے۔

سو مکھ جلو جت کہ ٹھاکر جونی

ترجمہ۔ باوا صاحب سخت رنج کی حالت میں فرماتے ہیں۔ کہ اے لوگو وہ منہ دوزخی ہیں جو کہتے ہیں کہ پرمیشور جونوں میں آکر قالب انسانی اختیار

کرتا ہے۔ ان کے مُنہ آگ سے جُھلسے جائیں گے جو اللہ تعالےٰ کے حضور بیں ایسی بیباکی سے کام لیتے ہیں۔ پھر باوا صاحب گرنتھ صاحب آسا محلہ ۲ میں فرماتے ہیں۔ جگہ جگہ کے راجے کئے گاو سے کر اوتاری

تن بھی انت نہ پایا نانکا کیا کر آکھ دیچاری

ترجمہ۔ بعض بڑے بڑے راجوں مہاراجوں نے تمام راجہ پاٹ تیاگ کر کے سنیاس اور بیراگ اختیار کیا اور دُنیاوی خواہشات پر لات مار کر تارک الدنیا ہوئے۔ مہاتما بدھ اور راجہ ہری چند وغیرہ کی مثالیں شاہد ہیں یہ سب کچھ ہوا۔ مگر وہ محیط الکل قادر مطلق کے انت کو نہ پاسکے اور عاجز رہے۔ پھر ہزارے کے شبدوں میں لکھا ہے کہ

بن کرتار نہ کر تم ماتو آدا جون اجے انباشی تہہ پرمیشر مانو

نات مات نہ ذات جانکر بتر پوتر مکند کون کاج کہائینگے تے آن دیوکے نند

سوکم مانس روپ کہائے سدہ سمادھ کرہارے کو اونہ دیکھن پائے

جانکر روپ رنگ نہہ جنیت سوکم سیام کہے ہے

ترجمہ۔ خالق ایک ہی ہے جو ظہور عالم سے بھی پیشتر تھا۔ اسی ایک خالق کے نام کا وِرد کرو اور ایسے خدا کے نام کا وظیفہ پڑھو۔ جو ظہور عالم سے پیشتر ازل سے حق تھا اور پھر ظہور عالم کے وقت بھی حق تھا یہ دو توصفات زمانہ ماضی کے متعلق ہیں۔ اور پھر فرماتے ہیں کہ جیسا وہ زمانہ ماضی میں حق تھا ویسے ہی زمانۂ حال میں بھی حق ہے اور آیندہ بھی حق ہوگا۔ اور وہ پیدا ہونے اور جونوں میں آنے سے پاک ہے۔ اس قول سے صاف ظاہر ہے کہ ایشور جون میں نہیں آتا ہے۔ اس کا کوئی بیٹا نہیں اور نہ وہ جنا گیا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں واضح طور سے اس امر کو بیان کیا گیا ہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ توکہہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے احتیاج ہے۔ نہیں جنا اس نے۔ اور نہ جنا گیا۔

اور نہیں ہے واسطے اس کے کوئی برابری کرنے والا" اور یہ ہمارا مچندر کرشن وغیرہ یہ ابن آدم کی اولاد تھے۔ کئی سدھ دہنند و فقیروں کے فرقے کا نام سمادہی لگا کر ہار چکے۔ مگر اس خدا کا انت نہ پا سکے ؞

جیبا دیہیں تیبا ہو کھاؤ بیا در نہیں کے در جاؤ
نانک ایک کہے اداس جیو پنڈ سب تیرے پاس

ترجمہ۔ جس قدر آپ دیویں اسی قدر ہم کھاتے ہیں دوسرا دروازہ نہیں۔ جس پر جاویں۔ نانک ایک ہی عرض کرتا ہے کہ روح اور جسم یہ سب تیرے ہیں اس کو باوا جی نے ان قرآنی آیات سے لیا ہے۔ نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیٰوۃ الدنیا ورفعنا بعضھم فوق بعض۔ اِن استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطٰن ۔ یعنے ہم نے تمہارے کھانے پینے اور دوسری حاجات کی چیزیں تم میں تقسیم کر دی ہیں کسی کو تھوڑی اور کسی کو بہت دی ہیں اور بعض کا بعض سے مرتبہ زیادہ کر دیا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے ملک سے جو زمین و آسمان ہے تم باہر نہیں جا سکتے جہاں جاؤ گے خدا کا غلبہ تمہارے ساتھ ہوگا۔ اب دیکھئے باوا جی نے صریحاً الہٰی آیتوں سے اپنا مضمون اخذ کیا ہے اور ایک اوتار کا عقیدت مند نہیں کہے گا کہ رزق کی کمی بیشی خدا تعالیٰ کی تقدیر سے ہے ؞

آٹھواں عقیدہ

گئو پوجا اور سکھ مذہب

گئو پوجا کے جس قدر ہندو لوگ قائل ہیں وہ اظہر من الشمس ہے ہندوؤں کے بہت فرقے ہیں۔ مثلاً آریہ۔ سناتنی۔ برہمو۔ جینی وغیرہ یہاں اگر ان

سب لوگوں کا کسی امر کے متعلق اتفاق ہو سکتا ہے تو وہ گائے کی پوجا کا عقیدہ ہے۔ آئے دن جو عید اضحی پر مسلمانوں سے ہمارے ہندو دوستوں کے فساد اور جنگ و قتال وغیرہ ہوتے رہتے ہیں وہ اظہر من الشمس ہے یہ ایک الگ امر ہے کہ خود ہندوؤں کے شاستر یعنی وید وغیرہ گئو رکھشا کے کہاں تک حامی ہیں۔ چونکہ سکھ مذہب کا ویدوں اور شاستروں سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ ورنہ ہم اس امر کو ویدوں اور شاستروں کے بکثرت حوالہ جات سے کما حقہ ثابت کرتے کہ ویدوں اور شاستروں میں گائے کی کوئی عظمت نہیں بیان کی گئی۔ بلکہ وہاں یگیہ وغیرہ میں کثرت سے گائے کی قربانی کا ذکر پایا جاتا ہے مگر ہم اس بحث* کو کسی اور وقت کے لیئے اُٹھا رکھتے ہیں مگر ساتھ ہی بعد میں ویدوں کو چھوڑ کر دیگر سمرتیوں میں ایسی ایسی باتیں بھی ضرور ملائی گئی ہیں جو گائے کی پوجا کیطرف صریح ہدایت کرتی ہیں اور جس سے آئے دن ہندو صاحبان مسلمانوں سے نبرد آزما ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ وشن سمرتی ادھیائے ۵۴ میں یہ لکھا ہے کہ۔

اگر شودر پنج گوبہہ پیوے تو دوزخ میں جاتا ہے۔ یعنی پنج گوبہہ ایک ایسی مطہر اور پاکیزہ چیز ہے جسے برہمن کھشتری اور ویش کے سوا اور کوئی آدمی اس کے استعمال کا حق نہیں رکھتا وہ پنج گوبہہ کیسی اعلیٰ چیز ہے اور کن کن پاکیزہ اشیاء سے تیار کیا جاتا ہے ذرا آپ اس کا نسخہ ملاحظہ فرمایئے۔

گائے کا گوبر ایک ماشہ۔ گائے کا پیشاب ۲ ماشہ۔ گائے کا گھی ۱۲ ماشہ گائے کا دودھ آٹھ ماشہ۔ گائے کا دہی آٹھ ماشہ۔ ان پانچ چیزوں کے ملانے سے پنج گوبہہ بنتا ہے ملاحظہ ہوا تر سہنا۔ اور یہ ایک ایسی پاکیزہ اور مقدس چیز ہے کہ سوائے برہمن اور کھشتری اور ویش کے کوئی اور اسے استعمال نہیں کر سکتا۔ لکھا ہے کہ اگر کوئیں کا پانی ناپاک ہو جائے تو انہیں اس پنج گوبہہ

* دیکھو ہمارا رسالہ قضیہ گائے پر تنقیدی نظر۔ قیمت ۲ر

کو پانی صاف کرنے کے لئے ڈالنا چاہیئے۔ اور اگر کوئی ہندو گندی یا ممنوع چیز کھا پی لے۔ تو بھی اس پنچ گوبہ کے استعمال سے پاک ہوتا ہے اب اس کے مقابلہ میں آپ ملاحظہ فرماویں کہ سکھ مذہب میں گئو رکھشا یا گئو پوجا کو کہاں تک روا رکھا گیا ہے۔

گرنتھ صاحب بسنت کبیر میں لکھا ہے۔

گوبر جو ٹھا۔ چونکا جو ٹھا۔ جو ٹھی دبنی کارا

مطلب۔ گائے کا گوبر ناپاک۔ اور گائے کے گوبر سے جو لیپن (پوچا) دیا گیا ہے وہ بھی ناپاک۔ پھر رہت نامہ بھائی چوپا سنگھ میں درج ہے۔ لنگر (باورچی خانہ) میں نہ تو گائے کے گوبر کے اوپلے جلائے نہ گائے کے گوبر کا چونکا دے۔ چنانچہ جس جگہ گائے کے گوبر کا چونکا ہو۔ واقف کار۔ ذیعلم سکھ اسے ناپاک سمجھتے ہیں اور وہاں گرنتھ صاحب نہیں پڑھتے۔ پھر گرنتھ صاحب آسا پٹی محلہ ۳ میں لکھا ہے۔

مل موت۔ موڑ۔ جے مگدھ ہوئے سب لگے تیری سیو

مطلب۔ گائے کا گوبر اور پیشاب وغیرہ کا احترام کرنے والے جب گورو نانک صاحب کے حضور آئے۔ تو باوا صاحب نے ان ناپاک چیزوں کے استعمال سے انھیں نجات دی +

اب صاف ظاہر ہے کہ سکھ مذہب میں گائے کی وہ عظمت قطعاً نہیں جو ہندو مذہب میں ہے بلکہ قطعی اس کے برعکس ہے۔ ہندوؤں کے نزدیک گائے کا گوبر اور پیشاب پاک اور اس کے کھانے اور پینے سے ناپاک پاک ہو جائیں۔ مگر سکھوں کے نزدیک یہ سخت ناپاک۔ اور اس کے کھانے والا سخت ناپاک۔ ہردو میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اب صاف ظاہر ہے کہ سکھ مذہب میں گئو پوجا قطعاً نہیں

پھر گئو رکھشا یا گئو پوجا کے متعلق سکھ صاحبان کا طرز عمل بھی یہی ظاہر

کرنا ہے سنہ ۱۹۱۲ء جو سکھ ایجوکیشنل کانفرنس ایسٹر کی تعطیلات میں سیالکوٹ میں منعقد ہوئی تھی وہاں کے مقامی ہندوؤں کی گئو شالہ کے ممبر جب گئو رکھشا کے لئے چندہ جمع کرنے کے واسطے سکھ ایجوکیشنل کانفرنس میں گئے تو سکھ کانفرنس کے ناظموں نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا۔ اور اپنے پنڈال سے نکال دیا۔ چنانچہ اس وقت اخبار ہندوستان نے اس کے متعلق حسب ذیل لکھا تھا۔

"سکھ ایجوکیشنل کانفرنس سیالکوٹ کے موقع پر جب مقامی کارکنوں کو معلوم ہوا کہ مہاراجہ صاحب پٹیالہ کا جلوس جو کانفرنس کے پردھان مقرر کئے گئے ہیں گئو شالہ کی طرف سے نکلے گا۔ تو کارکنوں نے گئو شالہ کی عمارت کو خوب سجایا اس کے نزدیک جھنڈیاں وغیرہ لگائیں لیکن جب گئو شالہ کی صندوقچیاں لڑکے لے کر کانفرنس میں سکھ صاحبان سے گئو شالہ کے لئے دان (خیرات) مانگنے کے واسطے گئے تو انکو کانفرنس سے باہر نکلوا دیا گیا اور سکھوں نے کہا کہ ہم ہندو نہیں ہیں اس لئے ہم پر گئو رکھشا واجبی نہیں ہے"۔

گئو رکھشا کے متعلق سکھوں کا طرز عمل صاف ظاہر ہے۔ ہماری کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں سکھوں کا اردو اخبار لائل گزٹ اپنے ۱۴ فروری سنہ ۱۹۱۵ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ سکھ ہندوؤں کی طرح گئو پرست نہیں

نواں عقیدہ

مُردے کا جلانا اور باوا صاحب

اب دیکھنا یہ ہے کہ مُردے کے جلانے کے متعلق باوا نانک صاحب کیا فتویٰ دیتے ہیں۔ یعنی حضرت باوا صاحب مُردے کے جلانے کے حامی ہیں یا مسلمانوں کی طرح دفنانے کے۔ ہم نے بالکل خالی الذہن ہو کر اس مسئلہ پر غور کیا ہے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ حضرت باوا صاحب دفنانے کے حامی ہیں جلانے

کے قطعاً نہیں۔ اس کے متعلق جب ہم گرنتھ صاحب اور جنم ساکھی وغیرہ کی اوراق گردانی کرتے ہیں تو اس میں یہ لکھا پاتے ہیں۔ باوا صاحب گرنتھ صاحب میں فرماتے ہیں۔

دُنیا مقام فانی تحقیق دل دانی
مم سر مو عزرائیل گرفتہ دل ہیچ ندانی
زن پسر پدر برادراں کس نیست دستگیر
آخر بیفتم کس نداد چوں شود تکبیر

باوا صاحب فرماتے ہیں۔ دُنیا فنا کا مقام ہے یہ تحقیقی امر ہے۔ اسکو دل سے سمجھو۔ میرے سر کے بال عزرائیل کے ہاتھ میں ہیں۔ اے دل تجھے کچھ بھی خبر نہیں۔ اُس وقت عورت۔ لڑکا۔ باپ۔ بھائی کوئی دستگیری نہیں کرے گا۔ آخر جب نماز جنازہ پڑھی جائیگی۔ تو میں بیکس ہوکر گرا ہوا ہونگا +

اب تکبیر کا لفظ صاف اور واضح ہے ہر ایک جانتا ہے کہ تکبیر انھیں پر پڑھی جاتی ہے جن کا جنازہ پڑھا جاتا ہے اور جنازہ اسی کا پڑھتے ہیں جو دفنایا جاتا ہے۔ ابھی بس نہیں اور لیجئے۔ جنم ساکھی کلاں صفحہ ۲۲۶۔

داغ ہونز دھرتری جو دھرتی ہوئے سمائے
تاں کے نکٹ نہ آوسی دوزخ سندی بہلائے

باوا صاحب فرماتے ہیں کہ جو لوگ داغ سے پاک ہو کر قبر میں جاتے ہیں ان کے نزدیک دوزخ کی ہوا تک نہیں آتی +

اب بتلائیے! ان واضح اور بیّن اثبات کی موجودگی میں کون انکار کر سکتا ہے کہ باوا صاحب مُردہ کے دفنانے کے حامی نہ تھے۔ خود باوا صاحب کا اسوہ اس امر کا بیّن شاہد ہے کہ آپکی نعش جلائی نہیں گئی +

پھر حضرت باوا صاحب جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۵۴-۸ سطر پر فرماتے ہیں۔

مرے وچارا ہندڑو وچ اگے دین جلائے

جل بل ہو گئی بھسمڑی پونا کھڑے اوڈائے
پڑھ کے دیکھ قرآن نوں کس نوں دیوے سنرائے
سو . . . . جو بہتا کھاندا نائے

اس جگہ ہم خود کچھ نہیں کہنا چاہتے حضرت باوا صاحب کا جلانے اور دفنانے کے متعلق فیصلہ صاف ہے۔ سب سے بڑھ کر حضرت باوا صاحب کی نعش جلائی نہیں گئی۔ اسی سے حضرت باوا صاحب کا عقیدہ سمجھ لو +

اب جبکہ ہم پختہ دلائل سے باوا نانک جی کی ہندو مذہب سے بیزاری ظاہر کر چکے ہیں تو اب طبعاً ہر ایک منش کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے شخص کی موت پر کیا ظاہر ہؤا ہوگا۔ کیونکہ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ جس آدمی نے اپنے آبائی مذہبی عقیدہ سے ہاتھ دھو لئے ہوں اور پراچین عقائد اور خیالات کو خیرباد کہدی ہو تو ضرور ہے کہ اسکی موت بھی ان قدیمی رسم و رواج سے علیحدہ ہو ورنہ وہ آدمی جس کے دل میں وہی پراچین خیال سمائے ہوئے ہوں اور اپنی قوم کے پرانے عقیدہ پر کاربند ہو اور اسی پر اس کا انتقال ہو تو اُس کے اخیر وقت پر ہر ایک خویش بیگانہ اس بات کو معلوم کر لیتے ہیں کہ اس کا اپنی قوم کے مذہب پر ہی خاتمہ ہؤا ہے اس حالت میں اگر غیر مذاہب کے آدمی مزاحم ہوں کہ یہ شخص ہمارے مذہب کا پیرو تھا اسکی لاش ہمارے حوالہ کی جاوے تا ہم اپنے رسم و رواج کے مطابق اس کا جنازہ پڑھیں اور اسے دفن کریں یا جو کچھ مذہبی امور ہوں اُسے بجالائیں تو ان کی وہ بات نہایت استعجاب کا موجب ہوگی۔ تعجب نہیں کہ اس استعجاب کی حالت میں آکر وہ قوم اپنے گستاخ اور بے ادب فریق ثانی کو مار پیٹ کر کے نہایت ذلت سے سزا دیں کیونکہ یہ بات صرف اسی متوفی کی ذات پر ہی محدود نہیں رہتی۔ بلکہ اس قوم کی سُبکی اور بے عزتی کا باعث بھی ہوتی ہے اور اسمیں اس مذہب کی توہین بھی متصوّر ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا باوا صاحب کی وفات پر بھی کوئی ایسا واقع پیش آیا

آیا ہے یا نہیں اگر پیش آیا ہے تو قوم کے بزرگوں نے اس وقت کیا راہ اختیار کی۔ تو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انکی وفات پر ہندو اور مسلمانوں کا جھگڑا ہوا تھا۔ ہندو باوا صاحب کی نعش کو جلانا چاہتے تھے مگر مسلمان جنازہ پڑھ کر دفن کرنا چاہتے۔ آخر اس اصرار اور تکرار نے یہاں تک طول کھینچا کہ دونوں فریقین میں جنگ تک نوبت پہنچی۔ تمام ہندو اور مسلمان بلکہ بعض انگریزی مورخ بھی اس بات پر متفق ہیں کہ مسلمانوں نے نہایت زور کے ساتھ دعویٰ کیا کہ باوا صاحب ہم میں سے تھے انکی نعش ہمارے حوالہ کی جاوے کہ ہم اسلامی قاعدے کے مطابق ان کا جنازہ پڑھ کر دفن کریں۔ پھر تعجب یہ ہے کہ باوا صاحب کے قوم کے بزرگوں نے جن کے سامنے یہ دعویٰ پیش ہوا تھا کوئی بھی اس کا رد نہ کر سکا کہ ایسا دعویٰ کیوں کیا جاتا ہے۔ کیوں خواہ مخواہ باوا جی کو مسلمان بنایا جاتا ہے بلکہ قوم کے بزرگوں اور دانشمندوں نے بجائے رد کے یہ بات پیش کی کہ باوا صاحب کی نعش چادر کے نیچے سے گم ہوگئی ہے اب ہندو اور مسلمان نصف نصف چادر لے کر اپنی اپنی رسومات ادا کریں۔ چنانچہ مسلمانوں نے نصف چادر لے کر اس پر نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔ اس جگہ ایک اور بات کا پتہ ملتا ہے گرنتھ صاحب میں ایک شعر ہے جس میں باوا جی نے بطور پیشگوئی کے اپنا جنازہ پڑھا جانے کے لئے فرمایا ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں۔

دنیا مقام فانی تحقیق دلدانی
مم سرمو عزرائیل گرفتہ دل ہیچ ندانی
زن۔ پسر۔ پدر۔ برادراں کس نیست دستگیر
آخر بیفتم کس ندارد۔ چوں شود تکبیر

یعنی دنیا تو فنا کا مقام ہے یہ تحقیقی امر ہے اس کو دل سے سمجھ میرے سر کے بال عزرائیل کے ہاتھ میں ہیں۔ اے دل تجھے کچھ بھی خبر نہیں۔ عورت لڑکا باپ۔ بھائی۔ کوئی بھی دستگیری نہیں کرے گا۔ جب تکبیر یعنی نماز۔ جنازہ مجھ پر

پڑھی جاوے گی تو میں اس وقت بیکس ہوں گا اور بیکس ہو کر گرا ہوا ہونگا
اب تکبیر کا لفظ صاف ہے ہر ایک جانتا ہے کہ تکبیر ان کے لئے ہوتی ہے جن
کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ اس جگہ ایک اور بات کا پتہ بھی چلتا ہے کہ باوا
صاحب بھی مسلمانوں کی رعایت کرنا چاہتے تھے ورنہ کیا ضرورت تھی کہ ان کا
جسم گم ہوتا۔ سو جسم اس لئے گم ہوا تا ہندو ان کی نعش پر قابض نہ ہوں اور
جسم گم ہونے کے اشارہ سے ہی باوا جی کا مذہب سمجھ لو۔ غرض باوا جی کی قوم کے
بزرگوں کا نہایت خوشی اور رضامندی سے چادر کا نصف ٹکڑا بغرض جنازہ
پڑھنے اور دفن کرنے مسلمانوں کے حوالہ کر دینا ان کی بہ عملی کارروائی صاف شہادت
دیتی ہے کہ وہ بدل وجان اس بات پر راضی ہو گئے۔ کہ اگر مسلمان لوگ باوا
صاحب کو مسلمان خیال کرتے ہیں تو اُن کا اختیار ہے کہ ان کو مسلمان سمجھیں ان
پر جنازہ پڑھیں۔ نہ صرف راضی ہی ہوئے بلکہ نصف چادر حوالہ کر کے جنازہ
پڑھنے کی ترغیب بھی دی۔ اگر باوا صاحب مسلمان نہ ہوتے تو جس قدر باوا صاحب
کے قوم کے بزرگ جانشینوں اور دوستوں میں وہاں بیٹھے تھے اور جنہوں
نے جا کر ان کے پاس یہ جھگڑا کیا تھا کہ باوا صاحب مسلمان تھے ان کی نعش
ہمیں دے دو تا کہ ہم اپنے طریقہ کے مطابق ان کی گور منزل کریں تو وہ لوگ
ضرور انہیں جلی کٹی سناتے۔ مگر وہ بالکل ناراض نہ ہوئے اور کسی نے اٹھ کر
یہ نہ کہا کہ نالائقو! نادانو!! بے ادبو!!! آنکھ کے اندھو!!!! یہ تم کیسی بڑ
ہانک رہے ہو کہ باوا صاحب مسلمان تھے بلکہ وہ اس وقت نہایت خوش ہوئے
اور بغیر کسی قسم کی چون و چرا حیل و حجت کے نصف چادر کا ٹکڑا بغرض جنازہ
اور دفن کرنے کے مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ اب ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ باوا
صاحب کی وفات پر مسلمانوں اور ہندوؤں کا جو جھگڑا ہوا تھا اس کو بھائی
بالا والی جنم ساکھی سے اقتباس کر کے نقل کریں۔ سو وہ عبارت یہ ہے۔ دیکھو
جنم ساکھی کلاں بھائی بالا والی صفحہ ۲۱۴۔

سری بٹھا کر جی نانک جی کو اپنے انگاں ہیں ملائے لیا تاں پھیر
خدا تعالےٰ نے نانک جی کو اپنے وجود میں ملا لیا یعنے باوا صاحب فوت ہو گئے تب
اوتھے پروار وچ ایک کھائے پے گئی سب اکتر ہو ٹیکے لگے بیراگ کرنے
وہاں مجلس میں شور پڑ گیا سب اکٹھے ہوئے کر غم کرنے لگے
جاں اتنے ہیں سری بابے جی دے مرید پٹھان سی اوہ کہن ہم سری
اتنے میں باوا صاحب کے جو مرید پٹھان تھے وہ کہنے لگے کہ ہم
بابے جی دا دیدار کرینگے تا ہندوآں کہیا بھائی اب تمہارا اسماں نہیں
باواجی کا دیدار کریں گے تو ہندوؤں نے کہا بھائی اب تمہارا وقت نہیں
تاں پٹھاناں کہیا ہمارا پیر ہے تے اسیں ضرور دیدار کراں گے اور
تب پٹھانوں نے کہا کہ وہ ہمارا پیر ہے اور ہم ضرور انکی زیارت کرینگے اور
جو پیراں دا راہ ہے سو ہم کرانگے تاں ہندو مسلمان دا جھگڑا اودھ
جو پیروں کے لئے مسلمان رسومات ادا کرتے ہیں سو ہم ادا کرینگے تب ہندو مسلمان کا جھگڑا بڑھ
گیا ہندو کہن نہیں دیکھن دیناں تاں مسلمان کہن اساں دیدار کرنا ہے
گیا ہندو کہتے تھے کہ ہم باواجی دیکھنے نہیں دینگے مسلمان کہتے تھے کہ ہم دیکھ کر چھوڑینگے
جاں بہت وادا ہویا پٹھان کہن گور منزل کرانگے تاں وچ بھلے لوکاں
جب بہت فساد ہوا تو پٹھانوں نے کہا کہ ہم تجہیز و تکفین اور جنازہ وغیرہ سب رسوم اسلامی ادا کرینگے
کہیا اندر چل کے دیکھو تاں سہی جاں وکھیا تاں چادر ہی ہے بابے
تب اچھے لوگوں نے درمیان ہو کر کہا کہ ذرا اندر چل کے دیکھو جب اندر جا کر دیکھا تو معلوم ہوا وہاں فقط چادر ہی
دی دمہے نہیں دو ہاں دا جھگڑا چک گیا جتنے سکھ سیوک تھے
پڑی ہے تب دونوں گروہوں کے جھگڑا کا فیصلہ ہو گیا جسقدر سکھ سیوک تھے
رام رام کر اٹھے لگے کرن واہ واہ بابا جی توں دھن ہاں سب کہن
سب اللہ اللہ کر اٹھے اور صفتیں کرنے لگے کہ باوا صاحب آپ دھن ہیں سب کہتے تھے

سری نانک جی پر تکیا پربیشر دی مورت ہے انکی قدرت لکھی نہیں

ظاہر ظاہرا مظہر الہی تھے ان کی قدرت لکھی نہیں

سی جاندی نے اساں سیوا بھی ہنہیں کیتی تے مسلمان بھی بابے دا کھیل

جاتی اور ہم نے کچھ خدمت نہیں کی اور مسلمان بھی باوا صاحب کا معجزہ

دیکھ کے لگے صفتاں کرن دھن خدائے ہے تے دھن بابا نانک جی ہے

دیکھ کر تعریف کرنے لگے کہ کیا ہی وہ قادر خدا ہے اور کیا اچھا بابا نانک تھا

جسدی قدرت لکھی نہیں گئی ہندو مسلمان سب ناابے ہین پھر ہندواں

جسکی قدرت لکھی نہیں گئی سب ہندو مسلمان کو اس نے تار دیا پھر ہندوؤں نے

اک چادر کے بباں میں رکھ کر چکھا میں جلائی تے مسلماناں آدھی چادر

اک چادر کو سڑھی پر رکھ کر چکھا میں جلا دیا اور مسلمانوں نے آدھی چادر

دفن کیتی دوہاں آپو اپنے دھرم کرم کیتے تے بابے جی بیکنٹھ کو سدھ گئے

دفن کر دی اور دونوں فریقین نے آپو اپنے رسم کے موافق تجہیز و تکفین کیا یعنے اپنے مذہبی واجبات

تے سری بابے جی چلانے کی کتھا بڈھے نے سری انگد جی نے بابے

جنازہ وغیرہ بجا لائے اور باوا صاحب مع جسم کے داخل بہشت ہو گئے* اور ایک سکھ کا نام بڈھا تھا باوا نانک

دی ہور سنگت کے حضور سنائی +

صاحب کی فوت ہونیکی کتھا انگد صاحب اور بالا صاحب اور دوسرے مجمع کے حضور سنائی +

یہ تو وہ بیان ہے جو بھائی بالا کی زبانی گوروانگد کی جنم ساکھی میں مذکور ہے مگر جہاں تک ہمارا خیال ہے دراصل کوئی مسلمان مرید باوا صاحب کی نعش کو

* مع جسم بہشت میں داخل ہونا یہ عقیدہ اسلام کا ہے وید کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں از روئے تعلیم وید روح مکتی خانہ میں جائے گی۔ اور جسم کا تعلق مرنے کے بعد بالکل ختم ہو جاتا ہے اس لئے ہندو جسم کو جلا دیتے ہیں اور اسلامی تعلیم کی رو سے جسم کا روح سے تعلق ہے اور وہ ابدی تعلق ہے +

اکٹھا کر لیا گیا تھا۔ مسلمانوں میں ایک جھوٹی قبر بنانا اور صرف کپڑا دفن کرنا اور
اس کو قبر سمجھنا ایک فریب اور گناہ میں داخل ہے جو شریعت اسلام میں کسی طرح
جائز نہیں۔ مسلمان ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔ اور اگر ان کو صرف چادر ملتی تو وہ
تبرک کے طور پر اپنے پاس رکھ چھوڑتے۔ اس وقت پنجاب میں کل حنفی مذہب کے
مسلمان تھے اور حنفی مذہب کی رو سے بجز حاضری نعش کے نماز جنازہ درست
نہیں۔ پھر ان حنفی مسلمانوں نے جو نماز جنازہ پڑھی تو اس صورت میں ماننا پڑتا ہے
کہ کسی طرح باوا صاحب کی نعش پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔

دسواں عقیدہ

گرنتھ صاحب میں ذبیحہ کی اجازت ہے یا جھٹکا کی

اول تو سکھوں میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنی مذہبی کتب گرنتھ وغیرہ
کی تعلیم سے ناواقفیت کی وجہ سے گوشت خوری سے انکار کرتے ہیں اگرچہ انکی
تعداد بہت تھوڑی ہے مگر تاہم ہے ضرور۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے
کہ پہلے باوا صاحب کے اقوال سے اس امر پر بھی روشنی ڈالی جائے کہ باوا
صاحب گوشت خوری کو جائز اور روا رکھتے تھے۔ ہندوؤں کے کورکھیشتر کے
تیرتھ پر جا کر باوا صاحب کا وہاں کے پنڈتوں سے گوشت خوری کے متعلق
مباحثہ ہوا۔ جس میں پنڈت صاحبان کو قطعی لاجواب ہونا پڑا۔ مفصل ملاحظہ
ہو تاریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۹ مصنفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی۔ چنانچہ اس
مباحثہ میں گورو صاحب پنڈتوں کے مقابلہ میں یہ شلوک فرماتے ہیں ملاحظہ

پہلا۔ پہلا ماسوں نمیاں ماسے اندر واس
جیو او پائے ماس موہے ملیا ہڈ چم تن ماس
ماسوں باہر کڈھیا مماں ماس گراس

مونہوں ماسے کا جمبیا ماسے کی ماسے اندر ساس
وڈا ہویا ویاہ گھر لایا ماس
ماسوں ہی ماس ادپجے ماسوں سبھے ساک
ماس ماس کر مورکھ جھگڑیں گیان دھیان نہیں جانیں
کون ماس کون ساگ کھاوے کس میں پاپ سمانے
گینڈا مار ہوم یگ کیئے دیوتیاں کی مانے
ماس پرانی ماس کتیبیں چوہوں جگ ماس کمانان
یگیہ کاجے ویاہ سوہاوے اوتھے ماس سمانان
ماسوں نمیں ماسوں جمیں ہم ماسے کے بھانڈے
گیان دھیان کچھ سوجھے ناہیں چتر کہاوے پانڈے

مطلب - باوا صاحب پنڈت کو مخاطب کر کے کہتے ہیں تم کس طرح گوشت خوری کی مخالفت کر سکتے ہو پہلے . . . . . گوشت کے اندر ہی نو ماہ تک رہا اور پھر جب پیدا ہوا تو جسم وغیرہ بھی گوشت کا ملا - اور سب سے پہلے جو انسانی غذا تھی وہ والدہ کے پستان کے ذریعہ جو گوشت کا تھا - مُنہ گوشت کا - زبان گوشت کی - اور سب جسم ہی گوشت کا - اور جب بالغ ہوا - تو شادی بھی گوشت کے جسم سے ہی کی - اور جس قدر رشتہ دار ہیں سب گوشت کے جسم کے ہیں بیوقوف لوگ گوشت نہ کھاؤ - گوشت نہ کھاؤ کہکر جھگڑتے ہیں اور حقیقت سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں - اے پنڈت اگر گوشت کھانے سے انسان گنہگار بن جاتا ہے تو ویدوں اور پرانوں میں گوشت خوری کی اجازت کیوں ہے - اے پنڈت کیا تو اس بات سے ناواقف ہے کہ دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے ویدوں میں گینڈے وغیرہ کی قربانی لکھی ہے - افسوس کہ یہ لوگ حقیقت سے ناواقف ہوکر یونہی جھگڑتے ہیں +

اب اس جگہ گوشت خوری کے متعلق حضرت باوا صاحب کا فتوےٰ صاف

ہے۔ پھر اسی صفحہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ کورکھیشر کے تیرتھ پر گورو صاحب نے مچھلی کا گوشت پکا کر کھایا۔ جسپر پانڈے حد سے زیادہ آپے سے باہر ہوئے مگر باوا صاحب نے کچھ پروا نہ کی +

اب یہ بات تو بالکل صاف ہو گئی کہ سکھوں کی کتابوں میں گوشت خوری کی صریح اجازت ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ذبیحہ کی اجازت ہے یا جھٹکا کی۔ سو اس کے لئے ہمیں کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ١٩١٢ء میں سکھ پریس کے ساتھ اس ضروری سوال پر میرا تبادلۂ خیالات ہوا تھا۔ اور بفضل ایزدی سکھ پریس کو اس پر قطعی خاموش رہنا پڑا تھا۔ سو وہ مضمون ۱۵ جون ١٩١٢ء کے اخبار نور سے لے کر درج ذیل کیا جاتا ہے +

"ابھیاکھا کا کٹھا"۔ جو خالصہ سماچار اور لائل گزٹ کے ایڈیٹر نے ایک شلوک کا ۱/۲ حصہ پیش کر کے اپنا پیچھا چھڑانا چاہا ہے اس سے زیر بحث مسئلہ کے حق میں کبھی بھی یہ مفید نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ "ابھیاکھا کے کٹھا" سے ذبیحہ تو ایک اور ایک دو کی طرح ثابت ہو سکتا ہے مگر جھٹکا ہرگز ہرگز نہیں۔ پورا شبد جس کو ایڈیٹر خالصہ سماچار اور لائل گزٹ نے درج کرنے سے دیدہ و دانستہ اجتناب کیا ہے وہ یہ ہے۔

ابھیاکھا کا کٹھا بکرا کھانا
چونکے اوپر کسے نہ جانا
چونکے اوپر آن بیٹھے کوڑ آر
مت بھٹے دے مت سے بھٹے
ایہہ انہہ اساڈا سے بھٹے
نن بھیٹے بھیٹ کریں
نن جھو ٹھے چلی بھریں

اس شلوک کے مشکل الفاظ کا ترجمہ۔ ابھیاکھا دیے کلمہ یا بد کلمہ یا مہمل

لفظ مراد وہ چیز جس پر غیر اللہ کا نام آوے۔ بھا کھیا مثبت ہے اور ابھیا کھیا نفی تو ر) کٹھا (ذبیحہ) چونکا (کھانا کھانے کی جگہ) کوڑا۔ (ناپاک) بھٹے دبھر شٹ ہوجاوے) +

بامحاورہ ترجمہ۔ وہ لوگ جو غیر اللہ کے نام پر بکرے ذبح کرکے کھاتے ہیں اور پھر اوروں کو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے باورچی خانہ میں کوئی نہ گھسے ایسا نہ ہو کہ ہمارا کھانا بھرشٹ ہوجاوے۔ حالانکہ وہ خود ناپاک ہیں جو غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ کھاتے ہیں +

بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ خود تو ناپاک ہیں۔ اور غیر اللہ کے نام کا ذبح کیا ہوا بکرا کھاتے ہیں اور پھر اوروں کو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے باورچی خانہ میں کوئی نہ گھسے۔ کیونکہ اس سے ہمارا کھانا بھرشٹ ہوجاوے گا۔ حالانکہ وہ خود ناپاک اور ناپاکی کی باتیں کرتے ہیں۔ اور پھر ایک چلو پانی سے لوگوں کے گناہ کا کفارہ کرنے کی ڈینگ مارتے ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں کے دل خود گناہوں کی آلودگی میں ہیں۔ یہ شلوک پکار پکار کر اس امر کا اعلان کر رہا ہے کہ باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ نے دیوی دیوتا کے پوجاریوں کو مخاطب کرکے یہ شلوک کہا ہے۔ باوا نانک علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں پانڈے لوگ دیوی اور دیوتا کے نام پر بکثرت بکرے وغیرہ قربان کیا کرتے تھے (آجکل بھی ممالک متحدہ کے اضلاع اور آسام و بنگال میں ہندوؤں مندروں پر کثرت سے کالی مائی وغیرہ کے مندروں پر بکرے وغیرہ قربان کئے جاتے ہیں) +

چونکہ ہندو اور پانڈے لوگ ہی چھوت چھات کے سختی سے پابند ہیں ورنہ مسلمان تو چھوت چھات کے جانی دشمن ہیں۔ بہر حال یہ شلوک پکار پکار کر اس امر کا اعلان کر رہا ہے کہ پانڈے لوگ غیر اللہ کے نام پر بکرے قربان کرتے ہیں اور پھر کسی اور کو اپنے چوکے میں نہیں گھسنے دیتے حالانکہ وہ خود غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا کھاتے ہیں۔ اب اس سے ثابت

ہوگیا کہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ طیب طعام اور کھانے کے قابل ذبیحہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے +

دراصل حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن شریف کی اس آیت کا اس شلوک میں ترجمہ کیا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ (بقرہ ع۲۱) یعنی خدا تعالیٰ نے تم پر یہ چیزیں حرام کی ہیں۔ مردار۔ خون خنزیر کا گوشت۔ اور وہ جانور جس پر (ذبح کرتے وقت) اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا اور کسی کا نام پکارا جائے۔ ایک اور جگہ فرمایا۔ وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ جو جانور استھانوں پر ذبح کیا جاوے وہ حرام ہے (مائدہ)

امید کہ اب معزز سکھ معاصرین کی تشفی ہو جائے گی۔ اور وہ ٹھنڈے دل سے اس شلوک پر تدبر کریں گے +

پھر اور ملاحظہ ہو جنم ساکھی کلاں ص۸۵

مسلمان رئیس رائے بلدر کے ملازم مسمی ایدا (عبدالحمید یا امید علی) نے باوا صاحب کے لئے بکرا ذبح کیا اور حضرت باوا صاحب نے اس کا گوشت نوش فرمایا۔ اب اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے اس شہادت نے تو ذبیحہ اور جھٹکا کا قطعی فیصلہ ہی کر دیا +

اور علاوہ ازیں سؤر اور سؤر کے گوشت کو بھی سکھ مذہب میں ایسا ہی ناپاک اور نجس ترین سمجھا گیا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔ شری گرنتھ صاحب شلوک محلہ ۹۔

ایک بھگت بھگوان جہیں پرانی کے ناہیں من
جیسے سوکر سوان نانک جانو تاہیں تن

مطلب۔ وہ آدمی جس کے دل میں خدا کی محبت نہیں وہ اپنے نجس پن اور ناپاکی کے لحاظ سے کتے اور سؤر کی طرح ہے +

گیارھواں عقیدہ

حضرت باوا نانک صاحب اور تناسخ

عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ جب سکھ صاحبان کے اپنے ہی مسلمہ گرنتھوں سے اس امر کو ظاہر کر دیا جاتا ہے کہ حضرت باوا نانک علیہ الرحمۃ توحید۔نماز روزہ۔حج۔زکوٰۃ کے بدل وجان قائل تھے۔تو ہمارے سکھ دوست عموماً یہ کہکر پیچھا چھڑایا کرتے ہیں۔کہ باوا صاحب تناسخ کے قائل تھے۔اس لئے وہ مسلمان نہیں کہے جا سکتے۔اگرچہ باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے عدم تناسخ کے متعلق قبل ازیں جسقدر حوالہ جات دیئے جا چکے ہیں۔آجتک کوئی اسکی تردید نہیں کر سکا۔مگر آج ہم اس موضوع پر چند ایسے شلوک پیش کریں گے جو اس سے قبل نہیں کئے گئے۔راگ گوڑی گرنتھ صاحب صفحہ ۲۱۹ پر حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں:۔

میرا پربھ۔بخشے۔بخشن ہار

مطلب۔حضرت باوا صاحب۔فرماتے ہیں۔کہ میرا خدا کریم ہے بخشش کنندہ ہے۔اس لئے وہ مجھے بخش دیگا۔اب ایک تناسخ کا عقیدت مند یہ قطعاً نہیں کہہ سکے گا کہ میرا خدا بخشش کنندہ ہے اور وہ میرے گناہ سے عفو سے کام لیگا۔تناسخ کے رو سے تو خدا ایک ذرہ برابر بھی گناہ نہیں بخش سکتا اسی پر اکتفا نہیں۔آیندہ چل کر گرنتھ صاحب صفحہ ۴۵۱ رام کلی محلہ پہلا میں حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔

جو کچھ کرنا سو کر رہیا۔بخشن ہار سے بخش لیا

مطلب۔جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔وہ بخشش کنندہ ہے۔اس لئے اس نے بخش لیا۔اب ایک تناسخ کا عقیدت مند ہرگز یہ نہیں کہہ سکے گا۔کہ خدا جو

چاہتا ہے کرتا ہے اور وہ بخشن ہار ہے۔ اس لئے اس نے بخش لیا۔ تناسخ کے ماننے والا تو یہی کہے گا۔ کہ خدا ہمارے اعمال کے مطابق ہی سزا جزا دیگا نہ اس سے ایک خشخاس کے دانہ برابر زیادہ کر سکتا ہے اور نہ کم۔ مگر باوا صاحب فرماتے ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے وہ ہماری مرضی کا پابند نہیں ہے۔ درحقیقت وہ خدا ہی کیا۔ جو ہمارے اعمال کے مطابق ہی ہمیں جزا و سزا دے اور اس کی اپنی مرضی کا کچھ دخل نہ ہو۔ کس قدر حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ ایک خدا کا بنایا ہوا انسان رحم کی التجا کرنے پر اپنے قصوروار کا قصور معاف کر سکتا ہے۔ مگر خدا جو ہمارے تناسخ کے ماننے والوں کے نزدیک دیالو اور کرپالو یعنی رحیم و کریم بھی ہے۔ مگر کسی کا ایک خشخاش برابر بھی گناہ نہیں بخشتا۔ پھر آگے چل کر حضرت باوا صاحب کس طرح بیّن طور پر تناسخ کا رد فرماتے ہیں۔ ملار محلہ صفحہ ۲۱۴۔

کہت نانک کون بدھ کرے کیا کوئی   سوئی کمت جیا کو کرپا ہوئی

باوا صاحب فرماتے ہیں۔ انسان خواہ لاکھ کوششیں کرے۔ اور ہاتھ پاؤں مارے۔ اللہ جسکو چاہے اور جسپر مہربانی کرے وہی نجات پا سکتا ہے اب اس سے بڑھ کر تناسخ کی تردید کے لئے اور کونسی دلیل ہو سکتی ہے کہ حضرت باوا صاحب صاف صاف فرماتے ہیں کہ جس پر اللہ تعالیٰ فضل کرے وہ نجات پا سکتا ہے۔ انسانی کوششیں کسی کام نہیں آسکتیں۔ ان بیّن دلائل کی موجودگی میں کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت باوا صاحب تناسخ کے قائل تھے۔ اسی پر بس نہیں۔ پھر حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں سری راگ محلہ ا صفحہ ۷۹

اللہ الکھ اگم قادر کرن ہار کریم

پھر فرماتے ہیں۔ گوڑی محلہ ا صفحہ ۱۶۳

اوگن بخشنہارا کامن کنت پیارا گھٹ گھٹ رہیا سماد

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ وہ گناہوں کے بخشنے والا ہے وہ ہمیں بہت ہی پیارا ہے وہ ہر ایک انسان کے دل کے حالات کو جانتا ہے۔ اب ان شلوکوں کی موجودگی میں کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت باوا صاحب تناسخ کے قایل تھے۔ اس پر ہی بس نہیں ہے۔ آگے چلکر حضرت باوا صاحب گوڑی محلہ میں فرماتے ہیں۔

کرن کراون کرنے جوگ جو تس بھاوے سوئی ہوگ

وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور جو کچھ اسکی منشا ہو وہی ہوتا ہے۔

اب دیکھو اس جگہ کس طرح صاف صاف حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ وہ صاحب قدرت ہے اور جو چاہے کر سکتا ہے۔ اب ایک تناسخ کا عقیدت مند ایک منٹ کے لئے بھی خدا کی نسبت یہ خیال نہیں کر سکتا۔ تناسخ اور بخشش اور صاحب قدرت کو کوئی نسبت نہیں ہے اسی پر بس نہیں ہے آگے چلکر حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ رام کلی محلہ پہلا گرنتھ صاحب صفحہ ۱۵۰۴۔

گورمکھ تارے بار اُتارے نانک گورمکھ سب نستارے

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ گورمکھ یعنے ایشور ہی پار اُتارتا ہے کیا مطلب۔ خدا کی مہربانی سے ہی نجات ہوتی ہے۔ اور خدا کے فضل سے انسان قرب الٰہی اور جوار رحمت کا وارث بنتا ہے۔ اب ایک تناسخ کا عقیدتمند ایک آن واحد کے لئے بھی اس عقیدہ کو نہیں مان سکتا۔ وہ باوجود منہ سے اسکو رحیم وکریم کہتا ہوا بھی اس کے رحم اور فضل کو جواب دیگا۔ پھر آگے چلکر حضرت باوا صاحب تناسخ کا قطعی فیصلہ کر دیتے ہیں۔ اور ان شلوکوں کو پڑھ کر انسان ایک طرفۃ العین کے لئے بھی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ حضرت باوا نانک صاحب تناسخ کے قائل تھے۔ چنانچہ آپ رام کلی محلہ پہلا صفحہ ۵۰۷ میں فرماتے ہیں۔

ایہو جنم نہ مریں نہ آویں جائیں نانک گورمکھ من سمجھائیں

مطلب حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ یہی پیدائش ہے اس کے بعد نہ کوئی جنم لے گا۔ نہ پیدا ہوگا نہ مریگا۔ مگر اس راز کو وہی سمجھ سکتے ہیں جنھیں اللہ تعالےٰ خود اپنے فضل سے سمجھ دے۔ فرمائیے اس قول کے سامنے بھی کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تناسخ کے قائل تھے ہرگز نہیں

پھر حضرت باوا جی گرنتھ میں فرماتے ہیں۔

حکمی آوے حکمی جائے

ترجمہ۔ مرنا و جینا اور آنا جانا ایک حکمی امر ہے۔ پھر باوا صاحب شری گرنتھ صاحب میں فرماتے ہیں۔

عزرائیل فرشتہ بیٹھا گڈھ وہی

طلباں پوسن آکیاں باقی جنہاں رہی

قیامت کے روز عزرائیل فرشتہ خدا کے اذن سے لوگوں کا حساب کتاب خدا کے حضور پیش کریگا جن کے اعمال بد ہونگے وہ خدا کے حضور سزایاب ہونگے اب تناسخ کا عقیدتمند قطعاً قیامت کے روز حساب وکتاب کا قائل نہیں ہوگا۔ اس سے معلوم ہؤا کہ شری باوا صاحب ہندوؤں کے تناسخ کے عقیدتمند نہیں۔

پھر شری گرنتھ صاحب میں لکھا ہے۔

اول اللہ نور اپایا قدرت دے سب بندے

اک نور تھیں سب جگ اوپجیا کون بھلے کون مندے

یعنی خدا نے پہلے اپنے نور کا ظہور کیا۔ اور پھر اسی نور سے یہ دُنیا پیدا ہوئی۔ پس یہ تفریق کیونکر ہو کہ پیدائش کے لحاظ سے کوئی بھلا اور کوئی بُرا ہے یعنی یہ کہنا کہ کوئی جزا کے طور پر پیدا ہؤا اور کوئی سزا کے طور پر۔ یہ سراسر غلطی ہے کیونکہ یہ دنیا نور سے ہی پیدا ہوئی یہ شلوک باوا جی کا اواگون یعنی تناسخ

کے ردّ میں ہے۔ کیونکہ تناسخ میں یہ کہنا پڑتا ہے کہ نیک عمل والوں کو اچھا جنم ملا۔ اور بدعمل والوں کو بُرا۔ لیکن حق بات یہ ہے کہ جو باوا جی نے فرمائی ہو کہ ارواح میں پیدایش کے لحاظ سے نیک و بد کی تقسیم نہیں ہوسکتی۔ ہاں اعلیٰ و ادنیٰ کی تقسیم ہوسکتی ہے مثلاً جب کپڑے ایک ہی رنگ میں رنگے جاتے ہیں تو اُن میں سے بعض پر شوخ رنگ آتا ہے اور بعض پر ہلکا۔ یعنی از روئے ادنیٰ و اعلیٰ ان میں تفاوت ہے اور باقی بلحاظ رنگ کے یکساں ہیں۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ مراتب کے لحاظ سے ان میں باہم تفاوت ہوسکتی ہے ایک شوخ رنگ اور دوسرا اس سے کم۔ اور تیسرا اس سے ادنیٰ مرتبہ پر ہے جس نے رنگ سے بہت کم حصہ لیا ہے۔ مگر ضرور تمام ایک ہی رنگ میں رنگے ہیں۔ سو ایسا شخص جس نے ربانی فیض سے کم حصہ لیا ہے۔ باوا صاحب اُسے مت ہین سے پکارتے ہیں اور قرآن شریف میں اُسے شقی کہتے ہیں اور جس نے کافی حصہ لیا ہے اُسے گیانی کہتے ہیں۔ اور قرآن شریف میں سعید کے نام سے موسوم کیا گیا ہے سو اللہ تعالےٰ نے اپنے پاک کلام میں مخلوقات کو سعادت اور شقاوت کے دو حصوں پر تقسیم کیا ہے مگر اس کو حسن اور قبح کے دو حصوں پر تقسیم نہیں کیا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ از روئے پیدایش تو ہم کسی کو بُرا نہیں کہہ سکتے۔ اس نے جو کچھ بنایا وہ سب اچھا ہے ہاں اچھوں میں مراتب ہیں پس جو شخص اچھے ہونے کے رنگ میں نہایت ہی کم حصہ رکھتا ہے وہ حکمی طور پر بُرا ہے اور حقیقی طور پر بُرا نہیں۔ اسی طرح جا بجا گرنتھ میں ایسے شلوک ملتے ہیں جن میں برملا یہ کہا گیا ہے کہ از روئے پیدایش تو کوئی بُرا نہیں ہے اور جو کوئی بدی کسی میں پائی جاتی ہے یہ اس کی اپنی بداعمالی کا نتیجہ ہے۔ کوئی تاریکی خدا تعالیٰ سے صادر نہیں ہوئی۔ کیونکہ سب ایک ہی نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ اگر میری مخلوق کو دیکھ کوئی بدی پاتا ہے۔ سو یہ تاریکی اللہ تعالیٰ سے صادر نہیں ہوئی۔ بلکہ جو نور سے دُور جا پڑا وہ مجازاً تاریکی کے

حکم میں پڑ گیا +

شری باوا صاحب کے گرنتھ میں اس کا بہت بیان ہے۔ اور ہر ایک بیان قرآن شریف سے لیا گیا ہے مگر اس طرح نہیں کہ جیسے خوشں تقلید لوگ لیتے ہیں بلکہ سچی باتوں کو دیکھ کر باوا صاحب کی رُوح بول اُٹھی کہ یہ سچ ہے۔ پھر فطرت نے جوشں مارا اور کسی پیرایہ میں بیان کر دیا +

غرض باوا صاحب تناسخ کے ہرگز قائل نہ تھے۔ اور اگر قائل ہوتے تو ہرگز یہ نہ کہتے کہ ہر ایک چیز خدا سے پیدا ہوئی اور کوئی بھی چیز نہیں۔ جو اس کے نور سے پیدا نہیں ہوئی۔ اور یاد رہے کہ باوا صاحب نے اس قول میں بھی قرآن شریف کی طرف اشارہ کیا ہے +

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

یعنی خدا ہی کے نور سے زمین و آسمان نکلے ہیں اور اسی کے نور کے ساتھ قائم ہیں اور یہی مذہب حق ہے جس سے توحید کامل ملتی ہے اور خدا شناسی کے وسائل میں خلل نہیں آتا۔ پھر باوا صاحب گرنتھ میں فرماتے ہیں۔

جیا جنت سب شرن تمہاری سرب جیاں تد پاسے
جو تدھ بھاوے سوئی چنگا اک نانک کی ارداسے

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ اس دنیا کا خالق ہے اور تمام جیو یعنی ارواح اسکی خلق وملکیت ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص کہتا ہے کہ خدا خالق نہیں وہ گویا یہ کہتا ہے کہ خدا نہیں کیونکہ عام عقلیں خدا کو خدا کے کاموں سے ہی مانتی ہیں پھر اگر خدا ارواح اور ذرات عالم کا خالق نہیں تو وسائل معرفت گم ہو جائیں گے۔ یا ناقص ہو کر بے فائدہ ٹھہرینگے۔ لیکن جس نے خدا خالق الارواح مان لیا وہ تناسخ کے مسئلہ کو کسی طرح نہیں مان سکتا کیونکہ جس خدا نے خالق ہونیکی حیثیت سے پہلے دُنیا کو مختلف رنگوں میں پیدا کیا۔ یعنی کسی کو انسان بنایا اور کسی کو گھوڑا وغیرہ۔ اور اس وقت یعنی ابتدا میں گذشتہ اعمال کا وجود نہ تھا

کیونکہ خود رُوحیں نہ تھیں تو پھر اعمال کہاں سے ہوتے۔ تو اس صورت میں وہ خدا جو اپنے اختیار سے برابر مخلوق میں کمی بیشی کرتا آیا۔ اب کیونکر وہ اعمال کے سوا کمی بیشی نہیں کر سکتا +

لہذا جو لوگ تناسخ یعنی آواگون کو مانتے ہیں وہ جب تک تمام ارواح کو انادی اور غیر مخلوق قرار نہ دیں تب تک ممکن نہیں کہ تناسخ کا خیال بھی انکے دل میں آسکے۔ مگر جب باوا صاحب کا یہ مذہب ہے کہ ہر ایک رُوح اور ہر ایک جسم مخلوق ہے تو اس صورت میں گویا انھوں نے مان لیا کہ کمی بیشی اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اور پھر یہ بھی ایک ضروری امر ہے کہ تناسخ کے ماننے والے اپنے آپ کو مواحد نہیں کہلا سکتے۔ کیونکہ ان کے تناسخ کا مسئلہ تبھی چلتا ہے کہ جب وہ ذرہ ذرہ کو قدیم اور غیر مخلوق اور انادی اور اپنے وجود کا آپ ہی خدا قرار دے دیں +

پھر کیا ہم ایسا مذہب اس شخص کی طرف منسوب کر سکتے ہیں جو توحید کے دریا میں بڑے زور سے تیر رہا ہو اور کسی چیز کا وجود بجز وسیلہ قدرت کے خود بخود نہیں سمجھتا۔ کیا وہ بزرگ جس نے برملا گرنتھ میں اس بات کی شہادت دی ہے کہ "جیا جنت سب شرن تمہاری" یعنی تمام ارواح اللہ تعالےٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں اور جس بزرگ کے چولے[*] پر یہ لکھا ہُوا ہو۔ کہ خدا تعالیٰ تمام ارواح اور تمام موجودات کا خالق ہے اسکے لئے ہم ایک سیکنڈ کے لئے گمان نہیں کر سکتے کہ نعوذ باللہ وہ اس عقیدہ کو پسند کرتا تھا جو خدا کی معرفت سے دُور پھینک دیتا ہے۔ دوم یہ کہ آواگون کے لئے یہ شرط ہے کہ کسی کو کبھی جاودانی مکتی نہ ہو اور ہمیشہ خواہ نخواہ مقدس لوگ بھی جونوں کے چکر میں ڈالے جائیں۔ یہ اعتقاد باوا صاحب کا ہرگز نہیں

---

[*] تصویر چولہ اسی کتاب میں دوسری جگہ ملاحظہ ہو +

بلکہ وہ تو جاودانی مکتی کے قایل ہیں۔ ان کا اعتقاد ایسا نہیں کہ پرمیشور ایک شخص کو قرب کی عزت دیکر اور اسی پر اس کی وفات کر کے پھر اس کو ذلیل کرے پھر یہ کہ باوا صاحب اس بات کے قایل ہیں کہ وہ دیالو اور کرپالو یعنی رحیم اور کریم ہے اور توبہ قبول کرنے والا۔ اور گناہ بخشنے والا پروردگار ہے۔ اور یہ سب باتیں آواگون کے طریقے کے برخلاف ہیں +

بارھواں عقیدہ

سکھ صاحبان کے پانچ ککے

موجودہ سکھ دھرم اس وقت پانچ "ککوں" پر اپنے مذہب کا مدار سمجھتا ہے یعنی۔ کیش (بال) کنگھا (کنگھی) کڑا (لوہے کا کنگن) کرد (چھری) کچھ (گھٹنوں تک پاجامہ) آجکل وہی پختہ اور عقیدت کیش سکھ شمار کیا جاتا ہے جس کے پاس یہ پانچ ککے ہر وقت موجود رہیں۔ ورنہ بدوں اس کے کوئی شخص اپنے آپ کو سکھ نہیں کہہ سکتا۔ اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ سکھ مذہب کے گرنتھ ان مذکورہ بالا پانچ ککوں یا عقائد کا کہاں تک ساتھ دیتے ہیں۔ ہم ایک ایک عقیدہ بالترتیب لیتے ہیں۔ اور اس پر سکھ مذہب کی مذھبی کتب کا فتویٰ تلاش کرتے ہیں اگر سکھ صاحبان کے گرنتھ ان پانچ ککوں کی تائید میں ہیں تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ اگر نہیں تو سکھ صاحبان کو اس پر ضرور غور کرنا چاہیئے کہ وہ امور جن کا سکھ لٹریچر میں کوئی ذکر اور تائید نہیں ہے۔ اس پر اپنے مذہب کا مدار رکھنا ضرور ایک قابل غور بات ہے بہرحال ہم ایک ایک عقیدہ لیتے ہیں اور اس پر سکھ مذہب کی کتب سے جواز یا عدم جواز کے متعلق فتوے تلاش کرتے ہیں +

۱۔ کیس

اب ہم دیکھتے ہیں کہ سکھوں کے عقیدہ کیس یعنی جسم پر بالوں وغیرہ کے رکھنے کے متعلق سکھ صاحبان کی مستند کتب کیا فتویٰ دیتی ہیں۔ جہانتک ہم نے غور کیا ہے سکھ صاحبان کی کتب میں بالوں کے رکھنے کی کہیں ہدایت نہیں پائی جاتی۔ بلکہ اس کے خلاف اکثر شلوک ملتے ہیں جیسا کہ آدگرنتھ صاحب شلوک کبیر نمبر ۲۵

کبیر پربت ایک سوں سکئے آن دبدھا جاء
بھانویں لانبے کیس کر بھانویں گھر ڑ منڈاء

مطلب۔ خواہ سر پر لانبے کیس رکھو یا نہ رکھو۔ قرب الہٰی سے اس کو کوئی تعلق نہیں÷

آدگرنتھ صاحب راگ رام کلی کی وار محلہ پہلا شبد ۱۲ اشلوک ۱۔

نہ ست موتڈ منڈائی کیسی نہ ست پڑھیاں دیس پھرے

مطلب۔ نہ سر کے منڈانے اور نہ سر پر بالوں کے رکھنے سے وصال باری ہوتا ہے۔ قرب الہٰی کو اس سے کوئی تعلق نہیں÷

دبکا فرید کوٹ جلد ۳ صفحہ ۹۴۰)

۲۔ آدگرنتھ صاحب راگ ملھار کی وار محلہ ۳ شبد ۱۶ پوڑی ۳۔

اک جینی اوجھڑ پائے دھروں کھوایا
ہتھیں سر کھوہائی نہ بھدّ کرایا
کچیل رہے دن رات شبد نہ بھایا
من جوٹھے سبے جات جھوٹھا کھایا

اس جگہ جینی سادھوؤں کے سر پر لمبے لمبے بالوں کے رکھنے کو بُرا کہا گیا ہے۔ اب اس سے سمجھ لو کہ جب گورو صاحب دوسروں کے سروں پر لمبے لمبے بالوں کے رکھنے کو بُرا سمجھتے تھے تو خود ان کا طرز عمل کیا ہوگا÷

دسم گرنتھ صاحب اکال استت کبتا انک ۲۵۲ -

تیرتھ کوٹ کئے اسنان دیئے بہو دان مہا برت دھارے
دیس پھر یو کر بھیس تپو دھن کیس دھرے نہ ملیں ہری پیارے

مطلب کروڑوں تیرتھوں پر پھرنے سے وہاں غسل کرنے سے دیس بدیس کی سیر کرنے سے تپسوی لوگوں کا بھیس بھرنے سے اور جسم پر بال رکھنے اور بڑھانے سے قرب الٰہی حاصل نہیں ہوتا ہے + بعض چالاک لوگ "کیس دھرے" کے الفاظ کو بگاڑ کرکے سدھرے کرتے ہیں۔ اور سدھرے کا من مانا ترجمہ لا لیجی کر لیتے ہیں اور ان کے اس من مانے ترجمہ کی کوئی ڈکشنری۔ لغت وغیرہ ساتھ نہیں دیتی۔ مگر عالم فاضل سکھ کیس دھرے کا ترجمہ بال ہی کرتے ہیں جیسا کہ بھائی کاہن سنگھ صاحب فاضل سکھ مذہب اپنی مشہور کتاب گورمت سدھاکر کے صفحہ ۱۳ پر کیس دھرے کا ترجمہ بال رکھنے ہی کرتے ہیں۔

پھر دسم گرنتھ صاحب بچتر ناٹک کرشنا دتار انک ۱۴۲۳۔

کیس بڈے سر بیس بُرے اُر دیہہ بیں روم بڈے جن کے
مکھ سوں نر ہاڈن چابت ہے پُن دانت سوں دانت بجے تن کے
سر سر و تت کی اکھیاں جن کی سنگ کون بھرے بل گئے انکے
سر چاپ چڑھائے کے بن پھرے سب کام کرے نت پاپن کے

اب خیال کرو کہ ان مذکورہ اقوال میں صاف صاف بال بڑھانے کو برا سمجھا گیا ہے اور ایسے رنگ میں بُرا کہا گیا ہے کہ ہم نے عمداً اس کا ترجمہ بھی چھوڑ دیا ہے مبادا کسی کو ناگوار گذرے۔ ہمارے سکھ دوستوں کو اس پر ضرور غور کرنا چاہیئے۔

بھائی گورداس کی وار ۳۶ پوڑی ۱۴۔

بال بدھائے پاپیئے بڑ جٹا پلاسی

مطلب۔ سر کے بالوں کے بڑھانے پر اگر قرب الٰہی منحصر ہے تو سب سے پہلے

بڑ کے درخت کو قرب حاصل ہوگا۔

گورو گوبند سنگھ جی کے عہد میں بہت سے سکھوں نے ایک عریضہ جو دس سوالات پر مشتمل تھا شری گورو صاحب کے حضور پیش کیا۔ اس کا جواب شری گورو گوبند سنگھ صاحب نے جو دیا اسکی نقل گورو جی کے حضوری شہید منی سنگھ جی نے بھگت رتناولی میں دی ہے۔ اُس واجب العرض کا ساتواں سوال معہ اس جواب کے یہ تھا۔

سوال ۷۔ آگے راج دربار میں جانے والے قینچی سے کٹا کے داڑھی کے بال برابر رکھتے تھے۔ اب جو حکم ہووے سو کریں۔

جواب۔ سہج دھاری برابر کرا لیوں ؛

تواریخ گورو خالصہ حصہ اوّل صفحہ ۱۱۶۰۔

"بھائی رام کور جی کو گورو گوبند سنگھ جی مہاراج نے خوشی ہو کے باہوں پھڑ ہاتھی پر بٹھا لیتا اتے بہت سنکار کیتا۔ اک سکھ نے بینتی کیتی سچے بادشاہ بابے بڈھے جی آپ کے سچے سکھ ہین۔ آپ اینہاں نوں کچھ۔ کرپان کیس رکھن دا اپدیش کیوں نہیں کردے۔ بھائی دیا سنگھ بولیا۔ بھائی۔

اینھاں دے اندر کیس ہین ۔۔۔ تہاڈے باہر نوں ودھے ہین

گورو جی نے فرمایا ساڈے پچھوں اینھاں نے بہت سکھ بنائے ہین"

یعنی بھائی رام کور کو گورو گوبند سنگھ جی نے خوش ہو بازو سے پکڑ ہاتھی پر بٹھلا لیا اور بہت احترام کیا۔ ایک سکھ نے عرض کی کہ حضور ان کو (رام کور) کچھ کرپان۔ کیس (بال) رکھنے کا حکم کیوں نہیں کرتے۔ بھائی دیا سنگھ نے جواب دیا کہ ان کے بال اندر ہیں اور تمہارے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ اور نیز گورو گوبند سنگھ صاحب نے کہا کہ ہمارے پیچھے انھوں نے بہت سے سکھ بنائے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ بھائی رام کور جی جنکو گورو گوبند سنگھ صاحب اپنے ابھ...

اپنا قائمقام سمجھتے تھے۔ کیس (بال) نہیں رکھتے تھے۔
جو سر وغیرہ پر بالونکے رکھنے کے متعلق ہدایت ہے وہ صاف ظاہر ہے۔ اب رہا کنگھے کا معاملہ۔ سو صاف ظاہر ہے کہ جب بالوں کے رکھنے کی بھی کوئی صاف ہدایت سکھ گرنتھوں میں نہیں پائی جاتی۔ تو کنگھا جو محض بالوں کے صاف کرنے کے لئے ہے اس کی ضرورت نہیں رہتی۔ اب سکھوں کا تیسرا اصول

۳۔ کڑا

جو لوہے کا کنگن ہوتا ہے اور سکھ صاحبان اسے کڑا کہتے ہیں اور پہنتے ہیں۔ ہم نے بہت غور کیا ہے۔ مگر سکھ صاحبان کی مذہبی کتابوں میں اسکے پہننے کا کوئی حکم اور عقیدہ وغیرہ نہیں ملتا۔ بلکہ اسکے خلاف سکھ لٹریچر میں بہت سے اقوال پائے جاتے ہیں جیسا کہ دیکھئے گورو صاحب آدگرنتھ صاحب راگ کانٹرا اشٹ پدیاں محلہ ۴ گھر پہلا شبد پہلا بند ۵ میں فرماتے ہیں۔

کنک کنک پہرے بہہ کنگنا کا پر بھانت بناوے گو
نام بنا سب پھیک پھیکانے جنم مرے بھر آوے گو

مطلب۔ خواہ کوئی شخص عمدہ سے عمدہ کپڑے پہنے۔ عمدہ سے عمدہ نعمتیں حاصل کرے۔ خواہ کوئی عمدہ سے عمدہ کنگن وغیرہ پہنے۔ اور دنیا میں جس قدر انواع و اقسام کی عمدہ عمدہ لذات محسوسات ہیں انکو حاصل کرے۔ مگر جب تک خدا کی بندگی اور عبادت الہٰی نصیب نہیں۔ یہ چیزیں محض بے فائدہ اور لغو ہیں مفصل ملاحظہ ہو ٹیکا فرید کوٹ جلد ۳ صفحہ ۲۷۷۔
اب غور کیجئے کہ اس جگہ گورو صاحب نے کنگن کو کوئی نجات کا ذریعہ نہیں بتایا۔ بلکہ صاف طور پر اس کے برخلاف کہا ہے۔

۴۔ کرد

یہ خالصہ صاحبان کا چوتھا عقیدہ ہے۔ آؤ اب ہم نہایت ٹھنڈے دل سے سکھ صاحبان کے اس چوتھے عقیدہ پر بھی غور کریں کہ اس عقیدے کے متعلق

سکھ صاحبان کے گرنتھ کہاں تک حامی اور مددگار ہیں۔ اس خیال کو لے کر جب ہم سکھ صاحبان کی کتب پر غور کرتے ہیں تو ہم صاف طور پر اس کے خلاف لکھا پاتے ہیں۔ جیسا کہ آدگرنتھ صاحب راگ مارو محلہ پہلا سوہیے شبد ۳

گیان کھڑگ لے من سیوں لوجھے منسا منہ سمائی ہے

آدگرنتھ صاحب راگ گوڑی پوربی محلہ ۴ شبد ۲ شلوک ۷۔

گور گیان کھڑگ ہتھ دھار یا جم مار اڑا جم کال

نانک بلاس صفحہ ۱۵۱ مصنفہ بھائی سنت سنگھ جی۔

گورو نانک دیوجی کورکشیتر کے پنڈتوں سے فرماتے ہیں کہ

بولے گورو ہتھیار ہیں پاس ہیر تیز جنہاندی بڑی ہے دھار پنڈتو
ست سنگ دے پریم دا دھنک بھاری نتے کرنا ردا نام تلوار پنڈتو
شم دم آدک ہیں تیر بھاری مرگ من نوں دیوے مار پنڈتو
برہم اگن ہیں ہنگتا نوں ہوم کرنا ایسا کھتری ہیں لڑن ہار پنڈتو

دیکھئے ان مذکورہ بالا شلوکوں اور اقوال میں صاف صاف کرد وغیرہ اوزاروں کا ردّ کیا گیا ہے۔ غرضکہ گرنتھ اور جنم ساکھی وغیرہ میں ہمیں ایک بھی شلوک اور ایسا قول نہیں ملتا جس میں سکھوں کے اس چوتھے اصول "کرد" کی تائید ہوتی ہو۔ اب ہم نہایت ٹھنڈے دل سے سکھوں کے پانچویں اصول

۵۔ کچھ

کے متعلق سکھ صاحبان کی مذہبی کتب کی اوراق گردانی کرتے ہیں مگر سکھ صاحبان کے اس پانچویں اصول کے متعلق بھی ہمیں گرنتھ اور جنم ساکھی وغیرہ کتب میں کوئی ایسا حوالہ نہیں ملتا جو ہمارے سکھ دوستوں کی تائید میں ہو بلکہ جا بجا تردید پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ آدگرنتھ صاحب راگ کانڑا محلہ ۵ گھر ۲ شبد ۵۔

انک سوانگ کاچھے بھیکھ دھاری

اس شلوک میں گورو صاحب نے کچھ پہننے والوں کو "بھیکھ دھاری" لکھا ہے۔ کچھ پہننا دھرم نہیں بتلایا۔ غرض ہم نے بالکل بے تعصب ہو کر اور ٹھنڈے دل سے سکھ صاحبان کی مذہبی کتب کی اوراق گردانی کی۔ مگر ہمیں اس میں ایک بھی ایسا شلوک نہیں ملا جو سکھ صاحبان کے موجودہ پانچ ککوں یعنی کیس۔ کنگھا۔ کڑا۔ کرد۔ کچھ۔ کی تائید کرتا ہو۔ جن پر آج کل سکھ مذہب کا مدار سمجھا جاتا ہے۔

حضرت باوا نانک صاحب اور اسلام

حضرات! ہم نے نہایت محققانہ رنگ میں اس امر کو واضح اور بیّن کر دیا ہے کہ حضرت باوا نانک صاحب ہندوؤں کے کل مسلّمہ مذہبی عقائد سے بیزار تھے۔ ہندوؤں کا ایک ایک عقیدہ لے کر اس پر گرنتھ اور جنم ساکھی سے باوا نانک صاحب کے متعدد شلوک پیش کئے جن میں باوا صاحب نے ہندوؤں کے کل عقائد کی بوضاحت تردید کی ہے۔ اب صاف ظاہر ہے کہ ایک آدمی ہندوؤں کے مسلمہ عقائد کی تردید کرتا ہُوا ہر گز ہر گز ہندو نہیں ہو سکتا اور یہی وجہ ہے کہ اب سکھوں کا بیشتر حصہ بھی باوا صاحب کو ہندو تسلیم نہیں کرتا اس کے بعد ہم نے اسی طرح نہایت محققانہ رنگ میں سکھ مذہب کے موجودہ اصولوں مثلاً کیش۔ کنگھا۔ کچھ۔ کرپان۔ کڑا۔ وغیرہ کے متعلق بھی حضرت باوا نانک صاحب کا فتویٰ گرنتھ اور جنم ساکھی وغیرہ سے تلاش کیا۔ اور ہمیں گرنتھ وغیرہ سے کوئی ایک شلوک بھی ایسا نہیں ملا جو سکھ صاحبان کے موجودہ اصولوں کی تائید میں ہو۔ بلکہ اس کے خلاف پایا گیا۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ حضرت باوا نانک صاحب کو شری گورو نانک سنگھ نہیں کہا گیا۔

اب ہم تیسرے امر کی طرف آتے ہیں۔ کہ اسلام کے مسلّمہ عقائد کے متعلق

حضرت باوا نانک صاحب کی کیا رائے تھی۔اور اس پر بھی ہم کمال محققانہ رنگ میں بحث کریں گے۔اسلام کے موٹے موٹے اصول یہ ہیں۔توحید۔کلمہ طیبہ نماز۔روزہ۔آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پہ ایمان۔حج کعبہ۔قیامت ملائکہ۔قرآن مجید پر ایمان لانا۔وغیرہ وغیرہ۔اب ہم آیندہ اوراق میں انشاء اللہ تعالیٰ انھیں امور پر بحث کرینگے۔کہ اسلام کے ان مسلّمہ عقائد کے متعلق حضرت باوا صاحب کا کیا فتوٰی ہے۔توحید کے متعلق تو صاف ظاہر ہے کہ ہمارے سکھ دوست توحید کے قایل ہیں۔حضرت باوا صاحب کے یہ اقوال اونکار ست نام۔کرتار پورکھ۔نربھو۔نردیر۔اکال مورت۔اجونی سے بھنگ۔

مطلب۔وہ ایک ہے۔حق ہے۔خالق ہے۔اس کو کسی کا خوف نہیں۔اس کو کسی سے دشمنی نہیں۔اس پر فنا نہیں آتی۔وہ پیدا نہیں ہوتا۔وغیرہ وغیرہ۔

پھر باوا صاحب فرماتے ہیں۔

دوسرا کاہے سمریئے جمے تے مرجا
اکو سمرو نانکا۔جو جل تھل رہیا سما

خدا کے علاوہ کسی اور کی پوجا نہیں کرنی چاہیئے جو پیدا ہوتا اور مرتا ہے۔ہاں ایک خدا کی پوجا کرو جو عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔اور جس کو کبھی موت نہیں آتی۔غرضکہ توحید کا مسئلہ تو ہمارے اور سکھ صاحبان کے درمیان ایک مشترکہ مسئلہ ہے۔اس لئے اس پر تو بحث کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہاں دوسرے اسلامی عقائد ضرور بحث طلب ہیں سو ہم انشاء اللہ تعالیٰ کمال محققانہ طریق سے اپنے آیندہ اوراق میں کلمہ طیبہ۔نماز۔روزہ۔حج۔قیامت۔قرآن مجید وغیرہ اصولوں پر بحث کریں گے۔اوران امور پر وضاحت اور صراحت سے روشنی ڈالیں گے۔کہ حضرت باوا نانک صاحب اسلام کے ان اصولوں پر بدل وجان گرویدہ اور دلاد شیدا تھے۔کلمہ طیبہ کو وہ اپنے ایمان کی روح

سمجھتے تھے اور ان کا ایمان تھا کہ جس نے ایک دفعہ سچے دل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کہا۔ دوزخ کی آگ اس پر حرام ہوگئی نماز کے متعلق ان کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ تارک نماز خدا کی رحمت سے دور اور سخت وعید کے نیچے ہے۔ روزہ کو طہارت اور پاکیزگی کا ذریعہ اور خدا کی رحمت کا جاذب سمجھتے تھے۔ قرآن مجید کے متعلق آپ کا یہ خیال تھا۔ کہ اس فیج اعوج کے زمانہ میں صرف قرآن مجید ہی نجات کا ذریعہ ہے۔ توریت۔ زبور انجیل اور وید کام نہیں آسکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ خاتم النبیین سمجھتے تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ ہندوؤں کے جس قدر بڑے بڑے اکابر دیوتا ہیں مثلاً برہما۔ وشن۔ مہیش وغیرہ۔ جس قدر یہ سب علیحدہ علیحدہ خوبیاں رکھتے تھے وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات میں ایک جگہ جمع ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

انشاء اللہ تعالیٰ ہم ان سب امور کو گرنتھ اور جنم ساکھی وغیرہ کے معتبر حوالجات سے ظاہر کریں گے۔ حضرت باوا صاحب کے ان شلوکوں اور اقوال کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوجائے گا کہ درحقیقت باوا صاحب ان خدا کے پیاروں میں سے تھے جن کے سینہ کو خدا اپنے رحمت کے ہاتھ سے دنیوی ملونیوں اور آلائشوں سے بالکل پاک اور صاف کر کے معرفت کے نور سے منور کر دیتا ہے۔ باوا صاحب اسلام کو دو تو جہانوں میں خدا تک پہنچنے کا ایک ہی ذریعہ سمجھتے تھے۔ جیسا کہ شری گرنتھ صاحب شلوک محلہ ا میں درج ہے۔

ہوئے مسلم دین مہانے مرن جیون کا بھرم چکانے

یعنی اے دل تو مسلمان ہو جا۔ تا کہ تو نجات حاصل کر سکے۔

پھر اور دیکھو شری گرنتھ صاحب شلوک محلہ ا صفحہ ۲۰۔

مسلمان صفت شریعت پڑھ پڑھ کریں بچار

مطلب یہ کہ مسلمان قابل تعریف ہیں جو شریعت پر چلتے ہیں + پھر شری گرنتھ صاحب میں درج ہے۔

مسلمان موم دل ہوئے انتر کی مل دل تے دھوئے

یعنی مسلمان نرم دل ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے گناہوں کی میل کو دل سے دُور کرتا رہتا ہے۔ اور حضرت باوا صاحب کے دل میں یہ تڑپ تھی کہ تمام دنیا اسلام کے نور سے منور ہو کر خدا کی رحمت اور برکت میں آجائے۔ ان کے دل میں یہ ایک زبردست خواہش تھی۔ اس کے لئے انھوں نے دن اور رات ایک کر دیا تھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے آیندہ اوراق اس پر کافی اور وافی روشنی ڈالیں گے۔ خدا اس میری محنت کو قبول فرمائے اور میری یہ کتاب بہتوں کیلئے ہدایت کا موجب ہو۔ آمین

کلمہ طیبّہ اور باوا نانک صاحب

کلمہ شریف مسلمانوں میں ایمان کی رُوح مانا گیا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت باوا صاحب کلمہ طیبہ کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ جنم ساکھی کلاں۔ یعنی بھائی بالا والی جنم ساکھی کے صفحہ ۲۲۰ پر حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔

کلمہ اک یاد کر اور نہ بھا کہو بات
نفس ہوائی رکن دین تس سے ہونہیں بات

باوا صاحب فرماتے ہیں کہ راہ ہدیٰ اور نجات ابدی کے حاصل کرنے کے لئے ایک کلمہ طیبہ کا ہی بار بار ورد کرو۔ کیونکہ نفسانی خواہشات اس کلمہ سے ہی دُور ہو سکتی ہیں۔ غور کرو کہ حضرت باوا صاحب کلمہ طیبہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ ممکن ہے کسی دوست کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو کہ اس کلمہ سے مراد

کلمہ طیبہ یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِؐ نہیں بلکہ کوئی اور کلمہ مُراد ہے سو اس کے متعلق اسی کتاب جنم ساکھی کلاں کے صفحہ ۱۴۱ میں آپ فرماتے ہیں کہ اس کلمہ سے مُراد یہ کلمہ ہے۔

پاک پڑھیو کلمہ ہکسدا محمدؐ نال ملائے
ہو یا معشوق خدا ایدا ہو یا قُل البر

مطلب خداوند تعالےٰ کا کلمہ طیبہ پڑھو۔ وہ کونسا کلمہ جس کے ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم فداہ روحی) کا اسم مبارک آتا ہے یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا نہایت ہی پیارا تھا جس نے اپنا سب کچھ ہی خدا کی راہ میں قربان کر دیا تھا۔ ہاں سچ ہے ؎

محمدؐ سے صفت پوچھو خدا کی
خدا سے پُوچھ تو شانِ محمدؐ

پھر آگے چلکر حضرت باوا صاحب جنم ساکھی کلاں جو سب سے پُرانی جنم ساکھی ہے جسے بھائی بالا کی جنم ساکھی بھی کہتے ہیں کے صفحہ ۱۴۳ سطر ۱ پر فرماتے ہیں۔

نانک آکھے رکن دین سچے سنو جواب
صاحب دا فرمایا لکھیا وچ کتاب
دنیا دوزخ اوہ چڑھے جو کہے نہ کلمہ پاک
مکروہ تریہے روجڑے پنج نماز طلاق
لقمہ کھائے حرام دا سرتے چڑھے عذاب
جو راہ شیطان گم تھئے سے کیونکر کرن نماز
آتش دوزخ ہاویہ پایا تنہاں نصیب
بہشت حلالی کھاوناں کیتنا تنہاں پلید
مسلمان مسلمی جو جسے وچ مرن
قایم ہوئے قیامتی پھر نہ جنم دھرن

نانک آکھے رُکن دین کلمہ سچ پچھان
اک رُوح ایمان دی جو ثابت رکھے ایمان

مطلب۔ حضرت باوا صاحب لوگوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ اے لوگو نانک یہ کہتا ہے۔ صرف نانک ہی یہ نہیں کہتا۔ بلکہ احکم الحاکمین قادر مطلق بھی اپنی کتاب (قرآن کریم) میں یہ فرماتا ہے کہ وہی لوگ دوزخی ہونگے جو تیس[۳۰] روزے اور پانچ وقت کی نماز اور کلمہ طیبہ سے روگردانی اختیار کریں گے ایسے لوگوں کا کھانا پینا۔ چلنا پھرنا سب ناپاک ہے۔ جن لوگوں نے صراط مستقیم کو چھوڑ کر فیج اعوج کی طرف قدم اُٹھایا۔ ان کے نصیب میں کلمہ طیبہ۔ نماز اور روزہ کہاں۔ ان لوگوں نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو اس حالت میں پہنچایا۔ ہاں جو لوگ کلمہ طیبہ کو اختیار کرتے۔ تیس روزے رکھتے۔ پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہیں وہی لوگ بہشت کے وارث ہیں۔ جس میں طیب رزق دیا جاتا ہے۔ اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ یعنی کلمہ طیبہ۔ نماز۔ روزہ سے مُنہ پھیرا۔ گویا انھوں نے بہشت اور طیب رزق اپنے پر حرام کر لیا۔ جو لوگ مسلمان ہو کر مرینگے۔ قیامت کے روز جب حساب کتاب کا دن ہوگا۔ وہ دوزخ میں نہیں جائیں گے بلکہ ان کے لئے بہشت بریں کے دروازے کھُل جائیں گے اور بہشت کے حاصل کرنے کی چابی کلمہ طیبہ ہے جو ایمان کی رُوح اور ثبوت ایمان کی شاہد ہے"۔

دوستو! کیا ایسے زبردست اثبات کی موجودگی میں بھی ہم حضرت باوا صاحب کے اسلام سے انکار کر سکتے ہیں۔ پیارہ کوئی صداقت کو کس طرح دبا سکتا ہے۔ اللہ اللہ یہ کیسا زبردست معجزہ ہے کہ یہ کل باتیں شری گرنتھ اور جنم ساکھی میں موجود ہیں۔ جو سکھوں کے قبضہ میں ہیں۔ بیشک قدرت ربّی کا یہ ایک زبردست ہاتھ ہے۔

دوستو! خیال کرو اس جگہ باوا صاحب نے کیسی صراحت اور تائید

کے ساتھ کلمہ طیبہ کے فوائد۔ نماز۔ روزہ کی پابندی کے نتیجہ کو آشکارا کیا ہے۔ اور پھر اس کی عدولی اور انکار کا جو نتیجہ ظاہر فرماتے ہیں۔ ان دونو پر نظر دوڑاؤ۔ تو حضرت باوا صاحب کا مذہب خود بخود ظاہر ہو جائے گا۔ اللہ اللہ اس خدا کے پیارے کا سینہ کیسا صاف اور دل کیسا پاکیزہ تھا۔ جو اپنے رشتہ داروں۔ دوستوں۔ اور اپنے ہم مذہب لوگوں کی پروا نہ کرتا ہوا مخلوق کی بہتری اور بہبودی کے لئے برملا کلمہ طیبہ کے فوائد۔ نماز۔ روزہ حج۔ زکوٰۃ کے فوائد لوگوں پر آشکارا کرتا ہے۔ یہ شخص کیسا دلیر کیسا بہادر کیسا مخلوق کا خیر خواہ تھا۔ پیارو میری یہ دل و جان سے دعا اور دلی خواہش ہے کہ مولیٰ کریم ہم سب کو گورو نانک دیوجی مہاراج کے فرمان پر چلنے کی توفیق عطا فرماوے۔ بزرگوں کی باتیں حقیقت اور صداقت سے لبریز ہوتی ہیں۔ اور ان پر عمل کرنے سے دین و دنیا کے حسنات کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں بزرگوں کے کلمات طیبات پر چلنے کی توفیق عطا فرماوے ؛

پھر کلمہ طیبہ کے متعلق حضرت باوا صاحب جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۷۲ پر فرماتے ہیں :-

کلمہ اک پکاریا دوجا ناہیں کوئی

پھر جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۷۲

جو کہت ناپاک ہے دوزخ جاوت سوئی

باوا صاحب فرماتے ہیں کہ میرے لئے تو ایک کلمہ ہی بس ہے اس کے علاوہ اور کوئی قول مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ اور وہ لوگ جو اس کے برخلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔ ان کا حشر دردناک ہوگا ؛

نماز و روزہ۔ اور باوا نانک صاحب

اسلام میں نماز روزہ کی پابندی ضروری اور اشد ضروری ہے بلکہ سچ پوچھو تو مسلمان اور کافر میں بھی مابہ الانتیاز ہے کہ مسلمان نماز پڑھے گا اور غیر مسلم نماز سے انکار کرے گا۔ روزوں کی پابندی بھی اسلام میں اشد ضروری ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت باوا نانک صاحب نماز۔ روزوں کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ کیا ایک غیر مسلم کی طرح اس کی تردید کرتے ہیں؟ یا ایک راسخ الاعتقاد مومن کی طرح اس کی تلقین کرتے ہیں۔ یہ ایک کسوٹی ہے جو اس امر کا فیصلہ کردیگی۔ کہ حضرت باوا صاحب کس مذہب کے پیرو تھے

آپ سری راگ محلہ پہلا میں فرماتے ہیں:۔

عیب تن چکڑ دیہہ من بینڈکو کمل کی سار نہیں مول پائی

بھتورا استاد نت بھاکھیا بولے کیوں بوجھے جان نہ بوجھائی

آکھن سننا پون کی بانی ایہہ من رتا مایا

خصم کی ندر تن دلیں پسندی جنہیں اک کرد ہایا

تیہہ کر رکھے پنج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائی

نانک آکھے راہ پر چلنا مال تن کس کو سنبھائی

مطلب۔ تیرے بدن میں کیچڑ کیا ہے تیرے ہی عیب۔ اور اس میں مینڈک کیا ہے تیرا ہی دل۔ اس عیبوں کے کیچڑ میں لت پت ہونے والے مینڈک کے سر پر کنول کا پھول کھل رہا ہے۔ بھتورا ہر وقت اس پھول پر بیٹھ کر اپنی پیاری پیاری آواز سے بلاتا ہے کہ اے کیچڑ میں لت پت ہونے والے مینڈک ذرا اس کیچڑ کو چھوڑ کر ادھر تو آ اور دیکھ تیرے سر پر کیسا خوشنما کنول پھول کھل رہا ہے مگر سچ ہے کہ اس کنول پھول کی خوشبو سے وہی لوگ مستفیض

ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ آپ سمجھائے۔ اور اللہ تعالےٰ انھیں کو سمجھاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں اور جو اُس خداوند قدوس کی آواز کو اس کان سے سُنکر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں یقین سمجھیں کہ اللہ تعالےٰ کا ایسے لوگوں سے کچھ بھی تعلق نہیں رہتا مبارک ہیں وہ جو خدا کے مقبول ہیں اور خدا کے مقبول بندوں کی یہ نشانی ہے کہ وہ ایک خدا کی پُوجا کرتے ہیں تیس روزے رکھتے ہیں۔ اور پانچوں وقت کی نمازیں پڑھتے ہیں اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں خداوند تعالیٰ انھیں شیطانی شر سے محفوظ رکھتا ہے اب اس سے اندازہ لگالو کہ ایسا عقیدہ رکھنے والا ہندو ہو سکتا ہے یا مُسلمان۔ ہم خود کچھ نہیں کہتے۔ اسی پر اکتفا نہیں ہے آگے چلکر حضرت باوا صاحب گرنتھ صاحب آدسری راگ محلہ پہلا میں فرماتے ہیں :۔

پنج وقت نماز گذاریں پڑھو کتیب قرآن
نانک آکھے گور سد یہی رہیو پیتا کھان

مطلب۔ پانچوں وقت کی نمازیں پابندی سے پڑھو اور قرآن کریم کی تلاوت بھی باقاعدہ کرو۔ نانک کہتا ہے کہ ہر وقت قبر تجھے آواز دے رہی ہے اور تمہارا کھانا پینا اور نفسانی خواہشات یُونہی پڑے کے پڑے رہ جائینگی نہیں کہہ سکتے کہ کس وقت موت آجائے گی۔ اس لئے پانچوں وقت کی نمازوں کی پابندی اور قرآن کریم کی تلاوت سے کبھی روگردان نہیں ہونا چاہیئے۔ یہاں گور (قبر) کا لفظ بھی صاف ہے۔ باوا صاحب نے یہ نہیں کہا کہ نانک آکھے مڑھی سد یہی رہیو پیتا کھانا۔ بلکہ اسکی بجائے یہ کہا کہ نانک آکھے دو گور" سد یہی رہیو پیتا کھانا۔ اب خود دیکھ لو کہ گور (قبر) میں کون لوگ جاتے ہیں وہ جو دفنائے جاتے یا جلائے جاتے ہیں۔ اور جو دفنائے جاتے ہیں وہ کون ہوتے ہیں ہندو یا مسلمان۔ اسی سے سمجھ لو کہ باوا صاحب کس عقیدے کے پابند تھے۔ اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ آگے چلکر حضرت باوا صاحب تاریخ

گورو خالصہ مصنفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی کے صفحہ ۵۵ پر فرماتے ہیں:-

جمع کر نام دی پنج نماز گذار
باجھوں نام خدا ئبدے ہوویں بہت خوار

اللہ تعالےٰ کے نام کی جمع کرو سبحے سینتار ام کہنے سے نہیں۔ بلکہ باقاعدہ پانچوں وقت کی نمازوں کی پابندی سے۔ کیونکہ بغیر اس کے ذلت اور خواری ہی ہے۔ اس جگہ دیکھو کہ باوا صاحب نماز کے لئے کس قدر ضروری ہدایت فرماتے ہیں۔ پھر آگے چلکر باوا صاحب بے نمازوں کے لئے سخت وعید بتلاتے ہیں۔ آپ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۲۰ پر لکھتے ہیں:-

لعنت بر سر تنہاں جو ترک نماز کریں
تھوڑا بہتا کٹھیا ہتھوں ہتھ گویں

مطلب۔ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے جو نماز کو ترک کرتے ہیں جو کچھ تھوڑا بہت کمایا۔ گویا اس کو بھی دست بدست ضائع کر رہے ہیں یہ باتیں نہایت ہی وضاحت اور صداقت و کمال صفائی کے ساتھ اس طرف رہنمائی کرتی ہیں کہ حضرت باوا صاحب در اصل کس عقیدہ کے قائل تھے دوستو! اب یہ صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت باوا صاحب ہندو نہ تھے گرنتھ صاحب میں حضرت باوا صاحب کا قول بالکل صاف اور کھلا ہے اور اس امر سے کوئی بھی گرنتھ پڑھنے والا ایک طرفۃ العین کے لئے بھی انکار نہیں کر سکتا۔ گرنتھ صاحب سری راگ محلہ پہلا چھوٹا سائز صفحہ ۲۱ میں شری گورو صاحب فرماتے ہیں۔ وہی خدا کے مقبول ہیں جو ایک کی پوجا کرتے تیس روزے رکھتے اور پانچوں وقت کی نمازیں پڑھتے ہیں۔ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۴۳:-

نانک آکھے رکن دین سچے سنو جواب
صاحب دا فرمایا لکھیا وچ کتاب

دنیا دوزخ اوہ چڑھے جو کہے نہ کلمہ پاک
مکروہ تنہاں رو چڑھے تج نماز طلاق
لقمہ کھائیے حرامدا سرتے چڑھسیئے عذاب
جو راہ شیطان گم تھیئے سو کیونکر کریں نماز
آتش دوزخ ہاویہ پایا تنہاں نصیب
بہشت حلالی کھاوناں کیتا تنہاں پلید
نانک آکھے رکن دین کلمہ سچ پچھان
اکو روح ایمان دی جو ثابت رکھے ایمان

حضرت باوا صاحب اس جگہ صاف فرماتے ہیں۔ اے رکن دین یہی سچی باتیں دل کھول کے سنو یہ میری باتیں نہیں ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا فرمان ہے اور قرآن مجید میں یہ لکھا ہوا ہے۔ بیشک وہ لوگ اس دنیا میں ہی دوزخ خرید لیتے ہیں جو کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہہ کر خدا کے پیاروں میں شامل نہیں ہوتے۔ اور روزوں سے منہ پھیر لیتے ہیں اور نمازوں کے تارک ہو جاتے ہیں۔ بیشک ایسے لوگوں کا کھانا اور پینا مکروہ ہے کیونکہ انھوں نے خدا کے عذاب کو خرید لیا ہے۔ بیشک جن لوگوں کو شیطان نے گمراہ کیا وہ نمازوں سے دور ہو گئے۔ ہاں انھوں نے اپنی قسمت کو دوزخ کی آگ کے حوالہ کر دیا۔ بیشک بہشت کی نعمتوں کو انھوں نے اپنے ہاتھوں اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اے رکن دین نانک یہ کہتا ہے کہ کلمہ کو حق جانو بیشک یہ ایمان کی روح ہے جس سے ایمان ثابت رہتا ہے ؛

غور کرو کہ اس جگہ حضرت باوا صاحب نے شیطان کا پیرو کن لوگوں کو ٹھیرایا ہے۔ پھر گرنتھ صاحب آد کے صفحہ ۱۲۷۸ پر یہ لکھا ہے اور ہمارے سکھ دوست ضرور ان شلوکوں کو پڑھتے ہونگے۔ مگر خدا جانے ان شلوکوں پر کیوں

توجہ نہیں فرماتے۔ وہ شلوک یہ ہیں۔

فریدا بے نمازا کتیا ایہہ نہ بھلی ریت۔ کدی چل نہ آیا پنجے وقت مسیت
اٹھ فریدا وضو ساجہ صبح نماز گذار۔ جو سر سائیں نہ نویں سو سر کپ اتار
جو سر سائیں نہ نویں سو سر کیجے کائیں۔ کنّی ہیٹھ جلائیے بالن سندے تھائیں

گرنتھ صاحب آدا ایک ایسی کتاب ہے کہ جس پر ہمارے سکھ دوستوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اس کے ایک حرف سے روگردانی کرنے سے بھی انسان خدا کی رضامندی سے دور ہو جاتا ہے۔ یہ شلوک صاف پنجابی زبان میں ہیں مگر تاہم میں اس کا سادہ سادہ اردو ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں "اے فرید۔ بے نمازی کتے کی طرح ہے۔ اور نماز کا تارک ہونا بہت برا ہے۔ نحس ہے وہ جو نماز کے لئے مسجد میں نہیں آتا۔ فریدا جلدی اٹھ اور وضو کر۔ اور مسجد میں جا کر نماز پڑھ۔ کیونکہ جو سر نماز میں اپنے خالق و مالک کے سامنے نہیں گرتا وہ اڑا دئے جانے کے قابل ہے۔ جو سر اپنے خدا کے حضور نماز میں نہیں گرتا وہ کس کام کا۔ ایسا مغرور سر تو اتار کر ہانڈی کے نیچے جلائے جانے کے قابل ہے۔" اب ہم نہیں سمجھتے کہ ان کھلی کھلی اور صاف صاف اور واضح واضح ہدایات کے سامنے کس طرح انکار کی گنجایش ہو سکتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمارے دوستوں کو گرنتھ صاحب کے ان شلوکوں پر چلنے کی توفیق دے۔ تاکہ ہم اس سے روگردانی کرنے سے اس سزا کے مستحق نہ ٹھہریں جو روگردانی کرنے والوں کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ حضرت باوا نانک صاحب کے روم روم میں اسلام اس قدر سرایت کر چکا تھا۔ کہ سوائے تلاوت قرآن کریم۔ ادائیگی نماز وغیرہ کے آپ کو کوئی اور چیز نہ بھاتی تھی۔ چنانچہ آپ جنم ساکھی کلاں جو کہ سکھوں میں سب سے پرانی اور قدیم جنم ساکھی کے نام سے مشہور ہے کے صفحہ ۲۲۱ سطر ۲۹ پر فرماتے ہیں:۔

لعنت بر سر تنہاں جو ترک نماز کرین۔ تھوڑا ایہنا کٹھیا ہتھوں ہتھ گوین

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ ان لوگوں پر لعنت ہے جو نمازوں کے تارک ہو گئے۔ جو تھوڑا بہت کمایا تھا گویا اسکو بھی دست بدست ضائع کر رہے ہیں ÷

اللہ اللہ اس شخص کے دل میں خداوند تعالےٰ نے کس طرح اسلام کی تعلیم کو کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ اور نور ایمان سے آپ کا سینہ کیسا متور ہو چکا تھا۔ پیارو کیسی کھلی کھلی اور واضح و اصح باتیں ہیں ہمارے وہ دوست جو یہ فرماتے ہیں کہ باوا صاحب ہندو تھے۔ میں ان دوستوں کی خدمت میں کمال عزت و احترام سے یہ عرض کرتا ہوں کہ وہ ازراہ کرم شری گرنتھ یا جنم ساکھی سے یہ دکھلاویں کہ شری گورو نانک دیوجی مہاراج نے گائتری اور سندھیا وغیرہ کی نسبت یہ فرمایا ہو کہ جو لوگ سندھیا اور گائتری کے تارک ہیں وہ دوزخ کا ایندھن ہونگے۔ بلکہ سندھیا اور گائتری کے متعلق گرنتھ صاحب میں لکھا ہے:۔

متوا استر سندھیا کرے دی چار
نانک سندھیا کرے من تکھی
جیو نہ ٹلکے مرے جنمی دارو وار (وار بہاگڑا)

سندھیا ترپن کرے گائتری بن بوجھے دکھ پایا (سورٹھ)

مطلب۔ گرنتھ میں لکھا ہے کہ انسان بے فائدہ سندھیا وغیرہ کرتا ہے کیونکہ سندھیا کرنے سے تسلی اور اطمینان قلب نصیب نہیں ہوتا۔ ہاں تناسخ کے وہم میں پڑا بھٹک رہا ہے ایسی گائتری سے کیا فائدہ۔ جس میں سوائے دکھ اور تکلیف کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا ÷

نماز کے متعلق حضرت باوا صاحب کا فتوےٰ ملاحظہ فرمایئے :۔

لعنت برسر تنہاں جو ترک نماز کریں

جنم ساکھی صفحہ ۲۲۱ سطر ۲۹ یعنی جو لوگ نماز کے تارک ہیں وہ لعنتی ہیں مگر

دوسری طرف گائتری کے متعلق باوا صاحب کا فتویٰ ملاحظہ کیجئے کہ "اس کے کرنے سے انسان دُکھوں اور تکلیفوں میں پڑتا ہے" ایک چیز کے نہ کرنے سے دُکھوں میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور دوسری کے کرنے سے مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے +

بتلائیے اب ہم باوا صاحب کو مسلمان کہیں ؟ یا ہندو ؟ آپ خود ہی فیصلہ کر لیجئے۔ عیاں را چہ بیاں۔ نہ صرف باوا صاحب دوسروں کو ہی اسلام کی تلقین فرماتے۔ بلکہ خود اسلام کے حرف بحرف عامل اور عالم باعمل تھے چنانچہ جنم ساکھی کلاں جو سب سے پُرانی جنم ساکھی ہے کے صفحہ ۲۰۳ سطر ۲۵ میں لکھا ہے :-

کن وچ اُنگلیاں پائیکے تب نانک دتی بانگ

یعنے "باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کانوں میں انگلیاں ڈال کر اذان دی" فرمائیے ہم کس کس حوالہ سے انکار کرسکتے ہیں۔ سکھ صاحبان آپ ہی انصاف سے جواب دیں کہ ان حوالجات کی موجودگی میں ہم حضرت باوا صاحب کو ہندو کہیں یا مسلمان ؟ میرے دوستو جن کتب کے حوالجات میں دے رہا ہوں وہ آپ ہی کے مطبع کے چھپے ہوئے اور مسلمات سے ہیں۔ پھر سکھوں کی اس معتبر کتاب یعنی واران بھائی گورداس جی کے ۱۴۲ سطر ۵ میں لکھا ہے :-

بابا گیا بغداد نوں باہر جا کیا استھاناں
اک بابا اکال روپ دوجا ربابی مرداناں
دتی بانگ نماز کرسن سماں ہویا جہاناں

.داراں بھائی گورداس جی جو سکھوں کی نہایت ہی معتبر کتاب ہے کے مصنف لکھتے ہیں۔ "بابا یعنے حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ بغداد گئے اور بغداد کے باہر اپنا ڈیرہ لگایا۔ ایک حضرت باوا نانک اور دوسرا ان کے ساتھ بھائی مردانہ تھا۔ وہاں جا کر نہایت ہی سریلی اور پیاری آواز کے ساتھ اذان

دی اور نماز پڑھی۔ اذان دینے اور نماز پڑھنے کی آواز ایسی رسیلی اور دلربا تھی کہ لوگ سُنکر حیران رہ گئے"۔

پیارو! اب اس سے بڑھ کر حضرت باوا صاحب کے اسلام کے لئے اور کونسی معتبر گواہی ہو سکتی ہے۔ گرنتھ جنم ساکھی تاریخ گورو خالصہ دوراں گورو داس جی۔ غرضکہ جس قدر سکھوں کی مسلمہ اور معتبر کتب ہیں۔ وہ کل کی کل حضرت باوا صاحب کے اسلام پر اپنی مواہیر ثبت کرتی ہیں۔ جہاں تک حقانیت کا تعلق ہے وہاں تک تو باوا صاحب کا اسلام اظہر من الشمس ہے۔ باقی رہا ضد اور ہٹ کا سوال۔ سو اس کا علاج تو کسی کے پاس بھی نہیں ہے + پھر جنم ساکھی کلاں صفحہ ۵۶۲ سطر ۴ میں لکھا ہے کہ "تاں سری گورو جی نے اوچی سُرنال بانگ دتی"۔ آپ خیال فرمائیے کہ اُونچی آواز سے اذان کہنا یہ کن لوگوں کا کام ہے۔ آپ ہرگز کہیں نہیں پاؤ گے کہ حضرت باوا صاحب نے اونچی اونچی آواز سے سندھیا یا گائتری کا پاٹ کیا ہو۔ اب خیال کیجئے جو شخص اونچی اور میٹھی آواز سے اذان دیتا ہے اور جس کی میٹھی میٹھی اور پیاری پیاری آواز سُنکر لوگ سُرور سے مست ہو جاتے ہیں۔ خدارا آپ خود ہی غور فرماویں کہ ہم ایسے شخص کو ہندو کہیں یا مسلمان۔ خدا ہم سب لوگوں کو حضرت باوا نانک کی طرح اونچی آواز سے اذان دینے کی توفیق دے۔ آمین +

پھر جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۶۷ میں یہ لکھا ہے کہ "باوا صاحب سید پور گاؤں میں نواب کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں گئے"۔ اب دیکھو کہ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں جانا یہ کن لوگوں کا کام ہے۔ مگر بعض لوگوں نے اس واقعہ کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ پہلے تو باوا صاحب نماز پڑھنے نواب صاحب کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور قاضی امام بنا۔ پھر باوا صاحب نماز کی نیت توڑ کر الگ کھڑے ہو گئے تو قاضی اور نواب صاحب نے بعد میں دریافت کیا کہ آپ نے نیت نماز کیوں توڑی تو لکھا ہے کہ باوا صاحب نے یہ کہا کہ میں

نماز کس کے پیچھے پڑھتا۔ قاضی صاحب کا دھیان تو گھر میں تھا کہ جو گھوڑی نے بچہ دیا ہے وہ کہیں صحن کے کوئیں میں نہ گر پڑے۔ یہ قصہ صرف حضرت باوا صاحب کے نماز پڑھنے کے واقعہ کو چھپانے کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ مگر اس سے بھی ہمارے دوستوں کا مطلب سدھ نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان دوستوں کے کہنے کے مطابق بھی حضرت باوا صاحب کو نماز سے انکار نہ تھا۔ اگر انکار تھا تو ان لوگوں کے ساتھ جو نماز کے وقت عدم حضور تھے اور جن کا خیال خدا کی ذات میں نہ تھا ✦

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت باوا صاحب نماز کے دل و جان سے گرویدہ تھے اور چاہتے تھے کہ نماز میں سوائے خدا کی ذات کے اور کسی طرف خیال نہ ہونا چاہیئے۔ نماز میں حضوری قلب کا ہونا ضروری ہے اور حضرت باوا صاحب نے نماز کی تعریف میں بہت سے شلوک اور اقوال تحریر فرمائے ہیں۔ مثلاً تاریخ گورو خالصہ حصہ اول صفحہ ۵۵ پر باوا صاحب کا یہ شلوک درج ہے :-

جمع کر نام دی پنج نماز گذار
یا جہوں نام خدا ئیدے ہوسیں بہت خوار

یعنی خدا کے نام کا توشہ جمع کر۔ پانچوں وقت کی باقاعدہ نمازوں کی ادائیگی سے یدوں اس کے خواری ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ حضرت باوا صاحب کے دل میں نمازوں کی کیسی قدر و عظمت تھی ✦

جیسی روزہ کی پابندی اسلام میں پائی جاتی ہے دیگر ادیان میں وہ باقاعدگی ہم نہیں پاتے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ سکھ دھرم اس کے متعلق کیا کہتا ہے۔ محلہ پہلا وار آسا۔

اد نہیں دنیا توڑے بندن
ان پانی تھوڑا کھایا

مطلب۔ وہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی خدا کی جوار رحمت میں ہیں جو روزوں

کی پابندی کرتے ہیں۔ اب غور کیجئے کہ مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ امر ایک اور ایک دو کی طرح ظاہر ہے کہ حضرت باوا صاحب کے نزدیک وہی لوگ خداوند تعالےٰ کے افضال اور نعمتیں اور برکتوں کے وارث ہیں جو ایک کی پوجا کرتے نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں۔ تو پیارے دوستو اب ہم اگر ایسے شخص کو مسلمان نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔ خدا ہمارے سکھ دوستوں کی رہنمائی فرمائے کہ وہ بھی حضرت باوا صاحب کے نقش قدم پر چلیں۔

پھر شری گرنتھ صاحب آد محلہ ۳ صفحہ ۲۰۶۹ پر یہ لکھا ہے:-

بے نمازوں سگ بھلے جو راتیں رہن سجاگ
دتی بانگ نہیں جاگدے ستّے رہن نبھاگ

مطلب۔ بے نمازوں سے تو کتّے اچھے ہیں جو رات کو جاگتے رہتے ہیں۔ ان سے بڑھ کر بد قسمت کون جو اذان کی آواز پر بھی بیدار نہیں ہوتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت باوا صاحب کی عقیدت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل تمام دنیا خداوند تعالیٰ سے بیگانہ اور فسق و فجور میں مبتلا تھی۔ اگر ہندوستان میں بتوں کی پوجا کی جاتی اور وام مارگ مت کے ذریعہ علانیہ فسق و فجور اور بدکاری کا بازار گرم تھا تو عرب کی حالت اس سے بھی زیادہ قابل رحم تھی۔ وہاں علاوہ بتوں کی پوجا کے وہی آدمی قوم میں زیادہ بارسوخ اور رئیس شمار کیا جاتا تھا جو پانی کی طرح شراب پیتا ہو اور حیوانوں کی طرح زنا کرتا ہو۔ اور وحشی درندوں کی طرح ظالم و سفاک ہو۔ غرضکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور پر نور سے قبل کل دنیا ظلم و فسق اور بدکاری کا اکھاڑہ بنی ہوئی تھی۔ حضور مقبول فداہ روحی کی قوت جاذبہ مقناطیسی اثر۔ پاک و اطہر نمونہ نے دنیا کو فسق و فجور ظلم و جور۔ بدکاری و گند و غیرہ کے تحت الثریٰ سے نکال کر

پاکیزگی اور طہارت کی اٹاری پہ لاکھڑا کیا۔ جہاں پہلے پانچ وقت شراب کے دور چلتے تھے وہاں اللہ اکبر کے نعرہ سے بر و بحر گونج اُٹھا۔ جہاں ایک انسان دوسرے انسان کا جانی دشمن ہو رہا تھا۔ وہاں انھیں اخوت کی لڑی میں پرو دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدسیت کا یہ ادنیٰ سا کرشمہ تھا۔ جس نے کُل دنیا کی فضا کو بدل دیا۔ ہندوؤں اور سکھوں کے واجب الاحترام گورو باوا نانک صاحب نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت کا مطالعہ کیا تو آپ دل و جان سے فدا ہو گئے چنانچہ آپ گرنتھ صاحب آد چھوٹا سائز صفہ ۱۳ میں فرماتے ہیں:۔

پیر پیغمبر سالک شہدے اور شہید
شیخ مشائخ قاضی مُلاں در درویش رسید
برکت تنکی اگلے جو پڑھتے رہن درود

مطلب۔ حضرت باوا نانک صاحب فرماتے ہیں کہ جس قدر پیر۔ پیغمبر۔ سالک اور شہداء اور شیخ و مشائخ اور قاضی و ملاں و درویش وغیرہ ہوئے ہیں۔ بیشک اللہ تعالےٰ کے حضور وہی بابرکت ہیں جو درود شریف یعنی اللھم صلّ علیٰ محمّدٍ وعلیٰ آلِ محمّدٍ کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آلِ ابراھیم انّک حمید مّجید کا ورد کرتے رہتے ہیں۔ اب خدارا غور کرو۔ اس طرح درود کی تاکید کرنے والے اور درود شریف کو اللہ تعالیٰ کی برکات وانوار کا جاذب کہنے والے کے متعلق ہم ایک منٹ کے لئے بھی یہ خیال کر سکتے ہیں کہ وہ نعوذ باللہ مسلمان نہ تھے۔ ان کھلی شہادتوں سے انکار کرنا قطعی مشکل ہے۔ خدارا غور کرو۔ نماز۔ روزہ۔ قرآن مجید اور درود شریف سے ایسی خالص اور بے لاگ محبت رکھنے والے اور درود شریف کو تمام برکات وانوار کا جاذب کہنے والے کے لئے کبھی ایک طرفۃ العین کے لئے بھی یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ اسلام سے تعلق نہ رکھتا تھا۔ ہر گز ہر گز نہیں۔ پھر اسی پر بس نہیں ہے آگے چلکر گرنتھ صاحب کا ایک ایسا زبردست شلوک ہے

جو نہایت آسانی سے ان تمام شک و شبہات کو دُور کر دیتا ہے اور حضرت باوا صاحب کا اسلام نہایت ہی صفائی اور عمدگی سے ایک حق کے دلدادہ کے سامنے پیش کرتا ہے چنانچہ گرنتھ صاحب صفحہ ۲۹۷ میں یہ لکھا ہے:۔

اٹھے پہر بوندے رہن کھاون سنڈڑے سول
دوزخ پوندے کیوں رہن جاں چت نہ آوے رسول

مطلب۔ وہی لوگ ہر وقت دُکھوں میں مبتلا اور سرگردان رہتے ہیں اور حد سے زیادہ تکالیف اٹھاتے ہیں اور وہی لوگ اپنے آپ کو دوزخ کے سپرد کرتے ہیں جو "رسول" کو یاد نہیں کرتے۔ اب دیکھو یہ کیسی واضح اور کھلی کھلی شہادت ہے۔ اب ہم نہیں سمجھتے کہ اس شہادت سے بڑھ کر اور کونسی شہادت ہو سکتی ہے۔ کیا حضرت باوا صاحب نے کہیں یہ بھی شلوک کہا ہے کہ وہ لوگ تکالیف اور مصائب میں سرگردان رہتے ہیں جو برہما اور شوجی وغیرہ کو یاد نہیں کرتے جاؤ تمام گرنتھوں وغیرہ کو ٹٹولو۔ آپ ہرگز ہرگز کوئی ایسا شلوک نہیں پاؤ گے صرف اسی پر اکتفا نہیں۔ آگے اور ملاحظہ فرمایئے۔ جنم ساکھی بھائی بالا کے صفحہ ۱۹۶ پر باوا صاحب کا یہ ارشاد بھی قابل غور ہے:۔

سنو پیغمبر مصطفےٰ تندے چارے یار
عمرؓ خطاب۔ ابوبکرؓ۔ عثمانؓ علیؓ وچار
چاروں یار مسلی چار مصلے کین
پنجواں نبی رسول ہے جس کیتا ثابت دین

مطلب۔ لوگو۔ سنو۔ وہ پیغمبر خدا کو بہت پیارا ہے۔ جس کے چار احباب ہیں۔ حضرت عمر و ابوبکر۔ عثمان۔ علی رضی اللہ عنہم۔ اور پانچویں نبی رسول ہیں جنہوں نے دین کو ثابت کیا +

پھر اور ملاحظہ ہو جنم ساکھی مذکور صفحہ ۱۲۴

"اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ نوں دنیا دے اودھار واسطے بھیجیا۔"

مطلب ۔ خداوند تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوحانی فیض اور صفائی قلب کے متعلق پھر حضرت باوا صاحب جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۴۷۰ میں لکھتے ہیں :-

"تاں پھر پیغمبر نوں جبرائیل لے گیا۔ اور اُنہاں دیاں پڑدے وچہ پیغمبر نال خداوند تعالیٰ سے گلاں ہویاں۔ اور پڑدے وچہ خدا دی شبیہہ دِسدی سی ۔ تاں آواز ہوئی۔ اے پیغمبر میری تیری شبیہہ نہیں۔ توں میری شبیہہ ہیں۔ تاں تے اپنے روپ دی صورت سب جگہ ہے مگر صاف شیشے وچ نظر آوندی ہے ۔ اسی طرح ہیں سب جگہ ہاں۔ اور تیرا آئینہ صاف ہے اور تیرے وچہ میری شبیہہ نظر آوندی ہے" +

خیال فرمایئے اس جگہ حضرت باوانانک صاحب نے کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدسیت اور طہارت اور صفائی کو آشکارا کیا ہے عبارت بالکل صاف ہے جس کا لفظی ترجمہ بدوں کسی کھینچ تان کے یہ ہے۔

"پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرائیل لے گیا۔ پردہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خداوند تعالیٰ سے کلام ہوا۔ اور پردہ میں خداوند تعالیٰ کی صورت نظر آ رہی تھی تو پھر آواز آئی کہ پیغمبر میں تیری صورت نہیں۔ بلکہ تو میری صورت ہے (یعنی تو میری محبت کے رنگ میں اس طرح رنگین ہے جس طرح آگ اور لوہا ایک ہو جاتا ہے) اگرچہ میری صورت تو سب جگہ ہے مگر آپ کا قلب بالکل صاف و شفاف اور مطہر ہے۔ اس لئے میری صورت آپ کے مصفا شفاف آئینہ سے ہی صاف اور عمدہ نظر آتی ہے" +

جائے غور ہے باوا صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم (روحی فداہ)

کی صورت خدا کی صورت۔ گویا ان کو ماننا خدا کو ماننا ہے۔ اس کے درشن خدا کے درشن۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ صاف وشفاف اور مطہر ہے اس لئے اس میں خداوند تعالیٰ کی صورت صاف دکھائی دے رہی ہے اور جو شخص خدا کے درشن کرنا چاہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاف وشفاف آئینہ ہی سے خدا کے درشن کر سکتا ہے +

اب حضرت باوا صاحب کا ارشاد صاف ہے کہ اس وقت اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو حاصل کرنا چاہے۔ خدا کی معرفت سے فیضیاب ہونا چاہے تو اس کی ایک ہی راہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر چلے اور کوئی راستہ اس وقت خدا تک پہنچنے کا نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ دل اس قدر صاف اور شفاف ہے کہ اسی کے ذریعہ ہی ہی خدا کی زیارت ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اور سب شیشے بے نور اور دھندلے ہو چکے ہیں۔ مطلب یہ کہ اب صرف دین اسلام پر چلکر ہی نجات ابدی اور بہشت بریں اور خدا کی رضا جوئی حاصل ہو سکتی ہے ورنہ اور سب راہیں بند ہیں +

کیا حضرت باوا نانک صاحب کے دل میں اسلام کی عزت اور اسلام پر گرویدگی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آپ کا دل عزت وعظمت سے بھرپور ہونا اب بھی کسی تشریح کا محتاج ہے؟ اور ملاحظہ ہو۔

ہندوؤں کے نزدیک تمام دیوتاؤں سے بڑا دیوتا برہما ہے۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ اس وقت زمین پر کچھ نہ تھا۔ مگر برہما تمام دنیا سے پہلے برہما پیدا ہوا۔ چاروں ویدوں کا گیان سب سے پہلے برہما پر اترا۔ تمام پران اور شاستر اس امر پر متفق ہیں کہ سرشٹی میں سب سے اول برہما کا ظہور ہوا برہما تمام دیوتاؤں کا مہا دیوتا۔ تمام رشیوں کا مہارشی۔ تمام سوامیوں کا

مہاسوامی۔ تمام گیانیوں کا مہا گیانی تھا۔ اس کے چار مُنہ تھے۔ ایک سے رگ دوسرے سے یجر۔ تیسرے سے سام۔ چوتھے سے اتھروید کا ظہور ہوا۔ اور اسی نے رشیوں کو ویدوں کا گیان دیا۔ گویا ہندوؤں کے نزدیک مخلوقات میں سب سے بلند درجہ برہما کا ہے۔ اور اس کے بعد وشن اور مہیش ہندوؤں کے بڑے دیوتا مانے جاتے ہیں۔ ویسے تو ہندوؤں کے ۳۳ کروڑ دیوتا ہیں مگر ان میں سب سے بڑا برہما اور اس کے بعد وشن اور مہیش کا درجہ ہے مگر حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ برہما اور وشن اور مہیش ان تینں اکابر دیوتاؤں کی سب خوبیاں جو ان میں الگ الگ تھیں وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ روحی) میں ایک جگہ جمع تھیں۔ چنانچہ جنم ساکھی بھائی بالا کلاں صفحہ ۲۰۶ سطر ۲۳ میں لکھا ہے:۔

اوّل خود خدائی سی قدرت نور کہائے
برہما۔ وشن۔ مہیش تین پھر قدرت لئے بنائے
راجس۔ ساسک تامسی ابہا گن ات کیں
تینوں مل غلیظ ہوئے تانتے بھی زمین
اوّل آدم مہیش ہوئے دوجا برہما ہوئے
تیجا آدم مہا دیو محمدؐ کہے سب کوئے

اس جگہ باوا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ برہما۔ وشن۔ مہیش جو ہندو صاحبان کے نہایت مہا گرو اور نہایت عظیم الشان دیوتا ہو گذرے ہیں۔ حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ان تمام مہا پرشوں۔ مہاتماؤں۔ مہاگیانیوں کے صفات جمع تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جامع جمیع صفات کاملہ تھے۔ اور وہی مہادیو یعنی ست دیوتاؤں سے بڑے تھے اس سے آپ اندازہ کرلیں کہ حضرت باوا صاحب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ روحی) پر کیسا زبردست ایمان تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے

کہ نہ صرف بنی اسرائیل کے کل انبیاء کی کل صفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
میں جمع تھیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کل دنیا کے مہا پرشوں۔ مہا رشیوں
اور مہا گیانیوں کے صفات اپنے اندر لئے ہوئے تھے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے،

حُسن یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

خدا کرے میرے سکھ بھائی شری گرنتھ صاحب و جنم ساکھی کے ان قابل قدر
اقوال کو میری طرح ٹھنڈے دل سے غور کر سکیں۔ خدا انھیں توفیق دے +

حج کعبہ اور باوا نانک صاحب

صاحب توفیق دیندار۔ اور خدا کے مومن بندوں کے لئے حج کعبہ فرض
ہے۔ حضرت باوا صاحب جس زمانہ میں پیدا ہوئے ان دنوں باربرداری اور
سفر کے لئے یہ سہولتیں نہ تھیں جو ہمارے زمانہ میں ہیں ان دنوں تو جب
کوئی دو تین سو کوس کے سفر پر روانہ ہوتا تھا تو رشتہ دار اسی وقت
رو پیٹ لیا کرتے تھے کہ خدا جانے اب یہ زندہ سلامت واپس بھی آئے گا یا
نہیں۔ مگر باوا صاحب ایسے پُر آشوب زمانہ میں بصد شوق حج کعبہ سے مشرف
ہوئے اور خدا کے اذن اور حکم سے حج کعبہ سے فیضیاب ہوئے۔ جنم ساکھی
بھائی بالا صفحہ ۱۳۶ پر حضرت باوا صاحب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام
ہُوا۔ "اے نانک حضرت مکہ مدینہ کا حج کر" اب اس حکم کو پا کر حضرت
باوا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان تمام مشکلات کی پروا نہ کرتے ہوئے عازم
حج ہوتے ہیں اور خلوص نیت اور صدق قلب سے حج کعبہ کو جاتے ہیں۔ اس امر
واقعہ سے کون انکار کر سکتا ہے۔ پیار ور استی کبھی چھپائے نہیں چھپتی۔ اگر
باوا صاحب ہندو مذہب سے لگاؤ رکھتے تو آپ بجائے حج کعبہ کے عقیدتمندانہ

رنگ میں ہردوار اور کانشی کی یاترا سے ستفیض ہوتے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ حضرت باوا صاحب کے عہد میں راستے کس قدر کٹھن اور دشوار تھے۔ ایسی نازک حالت میں بال بچہ کے پیار اور محبت رشتہ داروں کے تعلقات کی پروانہ کر کے مکہ شریف میں جانا۔ اور تقریبًا ایک سال تک وہاں اقامت پذیر رہنا یہ امر بدوں محبت اور اخلاص کے کیسے ہو سکتا ہے؟ پھر جنم ساکھی کلاں صفحہ ۲۰۷ سطر ۲۵ اور واران بھائی گورداس جی میں لکھا ہے:۔

جناب باوا نانک صاحب علیہ الرحمۃ کا حج پر تشریف لے جانا سکھوں اور مسلمانوں ہردو کے نزدیک ثابت شدہ ہے۔ یا یہ کہ جب سکھ مسلمات میں باوا نانکؒ کا حج پر جانا تاریخی رنگ میں بھی تسلیم کیا گیا ہے تو مسلمانوں کا اس سے انکار کرنا ضروری نہیں۔ سکھ مسلمات میں حج پر جانے وقت باوا نانک صاحبؒ کی جو کچھ ہیئت کذائی سکھ کتب میں بیان کی گئی ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ بابا صاحب صرف صدق نیت اور اسلامی پہلو کو مدنظر رکھ کر حج کعبہ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ واراں بھائی گورداس جی صفحہ ۱۳ میں لکھا ہے۔

بابا پھر مکے گیا نیل بستر دھارے۔ بن والی
عصا ہتھ کتاب کچھ کوزہ بانگ مصلی دھاری
بیٹھا جائے مسیت وچہ جتھے حاجی حج گذاری

یعنی حضرت باوا صاحب رحمۃ اللہ حج کعبہ کے لئے عازم مکہ ہوئے۔ نیلے کپڑے پہن کر ولی بن کر ہاتھ میں عصا بغل میں قرآن مجید کوزہ وضو کرنے کے لئے پاس تھا۔ اور نماز پنجوقتہ ادا کرنے کے لئے مصلی تھا۔ اس ہیئت کذائی میں سفر کرتے کرتے آخر وہاں پہنچ گئے۔ جہاں حاجی لوگ حج گذارنے کے لئے جاتے ہیں یعنی خانہ کعبہ میں۔ بعض لوگوں کا جو عمومًا سکھ اور ہندو ہو سکتے ہیں یہ خیال ہے کہ ہو نہ ہو۔ باوا صاحب عرب میں سیاحت کے لئے گئے تھے۔ اور چونکہ ان کے ایام میں مذہبی پہلو سے مکہ شریف ہی زیادہ تر شہرت پذیر تھا۔ اس واسطے وہی شہران کے

عزم کا مرحلہ اول رہا۔ اس توضیح سے منکرانِ حج یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ گویا حضرت باواجی کا مکہ جانا عزم حج کے خیال سے نہیں تھا بلکہ محض سیاحانہ نظر سے تھا بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ چونکہ عرب میں کسی غیر مسلم کا جانا جیسا کہ اب بھی کسی حد تک مشکلات کا سامنا رکھتا ہے۔ باوا صاحب کے عہد میں بھی گونہ مشکلات سدراہ تھیں۔ اس واسطے انھوں نے حاجیوں کا لباس پہنا۔ قرآن پاک بغل میں لٹکایا۔ نماز ادا کرنے کے لئے مصلیٰ بھی ساتھ لیا۔ اور وضو کے لئے کوزہ بھی لیا۔ اور مردانہ رفیق تھا +

منکرین کی توضیحات بالا بجائے اس کے کہ حضرت بابا نانک جی کے عزم عرب مکہ کو محض سیاحانہ رنگ دے کر مخدوش ثابت کریں۔ اُلٹ اس کے ان کی صحیح نیت کی مؤید ہیں۔ ہمارا اور منکرین دونوں کا یہ خیال ہے کہ بابا جی خدارسیدہ بزرگ تھے۔ موحد تھے۔ راستباز تھے۔ راست عمل تھے بالفرض اگر وہ سیاحانہ عزم ہی رکھتے تھے تو ایسے پاک فطرت شخص کا مسلمانوں کی طرح سوانگ بھر کر مصلیٰ اور کوزہ پاس رکھ کر عرب یا مکہ شریف میں جانا انکی نیک نیتی اور راستبازی کے صریح خلاف ہے۔ نیک اور خدارسیدہ شخص ایسا بھیس نہیں بدل سکتا۔ چہ جائیکہ مردانہ جو دراصل مسلمان تھا۔ ان کا ندیم قدیم اور قریبًا ہم راز تھا۔ اس تصنع کی صورت میں اس پر باوا صاحبؒ کی نیک نیتی اور خدا پرستی۔ راستبازی کا جو کچھ اثر ہو سکتا ہے وہ مخفی نہیں +

پیر کا مرید کی معیت میں سفر کرنا۔ اور اصلیت کو ظاہر نہ کرنا نعوذ باللہ مرادف ہے اس بات کا کہ حضرت بابا جی باوجود ہندو ہونے کے یا باوجود سکھ مت رکھنے کے خود کو اس سفر میں مسلمان ظاہر کرتے رہے۔ اور اخیر تک مسلمانوں کو پناہ بخدا باوجود اس تقدس اور راستبازی کے دھوکا میں رکھا حاشا وکلا ایسے نیک فطرت شخص سے کبھی بھی یہ توقع نہیں کی جاسکتی +

ہماری رائے میں اس وقت تک جو کچھ مسلمات سکھ مذہب سے اس بارے

ہیں پیش کئے گئے ہیں۔ وہ خاص طور پر یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضرت باوا جی کا ایام حج میں عرب میں جانا۔ مکہ میں ٹھہرنا۔ اور حج کرنا بجائے خود یہ ثابت کرتے ہیں کہ باوا جی محض حج کے لئے گئے۔ مکہ میں ٹھہرے۔ اور حج کر کے واپس آئے +

اکاشس بانی

یعنی سکھوں کے مسلمات جیسا کہ جنم ساکھی کلاں میں لکھا ہے کہ باوا جی نے یہ عزم محض الہام کی وجہ سے کیا۔ ان کو الہام ہوا کہ مکہ مدینہ کا حج کر۔ ہم تسلیم کریں گے کہ چونکہ باوا جی خدا کے برگزیدہ تھے۔ اس واسطے ان کو الہام ہوتا تھا۔ ایسے شخص کے بعض افعال چونکہ محض ارادہ خدائی سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اس واسطے نہ تو ہم انکار کر سکتے ہیں اور نہ سکھوں کو یہ جرأت ہو سکتی ہے۔ کہ وہ اس عزم کو خدائی ارادے کے تحت نہ سمجھیں۔ یا یہ کہنے کی جرأت کریں کہ نعوذ باللہ باوا صاحب نے محض سیاحت کے خیال سے یہ آکاشس بانی وضع کر لی ہو کہ حج پر جاؤ۔ اگر جنم ساکھی کی کوئی قیمت اور وقعت ہے یا کسی وقت تھی تو یہ ماننا چاہیئے۔ کہ یہ عزم باوا صاحب کا محض قدرت کی تحریک سے تھا۔ میں سنتا ہوں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ جنم ساکھی میں ملاوٹ کی گئی ہو۔ اور اس عزم کی بابت جو کچھ لکھا ہے وہ درست نہ ہو +

اگر فی الواقعہ یہی بات ہے تو سب سے پہلے عزم حج سے انکار کرنا لازمی ہے مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کہنا تو آسان ہے کہ باوا صاحب رح کی غرض اس سفر سے یہ یا وہ تھی۔ لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ باوا صاحب گئے ہی نہیں تھے۔ ان کا جانا ثابت ہے۔ جیسا کہ واران بھائی گورداس جی جو سکھ مذہب میں ایک مسلمہ کتاب مانی گئی ہے اور سکھوں میں یہ متفق شدہ امر تسلیم کیا گیا ہے کہ واران بھائی گورداس جی شری گورو گرنتھ صاحب کی چابی ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں بدوں واران بھائی گورداس جی کے سکھ مذہب کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ اس میں یہ صاف الفاظ لکھے ہیں:-

بابا پھر مکے گیا نیل بستر دھارے بن والی
عصا ہتھ کتاب کچھ کوزہ بانگ مصلی دہاری
بیٹھا جائے مسیت وچہ جتھے حاجی حج گذاری

ان فقرات بالا سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ باوا صاحب اسلامی غرض کے ادا کرنے کے لئے اسلامی ہیئت بنائے ہوئے اسلامی شکل و شباہت دھار کر دوسرے الفاظ میں محض مسلمان ہو کر مکہ شریف میں تشریف لے گئے۔

پھر تاریخ گورو خالصہ مولفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی جو سکھوں میں معتبر سمجھی جاتی ہے کے گورمکھی اڈیشن کے صفحہ ۲۶۲ پر یہ لکھا ہے کہ

"بابا جی جدّے جا اُترے۔ ایتھے مائی حوا دی قبر نوں پورب دے رُخ دریا دے کنارے بابے دا مکان ہے۔ اس نوں نانک قلندر بادلی ہند دا دائرہ آکھدے ہیں۔ عرب وچ باوا جی عصا۔ استادہ۔ کوزہ مصلیٰ (جائے نماز) کتاب (قرآن مجید) نیلے رنگ دے بستر۔ دلق دی ٹوپی (پشمینہ کی ٹوپی لمبوتری جو اکثر صوفی لوگ پہنا کرتے ہیں) رکھدے سن نے اپنے ساتھیاں پاسوں بھی رکھاوندے سن۔

مطلب:۔ حج کعبہ کے سفر میں حضرت باوا نانک صاحب وضو کے لئے کوزہ نماز پڑھنے کے لئے مصلیٰ۔ کتاب (قرآن مجید) نیلے رنگ کے کپڑے اور دلق یعنی پشمینہ کی لمبوتری ٹوپی جو اکثر صوفیائے کرام پہنتے ہیں کو پہنتے تھے اور نہ صرف خود ہی یہ مذکورۃ الصدر اشیاء کا استعمال کرتے بلکہ اپنے ساتھیوں سے بھی انھیں کی پابندی کراتے تھے۔

ہو سکتا ہے کہ کوئی دوست یہ کہدے کہ یہاں کتاب سے مراد قرآن مجید کیسے ہو گیا۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس کوئی اور کتاب ہو۔ سو اس کے لئے ہمیں کہیں دُور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بھائی کاہن سنگھ صاحب جو سکھ مذہب کے

مسلمہ عالم اجل ہیں۔ جن کا ثانی سکھ کمیونٹی میں ملنا مشکل ہے۔ وہ بھی اپنی مشہور تصنیف گورمت پربھاکر کے صفحہ ۱۴۱ پر سکھ لٹریچر میں کتاب سے مراد قرآن مجید ہی لیتے ہیں۔ اور پھر قرینہ اور سیاق وسباق بھی آخر کوئی چیز ہے ایک شخص حج کعبہ کے لئے جاتا ہے۔ کوزہ وضو کے لئے پاس ہے۔ مصلی نماز پڑھنے کے لئے موجود ہے نیلے کپڑے زیب تن کئے ہوئے ہیں تو بلاشبہ ایسے شخص کے پاس جو کتاب ہوگی۔ وہ قرآن پاک ہی ہوگا۔ منوسمرتی اور مہابھارت ہونے سے رہے۔ اور گرنتھ صاحب بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ شری گورو بابا صاحب کے زمانہ کے بہت پیچھے جمع کیا گیا +

اگر ہم داران بھائی گورداس جی کو مقدم رکھیں تو جنم ساکھی کلاں کی روایات کو مخدوش نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ دونوں کا بالاتفاق ایک بیان کرنا ثبوت ہے اس بات کا کہ جو کچھ باوا جی کے متعلق سفر عرب یا ادائے فریضہ حج کے متعلق روایات ہیں وہ قطعی درست ہیں +

انہیں روایات کے سلسلہ میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جن دیگر گروہ حاجیوں کے ساتھ باوا جی اس وقت وادی عرب میں سفر کر رہے تھے اپنے ساتھیوں اور ہم سفروں کو ہمیشہ درشتی اور نرمی سے بہ اثنا سفر نیک ہدایات اور عبادات وغیرہ کی تاکید کرتے رہے۔ جیسا کہ تاریخ گورو خالصہ حصہ اول (گورمکھی) مؤلفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی کے صفحہ ۲۶۲ پر یہ لکھا ہے :-

"بابے جی نے اپنے ساتھیوں نوں آکھیا تسیں سچے حاجی نہیں۔ اس راہ وچ مہر محبت اور خیرات کردے جاپئے نال فیض پائیدا ہے سے جھنت بازی اور مسخری کردے جاپئے تاحاجی نہیں ہوندا"

جناب بابا جی نے اپنے ہم سفر حاجیوں کو یہ کہا کہ آپ لوگ سچے حاجی نہیں ہو سکتے

اس پاک راہ میں اگر مہر و محبت اور خیرات کرتے جائیں۔ تو اللہ کے حضور سے صواب سے حصہ ملتا ہے اور اگر برخلاف اس کے حجت بازی اور مسخری کرتے جائیں تو ثواب حج سے محروم رہتی ہے۔ اگر وہ محض سیاحانہ پہلو ہی لے کر گئے تھے۔ تو ان کا یہ فرض نہیں تھا۔ اور اگر کہو کہ وہ محض جان بچانے کے لئے یوں حفظ ماتقدم کے طور پر کر رہے تھے تو میری رائے میں باواجی کی نیک فطرت اور راستبازی پر ایک گونہ حملہ کرنا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ باواجی کو ایسی کیا ضرورت تھی کہ وہ جائیں تو محض سیاحانہ رنگ میں۔ اور راستہ میں باوجود ہندو یا سکھ ہونے کے ہم ردیف باہم سفر مسلمان مسافروں کو خواہ نخواہ ان کو مذہبی تبلیغ کرتے جائیں یہ سب باتیں مدنظر رکھ کر ہمیں راستبازی سے اعتراف ہے کہ حضرت باواجی محض حج کے لئے مکہ شریف میں گئے تھے اور ایک صادق مسلمان کی حیثیت میں اس فریضہ سے سبکدوش ہو کر واپس آئے +

چونکہ سکھ قوم موحد ہے اور یہ توحید پرستی محض باواجی کی خدا پرستی کا نتیجہ ہے۔ اس واسطے کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ اس عزم سفر حج اور ادائیگی فریضہ حج تسلیم کر کے باواجی کے کلمات توحید کو مقدم رکھ کر اور ان روایات کو زیر بحث لا کر جن میں باواجی نے حضرت رسول اسلام کی تصدیق کی ہے جیسا کہ شری گرنتھ صاحب آدچھوٹا سائز صفحہ ۱۳۰ پر درج ہے:-

پیر پیغمبر سالک شہدے اور شہید
شیخ مشائخ قاضی ملاں درویش رسید
برکت تنکی اگلے جو پڑھنتے رہن درود

یعنی حضرت باواجی فرماتے ہیں کہ جس قدر پیر پیغمبر سالک اور شہدا گذرے اور شیخ مشائخ اور قاضی و ملاں و درویش وغیرہ ہیں۔ وہی اللہ کے حضور با برکت ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے رہے یا رہیں گے۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم

اناك حمیدٌ مجیدٌ۔ اس کے علاوہ اور ملاحظہ ہو۔ شری گرنتھ صاحب آدی صفحہ ۲۹۷

اٹھے پہر بوندے رہن کہاون سنڈے سول
دوزخ پوندے کیوں رہن جاں چت نہ آوے سول

مطلب۔ وہی لوگ ہر وقت مصائب میں مبتلا رہتے ہیں اور دُکھ پر دُکھ اُٹھاتے ہیں اور وہی لوگ اپنے آپ کو دوزخ کے سپرد کرتے ہیں جو "رسول" کو یاد نہیں کرتے +

اب صاف ظاہر ہے کہ در اصل حضرت باوا جی کی زندگی اور کردار زندگی کا مطلب اور منشاء کیا تھا۔ تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت باوا صاحب نے ہندو مذہب کی تجدید یا تنقید کی۔ اور دوسری طرف یہ کہ باوا جی ایک جدید مشن لے کر آئے ان دونوں باتوں کو چھوڑ کر باوا جی رسول عربی کی تصدیق کرتے ہیں۔ دیگر کتب سماوی کی نسبت صرف قرآن پاک کو مقدم کرتے ہیں جیسا کہ جنم ساکھی بھائی بالا کے صفحہ ۱۴۷ پر درج ہے:۔

توریت۔ زبور۔ انجیل۔ ترے پڑھ سُن ڈٹھے وید
رہی قرآن کتاب کل یگ میں پروار

جناب باوا جی فرماتے ہیں کہ توریت۔ زبور۔ انجیل۔ اور وید ان سب کو خود بھی پڑھا اور دوسروں سے بھی سُنا۔ مگر اس فیج اعوج کے زمانہ میں صرف قرآن پاک ہی نجات کا ذریعہ ہے۔ اور پھر موقع نکال کر تکلیف اُٹھا کر آکاش بانی کے تحت حج بھی کر آتے ہیں +

آئے تو کسی اور کام کے واسطے تھے اور کوئی اور مشن لے کر اور کر دکھاتے کچھ اور ہی۔ یہ وہ معمہ ہے کہ مسلمانوں نے تو اس صورت میں حل کر دیا کہ در اصل باوا جی خدا رسیدہ مسلمان تھے۔ اب سکھوں پر لازم ہے کہ وہ بھی اپنے رنگ میں اس کی تنقید کر کے دکھلائیں یا پھر حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ نے جو عملی نمونہ حج کعبہ یا قرآن پاک کی تصدیق اور رسول عربی کی شہادت وغیرہ جو کچھ دکھایا ہے انکے

عمل پر قدم زن ہوتے ہوئے گورو صاحب کی نیک دعائیں اپنے حق میں لیں +
بر رسولاں بلاغ باشد و بس

قیامت پر ایمان اور حضرت باوا نانک صاحب

قیامت پر ایمان لانا یہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے جیسا کہ قرآن کریم میں وارد ہے
ولکن البر من آمن باللہ والیوم الآخر والملئکۃ والکتب
والنبیین واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتمی والمسکین
وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوۃ واتی
الزکوۃ (البقرہ رکوع ۲۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بھلائی اسی کے لئے ہے جو
ایمان لایا ساتھ اللہ کے۔ اور دن قیامت کے۔ اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں
کے۔ اور مال کو خدا کی محبت میں خرچ کیا۔ قریبیوں۔ یتیموں۔ فقیروں۔ مسافروں
اور سوال کرنے والوں۔ اور غلاموں کے آزاد کرنے پر۔ قائم کیا نماز کو۔ اور دیا زکوۃ
کو۔ اب اس جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہی فلاح پائے گا جو قیامت پر ایمان
لایا۔ درحقیقت قیامت پر ایمان لانا تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔ آریہ وغیرہ قیامت
کے قائل نہیں ہیں۔ اب دیکھیں کہ حضرت باوا صاحب عقیدہ قیامت کے
متعلق کیا کہتے ہیں۔ باوا صاحب قیامت پر ایک راسخ الاعتقاد مومن کی طرح
ایمان لاتے ہیں ملاحظہ ہو جنم ساکھی کلاں صفحہ ۱۵۴ سطر ۲ سے:-

دنیا اندر آ سکے عمر گوائی یار
کوڑی مجلس بہ کے کیتی سو گور ادبار
بہن چلایا عزرائیل ساتھی سنگ نہ کوئی
لے ستر ائیں انگلیاں کسے سنائے روئے
ملوتی سترائیں بہنیاں ملک الموت حضور

بیکھا منگن چنتر گپت جو جب کماوے دہو
تاساں نوٹن مکر کے توبہ کرن پکار
دیون کن گواہیاں اندھا روح پکار
آلت جیبا مکرے چکھ چکھ ساد پکار
ہتھاں پیراں چاکری حکم کماون کار
پنج حواس انجمنیں سنگ توبہ کرن پکار

اس جگہ باوا صاحب نے قیامت کا نقشہ دکھلایا ہے کہ جب عزرائیل انسان کی جان نکالے گا۔ تو پھر اُسے اپنے کئے کی سزا ملے گی۔ وہ پکارے گا کوئی انسان اس کی فریاد نہیں سُنے گا۔ قیامت کو جب خدا حساب و کتاب طلب کرے گا۔ وہاں انکار کی کوئی گنجائش نہ ہو گی۔ انگلیاں۔ کان۔ زبان۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ غرضکہ ہر ایک عضو اپنے کئے ہوئے گناہوں کی گواہی دے گا۔ تب انسان توبہ کرے گا۔ مگر اس وقت کی توبہ سے کیا فائدہ۔

قرآن شریف میں بہت جگہ ذکر آیا ہے۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے۔ الیوم نختم علی افواھھم و تکلمنا ایدیھم و تشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون۔ آج کے دن ہم اُنکے مونہوں پر مُہر لگا دیں گے اور ہم سے ان کے ہاتھ کلام کریں گے اور ان کے پیر گواہی دیں گے جو کچھ بھی انھوں نے کمائی کی (سورہ یٰسین)

اور ایک جگہ فرمایا۔ وقالوا ءاذا ضللنا فی الارض ءانا لفی خلق جدید۔ بل ھم بلقاء ربھم کافرون۔ قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم ثم الی ربکم ترجعون۔ ولو تریٰ اذ المجرمون ناکسوا رءوسھم عند ربھم۔ ربنا ابصرنا و سمعنا فارجعنا نعمل صالحا انا موقنون۔ ولو شئنا لاٰتینا کل نفس ھداھا ولکن حق القول منی لاملئن

جہنم من الجنۃ والناس اجمعین۔ اور مکذبوں اور منکروں نے کہا کہ جب ہم زمین میں رل مل گئے۔ اور ہمارے عناصر اپنی اپنی جگہ چلے جائیں گے۔ کیا از سر نو پھر پیدا کیا جائے گا۔ بات یہ ہے کہ یہ منکر اپنے رب کے دربار میں حاضر ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ ان سے کہدو کہ ملک الموت جو تم پر مقرر ہے تمہاری روح قبض کرے گا۔ پھر اپنے پروردگار کے دربار میں لوٹائے جاؤ گے۔ اور کاش انکی مصیبت اور ان کے بانکے دہاڑوں کو دیکھے کہ جب مجرم نیچے سر ڈالے ہوئے شرمندگی سے اپنے رب کے دربار میں حاضر ہونگے تو عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب۔ اب ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور سُن بھی لیا۔ اب ہم کو دوبارہ دنیا میں بھیجدے ہم نیک عمل کریں گے۔ اب ہم یقین کرتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم اخیر سُنایا جائے گا۔ کہ اگر ہم کسی پر زبردستی کرتے تو ہم ہدایت دینے پر کرتے ہم نے پہلے ہی فرما دیا اور حکم دے دیا تھا کہ جیسا کوئی کرے گا ویسا بھریگا اسی کے مطابق جو ہم نے فرمایا تھا ان کے بُرے اعمال کے باعث بڑے چھوٹے لوگوں سے جہنم کو پُر کریں گے۔ فذوقوا بما نسیتم لقاء یومکم ھذا انا نسینٰکم وذوقوا عذاب الخلد بما کنتم تعملون۔ اب تم ہمیشگی کے عذاب کا مزہ چکھو بسبب اپنی بداعمالیوں اور اس دن کے بھلانے کے۔ اب ہم نے تم کو بھلا دیا۔ [1]

[1] اپنے اقوال کو انہیں آیات سے باوا صاحب نے لیا ہے۔ جائے غور ہے کہ یہ مسلمانو کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن انسان کا ہر عضو اپنے کئے کی گواہی دیگا ایک تناسخ کے ماننے والا ایک منٹ کے لئے بھی اس عقیدہ کو نہیں مانیگا وہ اس شخص کے ساتھ سزا ملنے کا قایل نہیں بلکہ وہ تو جونوں کا عقیدت مند ہے۔ اب اس سے ہی اندازہ لگالو کہ حضرت باوا صاحب کا عقیدہ کیا تھا۔ اور اس جگہ حضرت باوا صاحب تناسخ کی کس طرح تردید فرماتے ہیں تناسخ

کے ماننے والا ایک طرفۃ العین کے لئے بھی قیامت کا خیال اپنے دل میں نہیں لاسکتا۔ قیامت اور تناسخ دو ضدین ہیں۔ قیامت پر ایمان لانے کے متعلق جس قدر تاکید قرآن شریف میں پائی جاتی ہے۔ شاید ہی کسی دوسری مذہبی کتاب میں اس کی نظیر ملتی ہو۔ باوا صاحب مسلمانوں کے اس ضروری اور لازمی عقیدہ قیامت کے متعلق جنم ساکھی کلاں صفحہ ۵۴ سطر ۲۳ پر لکھتے ہیں:-

چھڈ وسیہے نعامتاں قیامت نوں کر یاد
جُستا اُوڈسی روں جیوں جے پلیا کھٹے سواد
کھادا پیتا نکل جیوں تل گھانی تیل
رس کس کھاوے بہو گنے سنگ کسینگے میل
اوڈن بہالے کوئی ناں جیوندیاں مار مار
دنیا کھوٹی راسڑی منوں چیت وسار
سکھیاں نوں ڈھونڈیاں دُکھڑے ہڈ پئے
دو کھے دکھ ودھاندیاں سکھڑے نس گئے

مطلب۔ حضرت باوا نانک صاحب فرماتے ہیں۔ تمام دُنیا کی خواہشات اور نعمتیں جو دُنیا کی طرف انسان کو مائل کرتی ہیں کو ترک کر کے قیامت کو یاد کرو۔ آہ! وہ قیامت کا وقت جو نہایت نازک اور دردناک ہے۔ قیامت کو ہر وقت یاد رکھو تو تمہارا دل کبھی بدی کی طرف نہیں جائے گا۔ قیامت کے دن گنہگاروں کے جسم کی بوٹیاں اس طرح اُڑینگی جس طرح دُھنا روئی کو دُھنتا ہے گنہگاروں کا کمایا ہوا مال اور ان کا کھایا ہوا اناج اس طرح ان کے جسم سے نکلے گا جس طرح کوہلو کے ذریعہ تلوں کا تیل نکالا جاتا ہے اور جو جو کھانے حرام کے ذریعہ سے حاصل کئے۔ وہ کُل کے کُل اس کے لئے دُکھوں کا ذریعہ ہونگے۔ آہ! ایسے ناجائز وسائل سے آرام کو تلاش کرنے والے دُکھوں میں مبتلا ہونگے۔ اور

دکھوں میں اس قدر ترقی ہوئی کہ سکھ اور آرام خواب و خیال ہو گیا۔ حقیقی سکھ تو مولیٰ کریم کے بتلائے ہوئے صراط مستقیم پر قدم زن ہونے سے ہی ملتا ہے قیامت کو ہر وقت یاد رکھو تاکہ تم صراط مستقیم سے اِدھر اُدھر نہ سرکنے پاؤ +

اس جگہ حضرت باوا صاحب نے قیامت پر ایمان لانے کی کیسی زبردست تاکید فرمائی ہے اور پھر قیامت کا کیسا دردانگیز نقشہ لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے کیا کوئی تناسخ کا قائل بھی قیامت کا قائل ہو سکتا ہے۔ حاشا و کلا پس اسی سے سمجھ لو کہ حضرت باوا صاحب کا عقیدہ کیا تھا۔ پھر فرماتے ہیں +

لیکھا رب منگیسا بیٹھا کڈھ وہی
طلباں پوسن آکیاں باقی جنہاں رہی

مطلب۔ قیامت کے روز خداوند تعالیٰ لوگوں کے اعمال کا محاسبہ کریگا اور جن لوگوں نے خداوند تعالےٰ کے احکام سے روگردانی کی۔ انھیں ان کے بُرے اعمال کا خمیازہ اُٹھانا پڑے گا۔ ایک تناسخ کا عقیدتمند ہرگز یہ نہیں کہے گا کہ قیامت کے روز لوگوں کی جزا و سزا کا موازنہ ہوگا۔ کیونکہ تناسخ کے قائل کے نزدیک تو دورِ تناسخ میں ہی سب کا فیصلہ ہو جائے گا۔ پھر عاقبت میں جزا و سزا کا محاسبہ اور موازنہ کیا ؟

عقیدۂ ملائکہ اور حضرت باوانانک صاحب

عقیدہ ملائکہ پر ایمان لانا بھی ہر ایک مسلمان کا فرض ہے جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے البر من اٰمن باللّٰہ والیوم الاخر والملٰئکۃ والکتٰب والنبیّٖن (بقرہ ع ۲۲) بھلائی اسی کے لئے ہے جو ایمان لایا ساتھ اللہ اور دن پچھلے کے۔ اور فرشتوں کے اور کتاب کے۔ اور پیغمبروں کے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ باوا نانک صاحب ملائکہ کے عقیدہ کے متعلق کیا

کہتے ہیں۔ یعنی ایک راسخ الاعتقاد مسلمان کی طرح ملائکہ کے عقیدہ پر ایمان لاتے ہیں یا اس کے برخلاف راہ اختیار کرتے ہیں سو اس خیال کو لیکر جب ہم گرنتھ صاحب کی اوراق گردانی کرتے ہیں تو ہم گرنتھ میں یہ لکھا پاتے ہیں تلنگ محلہ ۵ +

جب عزرائیل بسنتی تب جکاٹے بداے

مطلب۔ جب عزرائیل رُوح قبض کرے گا۔ تو اس وقت سوائے اعمال صالح کے اور کوئی چیز تمہارے کام نہیں آئے گی۔" پھر اسی پر ہی اکتفا نہیں آگے فرشتوں پر ایمان لانیکی اور بھی مزید تاکید فرمائی ہے۔ تلنگ محلہ ۵۔

عزرائیل چار بندے جس تیرے آدہار
گناہ اس کے سگل عافو۔ تیرے جن ویکھے دیدار

مطلب۔ جو تیرے چار بندے ہیں۔ یعنی عزرائیل۔ جبرائیل۔ اسرافیل میکائیل ان چاروں کو وہی شناخت کر سکتا ہے۔ جس پر تیرا آدہار یعنی مہربانی ہو۔ اور ان لوگوں کے گناہ معاف ہیں۔ جو تیرے آیات کی شناخت کر سکتے ہیں اور وہی آپ کے دیدار سے مستفیض ہوتے ہیں۔" اب اس جگہ کسی حاشیہ کی ضرورت نہیں ہے خداوند تعالیٰ کے دیدار کے لئے ملائکہ کا گیان ہونا ضروری ہے۔ اب باوا صاحب مذکورہ بالا شلوک میں صاف صاف فرماتے ہیں کہ وہی لوگ ملائکہ کو دیکھ سکتے جن پر اللہ تعالےٰ کا خاص فضل ہو بدوں اس کے فضل سے فرشتوں کی شناخت مشکل ہے۔ اب دیکھ لو کہ باوا صاحب نے صاف طور پر فرشتوں کے وجود پر ایمان لانا تسلیم کیا ہے۔

پھر اور دیکھو شری گرنتھ صاحب صفحہ ۲۱۷ پر یہ لکھا ہے:۔

ملک الموت جاں آوسی سب دروازے بھن
تنہاں پیاریاں بھائیاں اگے دِتا بنّ

مطلب۔ جب انسان کا وقت آجاتا ہے تو خواہ کتنی حفاظت کیجائے ملک الموت

تمام دروازوں کو توڑتا ہوا آموجود ہوتا ہے اور اس وقت حقیقی رشتہ داروں پیاروں اور بھائیوں کو بھی ملک الموت کے سامنے اپنے ہتھیار پھینک دینے کے اور کوئی چارہ نہیں رہتا۔

پھر اور دیکھو شری گورو گرنتھ صاحب محلہ اصفحہ ۱۵۲۴

نانک آکھے رے مناں سنئے سکھ سہی
لیکھا رب منگیسیا بیٹھا کڈھ وہی
طلباں پوسن آکیاں باقی جنہاں رہی
عزرائیل فرشتہ ہوسی آئے سہی
آون جان نہ سجھئے بھیڑی گلی پئی
کوڑ نہ کھیٹے نانکا اوڑک سچ رہی

مطلب۔ باوا صاحب فرماتے ہیں۔ سنو وہ وقت بہت نازک ہوگا اعمال کا جب حساب کتاب کھولا جائے گا۔ جو باغی ثابت ہونگے ان پر ڈنڈ تجویز ہوگا اور عزرائیل فرشتہ سامنے نظر آئے گا ہوش وحواس باختہ ہوجائیں گے کیونکہ اس "بھیڑی گلی" بلصراط سے گذرنا بہت مشکل ہوگا۔ جھوٹ برباد ہوگا۔ آخر سچ کی فتح ہوگی +

پھر اور ملاحظہ ہو شری گورو گرنتھ صاحب راگ تلنگ محلہ اگھرا صفحہ ۱۱۳۴

مم سر مو عزرائیل گرفتہ دل ہیچ ندانی

یعنی تیرے سر کے بال عزرائیل کے پنجہ میں ہیں۔ مطلب۔ تو تو ہر وقت موت کے منہ میں ہے مگر اے غافل تجھے کچھ بھی خبر نہیں۔

پھر اور دیکھو شری گرنتھ صاحب آدمحلہ اصفحہ ۱۰۵

صبر صبوری صادقاں صبر توسہ ملائکاں
دیدار پورے پائساں تھاؤں ناہیں کھانکال

یعنی صبر سے آدمی صادق بنجاتا ہے بلا شبہ صبر انسان کو فرشتہ بنا دیتا

ہے جس کے نتیجہ میں ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مستفیض ہوتے ہیں :

قرآن مجید اور حضرت باوا نانک صاحب

قرآن مجید پر ایمان لانا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ درحقیقت یہی ایک ایسی مقدس کتاب ہے جس کے پڑھنے اور عمل کرنے سے حیوان سے انسان۔ اور انسان سے باخدا انسان بنجاتا ہے یہ قرآن مجید کا ادنیٰ سا کرشمہ ہے کہ اس نے عرب کے بدوؤں کو قطب اور غوث بنا دیا۔ یہ قرآن مجید کا معجزہ ہے کہ اس نے عربوں کو جن کے اخلاق بدرجہ غایت رذیل اور بگڑ گئے تھے تہذیب میں تمام دُنیا کے اُستاد کردیا۔ قرآن مجید وہ پاک نسخہ ہے جس کو ہاتھ میں لیکر مسلم تحت الثریٰ سے نکل کر معرفت کے مینار پر جا پہنچا۔ اب ایسی بے نظیر مطہر اور پاکیزہ کتاب کے متعلق جو حسنات کا نہ صرف مجموعہ بلکہ مصدر رہے۔ باوا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت ہی وضاحت اور صراحت کے ساتھ قرآن مجید یا بالفاظ دیگر دین اسلام کی حرمت کو کل ادیان سے فضیلت دی ہے اور حضرت باوا صاحب نے بغیر کسی لاگ لپیٹ کے نہایت ہی وضاحت کے ساتھ اس امر کا اظہار کیا ہے اور کل سماوی کتب کے ساتھ مقابلہ کرکے اس امر کو کمال . . . . . صراحت سے آشکار اور مبرہن کردیا کہ فی زمانناجسے ہندو لوگ اپنی اصطلاح میں کل یگ کہتے ہیں اور مسلمان فیج اعوج کے نام سے پکارتے ہیں . . . . . . جبکہ پاپیوں کا زیادہ زور اور دُنیا کثرت سے گناہوں میں ڈوبی ہوئی ہے ایسے پر آشوب زمانہ میں اگر کوئی کتاب لوگوں کو گناہوں اور عصیان کی دلدل سے نکال کر تقوے طہارت کے باغیچہ میں لا سکتی ہے۔ تو وہ صرف قرآن مجید ہی ہے اگر ایسے نازک وقت میں کوئی عمل دُنیا کو ظلمت اور اندھیرے سے نکال کر روشنی کے مینار پر لا کھڑا کرے گا۔ تو وہ صرف قرآن مجید ہی ہے جیسا کہ حضرت باوا صاحب

نے گرنتھ صفحہ ۱۳۶ پر فرمایا ہے:-

بت دن پوجا ست دن سنجم جب دن کا ہے جنیو
دھوتی ٹوپی تلک چڑھاؤ بیچ دن سوچ نہ ہوئی
کل پروان کتیب قرآن - پوتھی پنڈت رہے پران

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں - پوجا پاٹ بھی آجکل کام نہیں دے سکتا - چھوت چھات کا مسئلہ بھی ناکارہ ثابت ہوا - جنیو بھی کسی کام نہ آیا - انسان کا کرتا اور ماتھے پر تلک قشقہ لگانے نے بھی کچھ کام نہ دیا - ہاں آجکل اس ہیچ اعوج کے زمانے میں اگر کوئی کتاب کام آئی - تو وہ صرف قرآن مجید ہی تھا جس کے سامنے دیگر پوتھیوں (کتب) پنڈت اور پرانوں وغیرہ کی کچھ دال نہ گلی - اس جگہ دیکھو حضرت باوا صاحب نے کس طرح کھول کھول کر قرآن مجید کی فضیلت اور تقدیس بیان کی ہے - اب اس سے بڑھکر بھلا اور کیا فوقیت کا اظہار ہو سکتا ہے - اسی پر اکتفا نہیں ہے - دوسری جگہ جنم ساکھی کلاں صفحہ ۱۴۷ میں حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں :-

توریت زبور - انجیل - ترے پڑھ سن ڈٹھے وید
رہی قرآن کتاب کل جگ میں پروار

مطلب - حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ توریت - زبور - انجیل اور وید ان ہر سہ کتب کو خود بھی پڑھا - اور دوسروں سے پڑھوا کر بھی سنا - اس زمانہ میں جبکہ دنیا میں بدیوں اور گناہوں کی کثرت ہو رہی ہے - اگر کوئی کتاب دنیا کو گناہوں سے بچا سکتی ہے تو وہ صرف قرآن مجید ہی ہے - اب دیکھو کہ حضرت باوا صاحب نے کس طرح پکار پکار کر اس امر کا اعلان کر دیا ہے کہ اس زمانہ میں اگر کوئی کتاب دنیا کو گناہوں سے بچا سکتی ہے تو وہ صرف قرآن مجید ہی ہے اور کوئی کتاب ساتھ نہیں دے سکتی - اب ہم نہیں سمجھتے کہ اس سے بڑھکر کونسا ثبوت ہو سکتا ہے - ان دلائل بینہ کے سامنے ایک حق جو انسان کی

رُوح تو فوراً اپکار اُٹھے گی۔ کہ حضرت باوا صاحب ایک راسخ الاعتقاد مومن تھے۔ غور کرو۔ خداوند تعالےٰ نے حضرت باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سینہ کو کس طرح صاف کردیا تھا۔ انھوں نے اپنی خداداد فراست سے یہ دیکھ لیا کہ توریت اپنی اصلی حالت پر قائم نہیں۔ زبور۔ انجیل کا بھی تراجم در تراجم سے کچھ کا کچھ بن گیا۔ ویدوں کو کوئی پڑھ نہیں سکتا۔ اگر کوئی اکا دکا ویدوں کے پڑھنے والا مل بھی جاتا ہے تو وہ سوائے آگ۔ وایو۔ سورج اور چاند وغیرہ کی پرستش کے اور کچھ نہیں بتلا سکتا صرف قرآن کریم ہی ہے جس کو آج بھی لوگ ویسی ہی آسانی سے پڑھ سکتے ہیں۔ جیسا کہ آج سے تیرہ سو سال پہلے پڑھ سکتے تھے۔ جگہ بہ جگہ قرآن کریم کے حفاظ موجود۔ یہ فخر سوائے قرآن کریم کے اور کسی مذہبی کتاب کو حاصل نہیں ہے۔ قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کے لفظ لفظ سے توحید کی صدا بلند ہوتی ہے۔ اس لئے باوا صاحب فرماتے ہیں کہ آجکل کے پر آشوب زمانہ اور فیج اعوج میں اگر کوئی کتاب ہماری نجات کا ذریعہ ہوسکتی ہے تو وہ صرف قرآن کریم ہی ہے۔ پھر آگے چل کر جنم ساکھی بھائی بالا ص۱۴۷ سطر ۱۲ میں حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں

کھاون قسم قرآن دی کارن دنی حرام
آتش اندر سڑسن آکھے نبی کلام

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ ایسی بے نظیر کتاب جس کے حرف حرف سے توحید کی صدا بلند ہو رہی ہے۔ جو اس پیاری کتاب کی جھوٹی قسم کھاتے ہیں۔ بلاشبہ وہ دوزخ کا ایندھن ہیں ؎

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ یہ میں نہیں کہتا۔ بلکہ نبی کی کلام یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے بھی یہی ظاہر ہے۔ اللہ اللہ اس خدا کے پیارے کے دل میں اس پیارے کلام کی کیسی عزت تھی۔ اب فرمایئے دوستو ایسے شخص کو مسلمان کہیں یا ہندو! یا ان ہر دو سے الگ۔ انصاف

آپ پر۔ آپ ہی منصف بن کر اس کا جواب دیں۔ پھر آگے چل کر جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۲ میں حضرت باوا صاحب قرآن کریم کے متعلق فرماتے ہیں:۔

تیہے حرف قرآن دے تیہے سپارے کین
تس وچ پند نصیحتاں سُن سُن کرو یقین

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ قرآن شریف کے تیس حروف اور تیس ہی پارے کئے گئے ہیں اور اس اکمل اور اتم کتاب میں لا انتہا معرفت کے نکات بھرے پڑے ہیں۔ اے سُننے والو تم نہ صرف سُنو ہی بلکہ اس پر ایمان لاؤ۔ پھر وار آسا محلہ ا پہلا میں درج ہے:۔

نانک میرو شریر کا ایک رتھ ایک رتھوائے
جگ جگ پھیر وٹا یا گیانی بجھے تائے
سام کہے ستمبر سوامی سچ میں آچھے سچ رہے
سب کو سچ سماوے
رگ کہے رہیا بھرپور رام نام دیوا میں سور
نام لیا پر اشچت جائے
نانک تیوں موکھنتر پائے
جج میں جور چھلی چندراول کاہن کرشن جادم بھیا
پارجات گوپی لے آیا بندرابن میں رنگ کیا
کل میں بید اتھروں ہویا ناؤ خدائے اللہ بھیا
نیل بستر لے کپڑے پہرے ترک پٹھانی عمل کیا

مطلب۔ باوا صاحب اس جگہ فرماتے ہیں کہ یہ عالم یعنی کائنات ایک رتھ پر سوار ہے اور اس رتھ کے چلانے والا ایک ہی ہے ہاں وقتاً فوقتاً ضروریات زمانہ کے لحاظ سے رتھ بدلتے رہتے ہیں۔ مگر اس کا چلانے والا یعنی "رتھوا" کبھی نہیں بدلتا شروع سے ایک ہی رہا ہے۔ ست یگ

کے زمانہ میں یہ رتھ جس پر سوار ہو کر اہل دنیا دینی اور دنیوی مصائب سے محفوظ رہے۔ سام وید تھا اور دنیا کے دوسرے دور یا عہد یعنی ترتیا یگ میں رگ وید تھا۔ اور دنیا کے تیسرے عہد یعنی دواپر میں "یجروید" تھا۔ اور دنیا کے اس آخری زمانہ میں جسے ہندو لوگ "کل یگ" کے نام سے پکارتے ہیں۔ اور مسلمان "فیج اعوج" کہتے ہیں۔ ایسے پر آشوب زمانہ میں دنیا کی نجات کے لئے وہ وید ہے۔ جس میں پرماتما کے نام کو "اللہ" کے لفظ سے پکارا گیا ہے۔ اور اس وید کے ماننے والے ترک اور پٹھان ہونگے۔ اب جائے غور ہے کہ وہ کونسا وید ہے جس میں پرماتما کا نام اللہ کہا گیا ہے صاف ظاہر ہے کہ یہ "وید قرآن مجید ہی ہے" جس کی پہلی ہی سورۃ میں الحمد للہ رب العٰلمین یعنے سب تعریف "اللہ" ہی کے لئے ہے جو عالمین کا رب ہے۔ اور ترک اور پٹھان کس وید کو مانتے ہیں قرآن مجید ہی کو۔ تو باوا صاحب کا یہ فرمانا کہ کل یگ یا فیج اعوج کے زمانہ میں صرف قرآن مجید ہی وہ وید ہے۔ جس کو پڑھ کر اور جس کی ہدایات پر عمل کر کے انسان نجات اور مکتی حاصل کر سکتا ہے۔ یہ سکھ دوستوں کے لئے بہت ہی قابل توجہ ہے کیونکہ یہ ان کے گورو اعظم حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ اور پھر یہ اُس بانی (اقوال) میں درج ہے جسے ہر ایک عقیدت مند سکھ روزانہ صبح کے وقت پڑھتا ہے۔ "یعنے آسا دی وار" میری درد دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ میرے سکھ دوستوں کو اس شلوک پر تدبر کرنے کی توفیق دے +

پیارے دوستو! اب آپ ہی انصاف سے جواب دو کہ ہم ایسے خدا کے پیارے کو جسے قرآن کریم کے ساتھ ایسی حُب اور نماز کے ساتھ ایسا لگاؤ۔ اور حج کعبہ شریف کا ایسا دلدادہ ہو کہ ایسے پُر خطر وقت میں جبکہ راستے نہایت کٹھن اور دشوار تھے حج کعبہ کے لئے جائے۔ اور مکہ میں تقریباً ایک سال اقامت گزین رہے۔ ایسے خدا کے پیارے اور ولی اللہ کو ہم

مسلمان نہ کہیں تو اور کیا کہیں +

شری گورو نانک دیو جی مہاراج کا چولہ

باوا نانک صاحب کا چولہ ڈیرہ بابا نانک ضلع گورداسپور میں ایک عظیم الشان دھرم شالہ (سکھوں کا مذہبی مقام) میں رکھا ہوا ہے اور سال بسال وہاں میلہ ہوتا ہے اور دُور دراز سے لوگ اس میلہ میں شریک ہوتے ہیں اور چولہ صاحب جو کم از کم تین صد رومالوں میں لپٹا ہوا ہے۔ اس کے سامنے عقیدت مند سکھ دو زانو ہو کر متھا ٹیکتے ہیں۔ اس چولہ صاحب پر قرآن مجید کی مقدس آیات لکھی ہوئی ہیں۔ اس چولہ کا مفصل حال اس طرح پر ہے۔ یہ چولہ یعنے وصیت نامہ ڈیرہ بابا نانک ضلع گورداسپور کی دھرم شالہ میں بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ رکھا ہوا ہے اور یہ چولہ کابلی مل کی اولاد جو باوا صاحب کی نسل میں سے تھا۔ ان کے قبضہ میں ہے۔ غرض یہ چولہ صاحب نہایت عزت سے رکھا ہوا ہے۔ اس پر تین سو کے قریب یا کچھ زیادہ رومال لپٹے ہوئے ہیں اور بعض ان میں سے نہایت قیمتی اور نفیس ہیں۔ اور یہ ایک سوتی کپڑا ہے جو کہ بادامی رنگ اور کناروں پر کچھ کچھ سرخ نما بھی ہے سکھوں کی جنم ساکھیوں کا یہ بیان ہے کہ اس میں تیس پارے قرآن شریف کے لکھے ہوئے ہیں۔ جو قرآن کریم میں ہیں اور سکھوں میں یہ امر متفق علیہ واقعہ کی طرح مانا گیا ہے کہ یہ چولہ صاحب جس پر قرآن شریف لکھا ہوا ہے۔ آسمان سے باوا صاحب کے لئے اُترا تھا اور قدرت کے ہاتھ سے سیا گیا۔ اور قدرت کے ہاتھ سے باوا صاحب کو پہنایا گیا۔ یہ اشارہ اس طرف بھی تھا کہ اس چولہ پر آسمانی کلام ہے جس سے باوا صاحب نے ہدایت پائی اور اس پر کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ چولہ پر

لکھا ہوا ہے اور ایسی کئی اور قرآنی آیات ہیں اور باوا نانک صاحب کی اسلام کے لئے یہ ایک عظیم الشان گواہی ہے۔ در حقیقت یہ نہایت ہی مبارک کپڑا ہے جس میں بجائے زری کے کام کے آیات قرآنی لکھی ہوئی ہیں اس پر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نہایت خوشخط قلم سے لکھا ہوا ہے اور پھر موٹی قلم سے بہت جلی اور خوشخط لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ لکھا ہوا ہے اور پھر چولا پر موٹے حروف سے یہ لکھا ہوا ہے اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ۔ یعنے سچا دین اسلام ہی ہے اور کوئی نہیں۔ اور پھر چولہ صاحب میں یہ بھی لکھا ہوا ہے اَشۡہَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشۡہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَ رَسُوۡلُہٗ۔ غرضکہ وہ چولہ صاحب تمام قرآنی آیات سے ہی بھر پور ہے اور اللہ تعالےٰ کے نور سے منور ہو کر جگمگ جگمگ کر رہا ہے کسی جگہ سورۂ فاتحہ لکھی ہوئی ہے اور کسی جگہ سورۂ اخلاص۔ اور کسی جگہ قرآن شریف کی یہ تعریف ہے۔ کہ قرآن خدا کا پاک کلام ہے اس کو ناپاک لوگ ہاتھ نہ لگاویں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے باوا صاحب کا سینہ کھول دیا تھا۔ اس لئے وہ اللہ اور رسول کے عاشق زار ہو گئے تھے۔ غرض اس چولہ سے صاف نمایاں ہوتا ہے کہ باوا صاحب دین اسلام پر دل و جان سے فدا تھے اور وہ اس چولہ کو بطور وصیت چھوڑ گئے تھے تاکہ سب لوگ اور آنے والی نسلیں ان کی اندرونی حالت پر زندہ گواہ ہوں۔ تمام چولہ پر قرآن شریف اور کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت لکھا ہوا ہے اور بعض جگہ آیات کو صرف ہندسوں میں ہی ظاہر کیا گیا ہے ہر ایک جگہ قرآن شریف اور اسمائے الٰہی لکھے ہیں جس میں باوا صاحب شہادت دیتے ہیں کہ بجز دین اسلام کے تمام دین ناکارہ اور بیہودہ ہیں۔ شری گورو گرنتھ صاحب میں یہ شلوک ہے:۔

جنکے چولے رتڑے کنت نہاں کے پاس

دھوڑ تنہاں کی جے ملے کہو نانک کی ارداس

مطلب۔ جن کے چولے موافق فرمودہ اللہ تعالیٰ صبغۃ اللہ و من احسن من اللہ صبغۃ۔ رنگ اللہ کا ہے اور اللہ سے زیادہ کس کا خوبصورت رنگ ہے جس کا ایسے رنگ میں رنگین چولہ ہو۔ وہ اسکی جوار رحمت میں جگہ پاتے ہیں۔ ایسے چولہ سے ملبوس لوگوں کے پاؤں کی گرد بھی ملے تو یہ غنیمت ہے۔ چولہ ڈیرہ بابا نانک میں موجود ہے جس کا دل چاہے وہاں جا کر دیکھ لے ہمیں حیرت ہے کہ باوجودیکہ چولہ ایسے شخصوں کے ہاتھ میں رہا۔ جنکو اللہ اور رسول پر ایمان نہ تھا۔ اور پھر ایسی سلطنت کا زمانہ بھی اسپر آیا جس میں تعصب اس قدر بڑھ گئے تھے کہ بانگ دینا ہی قتل عمد کے برابر سمجھا جاتا تھا جہاں کسی مسلمان نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ پس تمام ہندوؤں کی روٹیاں اور وہ برتن خود بانگے گئے۔ چونکے اور چولہے بھرشٹ ہوگئے۔ مگر چولہ صاحب اس وقت بھی ضائع نہ ہوا۔ جب تمام سکھوں کی سلطنت بھی اس کے وقت میں ہی نیست اور نابود بھی ہوگئی۔ مگر وہ چولہ اب تک موجود ہے۔ یہ صریح کرامت ہے۔ ان واقعات کو پیش نظر رکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ بیشک اسلام کا خدا حامی ہے۔ جو لوگ شیطان کے مطیع ہو کر دریدہ دہنی اور بے باکی سے اسلام کی توہین کرتے ہیں وہ تو اپنا اعمال نامہ سیاہ کر رہے ہیں۔ سچ ہے اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا۔ اگر خدا تعالیٰ کا ہاتھ اس چولہ پر نہ ہوتا۔ تو وہ ان انقلابوں کے وقت کب کا نابود ہوگیا ہوتا۔ جنم ساکھی بھائی بالے والی جو انگد کی جنم ساکھی کر کے مشہور ہے کے صفحہ ۴۳۴ پر چولہ صاحب کے بارے میں اس طرح لکھا ہے جس کا لفظی ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

"ایک زمانے میں مردانے نے گوروجی کے سامنے ادب سے عرض کی۔ اے سچے بادشاہ عرب کا ملک کیسا ہے۔ سری گوروجی نے کہا۔ مردانہ تو دیکھنا چاہتا ہے تو تجھے دکھلائیں گے تب پھر سری گوروجی نے مجھے فرمایا۔ کیوں بھائی بالا

کیا مرضی ہے۔ مَیں نے عرض کی جو آپ کی ہو۔ تب سری نانک صاحب چل کر
عرب ملک میں پہنچے۔ اور اس ملک کے بادشاہ کا نام لاجور مشہور تھا اور
بہت ظلم کرتا تھا۔ رعیت بڑی تنگ تھی۔ اور جو کوئی ہندوستان سے اس ملک
میں جاتا۔ اسے قتل کر دیا کرتا تھا۔ اس ملک میں دھوم مچ رہی تھی۔ جب تمام
لوگ بہت تنگ ہوئے تو پربیشور کے آگے عاجزی سے دعا کی تو انکی
عاجزی کی دعا بارگاہ میں قبول ہوئی۔ تب خدا کی بارگاہ سے باوا نانک جی
کو آسمانی ندا ہوئی۔ اے نانک میں تجھ سے بہت خوش ہوں اور ایک خلعت
تجھ کو عطا ہونا ہے تب گورو جی نے عرض کی۔ اے وحدہٗ لاشریک جو تیری
رضا ہو تو سری گورو جی نے مراقب ہو کر خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ تب ایک
خلعت مرحمت ہوا۔ اور اس پہ قدرت کے حرف عربی۔ ترکی۔ فارسی۔ ہندی
سنسکرت لکھے ہوئے پانچوں طرح کے موجود تھے۔ تب سری گورو جی وہ خلعت
پہنکر اس شہر کے دروازے سے باہر جا بیٹھے۔ سات روز کے گزرنے کے
بعد لوگوں نے کہا۔ بھائیو یہ کیسا درویش ہے جس کے خلعت پر قدرتی قرآن
کے تیس پارے لکھے ہوئے ہیں۔ جب انکو غور سے دیکھا تو بادشاہ کو خبر دی
کہ ہمارے شہر کے باہر ایک درویش ایسا بیٹھا ہے کہ جس کے گلے میں ایک خلعت
ہے۔ اس خلعت پر تیس پارے قرآن کے لکھے ہوئے ہیں۔ تب بادشاہ نے
وزیر سے کہا کہ اس درویش کے جسم سے وہ خلعت اُتار لا۔ تب وزیر نے جا کر
کہا۔ اے درویش یہ خلعت اُتار اور ہمیں دے کہ ہمارا بادشاہ طلب کرتا ہے
بادشاہ کی حکم عدولی نہیں چاہیئے ورنہ آپ کو سزا دے گا۔ تب یہ بات سُنکر
سری بابے جی نے کہا کہ بھائیو اگر تم سے اُتر سکتا ہے تو اُتار لو۔ جب سری بابے
جی نے یہ فرمایا۔ تو جس قدر لوگ وزیر کے ساتھ تھے سب کے سب سری بابے
جی کی طرف دوڑے۔ لیکن وہ قدرتی خلعت اور قدرتی کپڑا پہنایا ہوا اور وحدہٗ
لاشریک کا عطیہ کس طرح وہ چھوٹے لوگوں سے اُتر سکتا تھا۔ بہت کچھ جتن

کیا نہ کھینچنے سے اُترا نہ پھاڑنے سے پھٹ کر اُترا۔ تو سب لوگ حیران رہ گئے
بادشاہ کے پاس اطلاع دی گئی کہ اے بادشاہ۔ اس فقیر کے گلے سے وہ خلعت
نہیں اُترتا ہے۔ تب بادشاہ نے سُنکر سخت ناراض ہوکر کہا۔ کہ تم اس فقیر
کو دریا میں ڈبو دو۔ جب یہ حکم وزیر کے پاس آیا تب وزیر نے لوگوں سے کہا
کہ اس فقیر کو دریا میں غرق کر دو۔ تب ان لوگوں نے سری گورو نانک جی کو دریا
میں دھکیل دیا۔ اور سب لوگ تماشا دیکھ رہے تھے۔ تو سری بابے جی کے گلے
کا خلعت بھیگا بھی نہ تھا۔ اور ان کو پانی کا اثر بھی نہ پہنچا۔ پانی کے موکل یعنے
فرشتہ نے دونوں ہاتھوں پر تھام لیا۔ اور سری گورو جی کے قدم چوم کر صحیح
سلامت کنارے پر بٹھا دیا۔ تب وہ لوگ سری بابا جی کو دیکھ کر متعجب ہوئے
پھر بادشاہ نے غضبناک ہوکر کہا کہ اس فقیر کو آگ میں جلا دو۔ تب وزیر نے
لکڑیاں جمع کرا کر سری گورو جی کے اردگرد چنیں اور پھر آگ لگا دی۔ تب
موکل آتش یعنے فرشتہ آگ نے سری گورو جی کے قدموں پر نمسکار کر کے یہ عرض
کی تو آپ کے جسم کا ایک بال بھی نہیں جلا۔ لیکن سب لکڑیاں جل کر راکھ ہوگئیں
تب لوگ دیکھ کر حیران ہوگئے۔ پھر جب یہ خبر بادشاہ نے سُنی اور کہنے لگا کہ یہ
فقیر کوئی چٹکلے دکھلانے والا ہے۔ لیکن اس کو کسی اونچی جگہ سے گرا دو۔ تب
سری گورو جی کو بڑے اونچے پہاڑ سے نیچے گرا دیا۔ جب سری گورو جی گرے تو
ہوا کے موکل یعنے ہوا کے فرشتے نے سری بابے جی کو اپنے ہاتھوں پر بٹھا کر
ایک ہنڈولے میں زمین پر لا اُتارا۔ پھر وہاں بہت خوبصورت پھولوں کی سیج
پر آ بیٹھے۔ اور اس مُلک کے سب لوگ وہاں کھڑے تھے دیکھ کر خوف زدہ ہو
گئے تب وزیر نے بادشاہ کو جا کر کہا کہ وہ فقیر تو اب تک بھی زندہ ہے تو بادشاہ
نے کہا اے وزیر یہ فقیر تو کوئی چٹکلی ہے۔ لیکن تم کوئی عمیق گڑھا کھود کر اور
اس میں اُسے ڈال کر اُوپر سے پتھراؤ کرو۔ تب وزیر نے ایک بڑا بھاری کھاتہ
کھدوا کر سری گورو جی کو اس میں ڈال کر اوپر پتھروں کی بھرمار کی اور سری گورو جی

کو ہزاروں من کے پتھروں سے دبا کر سب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ اور جن لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا قصہ گذرا۔ تب انھوں نے کہا بھائی اب تو اس درویش کا بال بھی نہیں رہا ہوگا۔ لیکن جو رب العلمین اور کل کائنات کا مالک ہے جس کی لگن اس سے لگی ہو اسے کون مارنے والا ہے جب صبح ہوئی تو لوگ باہر نکلے تو کیا دیکھا کہ سری باباجی وہاں براجمان ہیں اور مراقبے میں گئے ہوئے ہیں تو ان لوگوں نے کہا یہ درویش تو باہر ہے اور اس کا ایک بال بھی بینکا نہیں ہوا۔ تو بادشاہ نے کہا کہ میرے روبرو قتل کر دو۔ تو گوروجی کو بادشاہ کے سامنے کئی بار تلوار ماری گئی۔ مگر باواجی کو اثر نہ ہوا تو پھر بادشاہ غضبناک ہو کر کہنے لگا کہ اس درویش کو پھانسی لٹکا دو۔ تو جب وزیر سری گوروجی کو سولی کے پاس لے گئے تو سولی سبز ہو گئی +

بعض لوگ انگد کی جنم ساکھی کے اس بیان پر تعجب کریں گے کہ یہ چولہ جو آسمان سے نازل ہوا ہے اور خدا نے اس کو اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔ مگر خدا کی بے انتہا قدرتوں پر نظر کر کے کچھ تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ اس کی قدرتوں کا کون شمار کر سکتا ہے۔ اور کون انسان یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس کے اقتدار کا دائرہ محدود ہے ایسے کمزور اور تاریک ایمان تو دہریوں کے ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ باواجی کو یہ قرآنی آیات الہامی طور پر معلوم ہو گئی ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے لکھی گئی ہوں اور وہ سب فعل خدا تعالیٰ کا فعل سمجھا گیا ہو۔ کیونکہ قرآن شریف آسمان سے نازل ہوا ہے اور ہر ایک ربانی الہام آسمان سے ہی نازل ہوتے ہیں۔ جب کسی انسان کو خدا کی معرفت کی لگن لگی ہوتی ہے تو اس کی تائید میں اللہ تعالےٰ بڑے بڑے عجائبات دکھلاتا ہے۔ پھر اس سے کیسے انکار ہو سکتا ہے اور اس سے کیوں تعجب کرنا چاہیئے کہ یہ چولہ

قدرت سے ہی لکھا گیا ہو۔ چونکہ باوا صاحب طلب حق میں ایک پرندہ کی طرح مُلک بہ مُلک پرواز کرتے پھرے۔ اور اپنی عمر کو اس راہ میں وقف کر دیا تھا۔ اللہ تعالےٰ اپنے بھگتوں کو ضائع نہیں کرتا۔ اس لئے ان کو وہ چولہ دیا۔ جس پر قدرت کے تمام نقوش ہیں تا ان کو اسلام پر پُورا پُورا یقین ہو جائے۔ اور وہ سمجھیں کہ بجز لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے اور کوئی سبیل نجات نہیں۔ تا اس چولہ کو پہنکر اس کو اپنی نجات کا ذریعہ قرار دیں اور تمام دنیا کو اپنے اسلام پر گواہ کر دیں*

غور کرو کہ اس چولہ مبارک پر قرآن کریم کی آیات لکھی ہوئی ہیں۔ اور صاف لکھا ہے کہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ یعنے خدا کے نزدیک سچا دین اسلام ہی ہے اور اس کلام کی لوگوں کے دلوں میں اس قدر عزت جمائی کہ جب کوئی بلا پیش آتی اور کوئی سختی نمودار ہوتی۔ یا کوئی عظیم الشان کام کو سرانجام دینا ہوتا تو اس چولہ شریف کو سر پر باندھ کر اور کلام الٰہی جو اس پر لکھا ہُوا تھا سے برکت چاہتے۔ تب خدا تعالےٰ وہ مُراد پوری کر دیتا۔ اور اب تک جو عرصہ چار سو سال کا گزر گیا ہے اس چولہ سے مشکلات کے وقت برکتیں ڈھونڈتے ہیں۔ اور بے اولادوں کے لئے کلام الٰہی سے لونگ چھوا کر لوگوں کو دیتے ہیں اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی عجیب تاثیرات ہوئی ہیں۔ غرض وہ برکتوں کے حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اور بلاؤں کے دفع کرنے کا موجب سمجھا جاتا ہے اور صدہا روپیہ کے شال اور ریشمی کپڑے اس پر چڑھے ہوئے ہیں اور کئی ہزار روپیہ خرچ کر کے اس کے لئے وہ مکان بھی بنایا گیا ہے جس میں آجکل چولہ شریف رکھا ہُوا ہے۔ اور اسی زمانہ میں لا انتہا برکتیں باوا انگد جی نے چولہ صاحب کی لکھی ہیں جو باوا جی کے پہلے جانشین تھے اور جس کا حال ہم

پہلے درج کر آئے ہیں۔ اور چولہ صاحب کا نام بڑی عزت اور اکرام کے ساتھ جنم ساکھی میں لیا گیا ہے اور وہاں صاف درج ہے کہ وہ کلام جو چولہ صاحب پر لکھا ہوا ہے وہ قدرتی کلام ہے اور اس کو آسمانی چولہ تسلیم کیا گیا ہے اور خدا تعالےٰ کا کلام ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایک دُنیا اس کی تعظیم کے لئے جُھک پڑی۔ اور نہایت سرگرمی سے اس کی تعظیم کرتی ہے بیشک یہ چولہ اپنی ان تمام پاک آیات کے ساتھ جو اس پر لکھی ہوئی ہیں۔ باوا صاحب کی ایک پاک یادگار ہے۔ اور پاک ہے وہ مکان جس میں رکھا گیا۔ اور پاک ہے وہ کپڑا جس پر یہ مقدس کلام لکھا گیا۔ اور پھر پاک تھا وہ وجود جو اسے لئے پھرا۔ اور حیف ہے اس پر جو اس کے خلاف کہے۔ اور مبارک ہیں وہ جو اس چولہ صاحب سے برکت ڈھونڈتے ہیں۔ نئے اڈیشنوں میں اب سکھ صاحبان کی طرف سے یہ تحریف کی گئی ہے کہ یہ چولہ ڈیرہ بابا نانک میں نہیں رہا بلکہ اُڑ کر آسمان کی طرف چلا گیا +

سو یاد رہے کہ یہ صریح تحریف ہے۔ آج سے دس یا پندرہ سال قبل کے اڈیشنوں میں اس کا ذکر تک نہیں۔ یہ تحریف بتلاتی ہے کہ اسلامی تائید کے ہر ایک واقعہ کو سکھ صاحبان کس طرح چن چن کر اپنے مذہبی لٹریچر سے علیحدہ کر رہے ہیں +

وہ چولہ جو اس قدر برکات اور عجائبات کا سرچشمہ ثابت ہوا اس کی تصویر صفحہ ۱۳۶ پر ملاحظہ ہو +

باوا صاحب کا دوسرا تبرک

(ماخوذ از چشمہ معرفت۔ قابل توجہ سکھ صاحبان)

یہ مقام گوروہرسہائے واقع ضلع فیروزپور سکھوں کے ایک نہایت معزز خاندان کے قبضہ میں باوا نانک صاحب اور ان کے بعد کے گدی نشین گوروؤں کے چند تبرکات چلے آتے ہیں جن میں ایک تسبیح (جس کو ہندو مالا کہتے ہیں) باوا صاحب موصوف کی اور ایک پوتھی اور ایک قرآن شریف اور چند دیگر اشیاء ہیں۔ یہ قرآن شریف اور دیگر تبرکات نہایت ادب کے ساتھ بہت سے ریشمی غلافوں کے درمیان بند ہیں اور ان کو کھولا نہیں جاتا جب تک کہ ان کے درشن کرنے کا خواہشمند اس گورو کو جس کے قبضہ میں وہ ہیں مبلغ ایک سو روپیہ نقد نہ دے اور اس کو کھولنے سے پہلے وہ گورو ایک سو ایک دفعہ اشنان یعنی غسل کرتا ہے۔ تب وہ اپنے آپ کو اس قابل خیال کرتا ہے کہ اس کو کھولے اور ہاتھ لگائے۔ ان تبرکات کے درشن کرنے کے واسطے اور ان کے آگے سر جھکانے کے واسطے سکھ اور ہندو لوگ سیالکوٹ۔ راولپنڈی۔ ڈیرہ اسمٰعیل خان۔ ڈیرہ غازی خان۔ کوہاٹ اور دیگر سرحدی علاقہ جات بلکہ کابل تک سے آتے ہیں۔ آجکل جس سکھ گورو کے قبضہ میں یہ تبرکات ہیں اس کا نام گورو جسونت سنگھ صاحب ہے۔ یہ صاحب گورو رام داس کی اولاد میں سے ہیں جو کہ باوا نانک کے بعد چوتھے گورو گدی نشین گذرے ہیں۔

فیروزپور گزیٹیر مطبوعہ ۱۸۸۹ء میں جو حالات سرکار انگریزی [illegible] نے اس خاندان کے متعلق لکھے ہیں ان میں مندرج ہے کہ ان [illegible] اصلی وہی گورو رام داس صاحب تھے جن کے نام نامی پر امرت سر کا مشہور شہر [illegible] مندر ناخوشتہ جیسا یہ تبرکات ضلع لاہور تحصیل چونیاں [illegible]

گاؤں محمدی پور نام میں تھے جہاں سے اس خاندان کا بزرگ گورو جیون مل نقل مکان کر کے موجودہ مقام میں آگیا اور یہاں اس نے ایک گاؤں آباد کیا جس کا نام اپنے بیٹے کے نام پر گورو ہر سہائے رکھا۔ چنانچہ آج تک یہ گاؤں اسی نام سے مشہور ہے۔ گورو جیون مل کے بعد اس کا بیٹا گورو ہر سہائے گدی نشین ہوا اور اس کے بعد گورو اجیت سنگھ اور پھر گورو امیر سنگھ اور پھر گورو گلاب سنگھ اور پھر گورو فتح سنگھ (موجودہ گورو کا باپ) یکے بعد دیگرے جانشین ہوتے چلے آئے۔ ان تبرکات قرآن مجید وغیرہ کے سبب اس خاندان کا اثر ہمیشہ سکھ قوم پر زور آور رہا ہے انھیں تبرکات کے سبب سے یہ خاندان ہمیشہ بڑی بڑی جاگیروں کا مالک رہا ہے چنانچہ اب تک ۲۶ گاؤں ان کے قبضہ میں ہیں جو ضلع فیروزپور میں ہیں اور ان کے علاوہ ریاستہائے نابھہ و پٹیالہ میں بھی انکی جاگیریں ہیں۔ ان تبرکات کے دیکھنے کے واسطے اور ان سے فیض حاصل کرنے کے واسطے بڑے بڑے آدمی وہاں جایا کرتے ہیں چنانچہ ایک دفعہ گزشتہ مہاراجہ صاحب والئے ریاست فریدکوٹ بھی خود وہاں گئے تھے اور مشہور ہے کہ انھوں نے ایک ہاتھی اور ایک ہزار روپیہ نقد ان تبرکات کے سبب گورو صاحب کی نذر کیا تھا۔ قرآن شریف اور دیگر تبرکات مفصلہ ذیل صاحبان کو ۴ اپریل ۱۹۰۸ء شنبہ کے دن گورو لشن سنگھ صاحب نے دکھائے چنانچہ قرآن شریف کو کھول کر پڑھا گیا وہ ایک نہایت خوشخط لکھی ہوئی حمائل شریف ہے جس کا سائز تخمیناً ۲-۱/۲ انچ چوڑا۔ اور ۴-۱/۲ انچ لمبا ہے ہر صفحہ پر اردگرد سنہری لکیریں پڑی ہیں اور بعض مقامات پر سنہری بیل ہے۔ موجودہ گورو صاحب کا بیان ہے کہ پرانے گورو صاحبان سے یہ قرآن شریف بطور تبرک چلا آتا ہے +

ہماری جماعت کے معزز ارکان میں سے جن جن صاحب نے موقعہ پر پہنچ کر اس قرآن شریف کی زیارت کی ہے ان صاحبان کے نام یہ ہیں:۔

(۱) مفتی محمد صادق صاحب اڈیٹر اخبار بدر قادیان (۲) مولوی محمد علی صاحب ایم اے اڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان (۳) میرزا محمود احمد صاحب اڈیٹر رسالہ تشحیذ الاذہان (۴) سید امیر علی شاہ صاحب سب انسپکٹر جلال آباد (۵) حکیم ڈاکٹر نور محمد صاحب لاہوری مالک کارخانہ ہمدم صحت لاہور (۶) شیخ عبدالرحیم صاحب نو مسلم (سابق جگت سنگھ) (۷) چودھری فتح محمد صاحب طالب علم گورنمنٹ کالج لاہور۔

اب ہم اس جگہ اس بات کے بیان کرنے سے خاموش نہیں رہ سکتے کہ یہ قرآن شریف کو جو باوا نانک صاحب کے گدی نشین گوروؤں کے تبرکات میں نہایت عزت اور ادب کے ساتھ اب تک اس خاندان میں چلا آیا ہے۔ جسکی زیارت کے لئے صدہا کوس سے سکھ لوگ آتے ہیں اور ہزارہا روپیہ بطور نذر چڑھاتے ہیں یہ اس بات پر صاف دلیل ہے کہ باوا نانک صاحب اور نیز ان کے گدی نشین اور پیرو صدق دل سے قرآن شریف پر ایمان لاتے تھے اور اس کو درحقیقت خدا کا کلام سمجھ کر اس کا ادب کرتے تھے اگر کوئی شخص تجاہل کے رو سے اس کا انکار کرے تو اس سے ہمیں کچھ غرض نہیں لیکن بلاشبہ باوا صاحب اور ان کے گدی نشینوں کے اسلام پر یہ ایسا کھلا کھلا ثبوت ہے کہ اس سے بڑھ کر متصور نہیں۔ (از چشمہ معرفت تصنیف حضرت مسیح موعودؑ)

اسلام اور شری گورو صاحب

قرآن مجید فرماتا ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ یعنی خدا کے نزدیک سچا دین صرف اسلام ہی ہے۔ اور اس پر چلنے سے انسان خدا کے انعام واکرام کا وارث بن سکتا ہے۔ سو اس پاک دین کے متعلق جناب گورو صاحب آدگرنتھ کے صفحہ ۱۳۲ میں فرماتے ہیں:-

ہوئے مسلم دین محلے مرن جیون کا بھرم چکانے

اے اس دنیا کے دکھوں کے سمندر سے پار ہونے والے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ سلامتی اور آرام و آسانی سے ان دکھوں کے سمندر کو عبور کرے تو اس کی ایک ہی راہ ہے کہ تو مسلمان سچا مسلمان ہونے سے تمہاری تمام مشکلات دور ہو جائینگی۔ اب دیکھو یہ شلوک کس قدر صاف اور واضح ہے اور باوا صاحب کا اپنا کلام ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ان کھلی کھلی اور صاف صاف شہادتوں کے سامنے انکار کی کس طرح جرأت ہو سکتی ہے ان شہادتوں سے حضرت باوا صاحب کا اسلام ایسے ہی ظاہر ہے جس طرح روز روشن میں سورج کا وجود خیال کیجیئے کہ اس جگہ حضرت باوا صاحب لوگوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ کہ لوگو! اگر تم مرن اور جیون کے بھرم سے دور رہنا چاہتے ہو۔ اگر تمہیں تناسخ کے چکر سے نجات حاصل کرنی مقصود ہے۔ اگر تم نجات ابدی کے خواہشمند ہو تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ کہتے ہوئے دین اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ اور کوئی راہ نجات کی نہیں ہے۔ اللہ اللہ خداوند تعالے نے آپ کے دل کو کیسا مصفٰی بنا دیا تھا۔ اور کس طرح معرفت تامہ کے رنگ میں رنگین کر دیا تھا۔ ایک شخص ہندوؤں کے گھر میں پیدا ہوتا ہے ہندوؤں کی کتابیں پڑھتا مگر دیکھئے فضل ایزدی کیسا زبردست ہے جو انہیں یوسف کی طرح کوئیں سے نکالتا اور معرفت کی اٹاری پر لا کھڑا کرتا ہے۔ اس بلندی پر متمکن ہو کر وہ خدا کا پیارا مخلوق اللہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ اے لوگو! اگر تم نجات ابدی حاصل کرنا چاہتے ہو تو سوائے اسلام کے تمہیں کہیں بھی نہیں ملے گی۔ اللہ اللہ کیسا پاکیزہ دل کیسا مصفٰے قلب ہے پھر اسی پر ہی بس نہیں ہے۔ آگے باوا نانک صاحب جنم ساکھی کلاں صفحہ ۵۶۴ سطر ۱ میں فرماتے ہیں کہ "مسلمان سوہی ہوتا ہے جو گیان اگن کرن چبن ہوتا ہے" یعنی مسلمان وہی ہے جو خداوند تعالے کی معرفت حاصل کرتا ہے۔ اور اسکی

معرفت اور گیان کی اگنی نے اس کے دل کو مضبوط کر دیا ہو۔ یعنی جو شخص پختگی سے اسلام پر قدم زن ہو۔ پھر اور کسی مذہب یا طریقہ کا اس پر اثر نہیں ہو سکتا اور جو گیان اور معرفت سے مسلمان ہے وہی گیانی ہے۔ اس جگہ آپ خیال فرمائیے کہ حضرت باوا نانک صاحب نے راسخ الاعتقاد مومن کو گیانی کے نام سے پکارا ہے۔ دوسری جگہ گرنتھ صاحب میں لکھا ہے:۔

ہندواناں۔ ترکو کاناں دوہاں نالوں گیانی سیانی

مطلب ہندو تو خدا کی معرفت کی آنکھیں نہیں رکھتا۔ ترک (مراد شاہان مغل سے ہے) کی ایک آنکھ ہے اور ان ہر دو سے گیانی یعنی باعمل مسلمان خردمند اور دونوں آنکھوں والا ہے۔ ہمیں اس کے اظہار میں کوئی روک نہیں کہ حضرت باوا صاحب کے عہد میں شاہان مغلیہ دین کی طرف سے بہت کچھ لاپروا تھے اور اپنے نفس و آرام میں مست تھے۔ آخر کار وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ روحی کے متعلق باوا صاحب یہ ظاہر کر چکے ہیں کہ حضور پُر نور کا دل بالکل صاف اور مطاہر ہے جس کے ذریعہ خدا کے درشن اور خدا کا کلام نصیب ہوتا ہے۔ اس لئے شاہان مغلیہ خواہ اعمال میں کتنے ہی سست تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا تھے لہذا ایک آنکھ والے تھے۔ اور اگر وہ اپنے مذہب پر راسخ الاعتقاد ہوتے۔ تو لاریب حضرت باوا صاحب انھیں دو آنکھوں والا شمار کرتے۔ اب اس جگہ باوا صاحب نے گیانی کو دو آنکھ والا بتلایا ہے اور جنم ساکھی سے یہ بھی طے ہو گیا ہے کہ "مسلمان سوہی ہوتا ہے جو گیان اگن کرن جینت ہے" یعنی مسلمان وہی ہے جو خداوند تعالیٰ کی معرفت سے مستفیض ہو کر راسخ الاعتقاد ہو۔ اس جگہ غور فرمائیے کہ حضرت باوا صاحب کے دل میں مسلمان کی کیسی عزت اور کیسی شان تھی۔ خدا ہم سب کو ایسا ہی مسلمان بنا دے۔ آمین

پھر شری گرنتھ صاحب شلوک محلہ ا صفحہ ۱۹۲ پر درج ہے۔

مسلمان صفت شریعت پڑھ پڑھ کریں وچار

پھر اور ملاحظہ ہو۔ گرنتھ صاحب صفحہ ۱۴۲۹:۔

مسلمان موم دل ہوئے انتر کی مل دلتے دھوئے

مسلمان کی کیا صفت۔ جو شریعت کو پڑھنا اور غور کرنا ہے۔ مسلمان تو نرم دل ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ہر وقت خوف خدا کے نیچے رہتا ہے اور اس کا سینہ گناہوں کی میل سے صاف ہو چکا ہوتا ہے +

پھر جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۴۷ پر یہ لکھا ہے:۔

سچا دین اسلام ہے جو کوکن بانگ اللہ

بلاشبہ اسلام ہی ایک سچا دین ہے جس میں اللہ تعالےٰ کے نام کی بلند آواز سے منادی کی جاتی ہے +

خدا سکھ دوستوں کو ان اقوال کے پڑھنے اور ان پر عمل کرنیکی توفیق دے

عقیدہ شیطان

قرآن شریف فرماتا ہے۔ یٰایھا الناس کلوا مما فی الارض حلالاً طیباً ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن انہٗ لکم عدوٌّ مبین پ ۲ ع

اے لوگو۔ کھاؤ اس چیز سے کہ بیچ زمین کے ہے حلال۔ پاکیزہ۔ اور مت پیروی کرو قدموں شیطان کی۔ تحقیق وہ واسطے تمہارے دشمن ہے ظاہر +

آریہ وغیرہ وجود شیطان سے انکاری ہیں۔ مگر دین اسلام میں شیطان سے جس قدر پناہ مانگی گئی ہے۔ وہ اس امر سے بخوبی ظاہر ہے کہ مسلمان ہر ایک کام کے کرنے سے پہلے "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم" ضرور کہہ لیتے ہیں +

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت باوا نانک صاحب کا عقیدہ شیطان کے متعلق کیا ہے۔ کیا آپ بھی مسلمانوں کی طرح شیطانی وساوس سے پناہ مانگتے ہیں۔ یا آریوں کی طرح شیطان کی ذات سے منکر ہیں۔

جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۷۹ سطر ۱۱ میں باوا صاحب کہتے ہیں:-

سچی سنت ربدی موئے لے آبا نال
جو رکھے موئے امانتی سو خاصا بندا بھال
پھر گیا درگاہ وچ اگے رکھ نسان
اوہ درگاہ ڈھوئی نہ لہن جو راندے شیطان

وہی اللہ تعالے کے مقبول بندے ہیں جو اس کی بتلائی ہوئی سنت پر عمل کرتے ہیں۔ بیشک درگاہ باری میں ان کے لئے عزت ہے۔ البتہ جنہوں نے اس پر عمل نہ کیا۔ سمجھو کہ ان پر شیطان کا غلبہ ہے اور وہ اللہ تعالے کے قرب سے دُور رہیں گے۔

یہ شلوک صاف اور بیّن ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگا لیں کہ حضرت باوا صاحب شیطان کے عقیدہ کے متعلق کیا خیال رکھتے تھے۔ ملاحظہ ہو آدگرنتھ سری راگ محلہ پہلا:-

خصم کی نظریں دلیں پسندی جنہیں اک کر دھیایا
تیہے کر رکھے پنج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائی

مطلب۔ وہی لوگ خداوند تعالیٰ کی نظر میں مقبول ہیں جو صرف ایک خدا کی ہی پُوجا کرتے ہیں تیس روزے رکھتے ہیں اور پانچوں وقت کی باقاعدہ نماز پڑھتے ہیں۔ اس خیال سے کہ شیطان ان کا نام مقبولوں کی فہرست سے نہ کاٹ دے۔ اب غور کرو کہ ایسا عقیدہ رکھنے والا مسلم ہو سکتا ہے یا غیر مسلم۔

پھر وار جتیسری محلہ ۵ میں درج ہے:-

کام کرودھ ہنکار پھریں دوانیاں

بن پورے گورو دیو پھیریں شیطانیاں

مطلب۔ وہ لوگ جو شیطان کے قبضہ میں ہوں سمجھو کہ وہ ناجائز شہوت ناجائز غصہ۔ ناجائز تکبر کے ہاتھوں بکے ہوئے ہیں۔ پھر حضرت باوا صاحب شلوک محلہ ا صفحہ ۱۲۵ میں فرماتے ہیں:۔

بے دنیا کی دوستی بے دنیا کی کھان
صفتیں سار نہ جاندے سدا وسے شیطان

یعنی بے دینوں کی دوستی اور بے دینوں سے ملکر کھانا پینا فضول کیونکہ وہ خدا کی قدرت اور خدا کی صفات سے بے بہرہ ہیں کیونکہ ان کے دل میں تو شیطان بس رہا ہے +

اب اس پر کچھ مزید لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ شیطان کے متعلق حضرت باوا صاحب کا عقیدہ بالکل صاف ہے +

مسلمانوں کی رواداری

یہ امر واقعہ ہے کہ صرف قرآن مجید پہ چلنے اور مسلم ہونے سے ہی قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کے شروع میں ہی اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو یہ دعا سکھلاتا ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔ دکھا ہم کو راہ سیدھی۔ راہ ان لوگوں کی کہ فضل کیا ہے تُونے اوپر اُن کے۔ یہی وجہ ہے کہ باوا نانک صاحب شری گرنتھ صاحب میں فرماتے ہیں:۔

ہوئے مسلم دین مہانے
مرن جیون کا بھرم چکانے

یعنی اے لوگو مسلمان ہو جاؤ۔ تاکہ تناسخ کے وہم سے نجات پاؤ۔ اور خدا

کی جو ادرحمت میں جگہ حاصل کرو۔ پھر قرآن مجید فرماتا ہے کہ خدا کا سچا دین صرف اسلام ہی ہے اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ اور اسی دین پر چلنے سے قرب الٰہی حاصل ہوسکتا ہے۔ اور کوئی دین خدا کے قرب تک نہیں پہنچا سکتا۔ اور سب دین اسلام کے سامنے ماند ہیں چنانچہ اس مضمون کو حضرت باوا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنم ساکھی کلاں صفحہ سطر اول میں فرماتے ہیں:۔

عمل ہندوواں دا ہٹ گیا ودھ گئے مسلمان

یعنی مسلمان اعمال میں بڑھ گئے۔ اس جگہ دیکھئے حضرت باوا صاحب نے کیسے بے لاگ گواہی دی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمانوں نے محض اخلاق اور اعمال صالح سے ہی لوگوں کے دلوں کو تسخیر کیا۔ اگر واقعی ہم سچے مسلمان بنجائیں۔ تو پھر دنیا ہمارے سامنے لونڈی کی طرح ہاتھ باندھے کھڑی ہے مسلمان ہزار نمونوں کا ایک نمونہ ہے۔ ایک مسلمان کی شان اور اس کا اخلاق اس قدر بلند ہے کہ بس راہ چلتا مسافر بھی حلقہ بگوش ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ [illegible] ہمیں سچا مسلمان بنادے۔ پھر حضرت باوا صاحب جنم ساکھی کلاں صفحہ سطر ۲۵ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

آئے ہندوستان وچ تب لاگے کرن وچار
اک رہیا اجمیر وچ اک رہیا مکن پور جائے
رہے ہندوستان وچ فقر اللہ دے ہوئے
زوری ہند نہ جتیا کر زوری رہے کھلوئے
اگے ہوئے اجے پال وسدی سی اجمیر
نانک چیٹک کرموں دے لیکھے پیر کہائے
راجہ پرجہ ہند دا سبھو نویاں آئے

مطلب۔ جب ہندوستان میں یہ بزرگ آئے تو انھوں نے سوچا۔ ایک اجمیر شریف

رہا۔ اور ایک مکن پور* اور انھوں نے اپنے سحر اور جادو سے یعنی ایسی فوق الطاقت اور خارق عادت کرامتوں سے جو انسانی ادراک اور قوت سے بالاتر تھیں ہندوؤں کو اپنے ساتھ شامل کر لیا نہ زبردستی بلکہ کرامت سے۔ اور جوگی اجے پال تھا وہ بھی ان کی قوت قدسیہ کے آگے زیر ہوا۔ اور صرف جوگی جے پال ہی زیر نہیں ہوا۔ بلکہ ہندوستان کے کل بڑے چھوٹے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے گرے اور سب نے آپ کی روحانی قوت کے سامنے سر جھکا دیا۔ یہ ہے ان اشعار کا مطلب*

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان صوفیائے کرام نے ہندوستان کو بزور شمشیر نہیں۔ ان درویشوں کے پاس شمشیر کہاں سے تھی۔ بلکہ بزور روحانیت گرایا۔ اور کیا بڑے اور کیا چھوٹے سب ان بزرگان کرام کی قوت قدسیہ کے سامنے سر بسجود ہوئے اس کے آگے جو شعر ہیں وہ یہ ہیں:۔

قدم ترکاں دا آیا جدوں پایا ہندوستان
ہندو گھٹن دنو دن وَدن مسلمان

جب مسلمانوں نے ہندوستان میں قدم رکھا تو ہندو دن بدن کم ہونے لگے اور مسلمان دن بدن ترقی کرنے لگے۔ ہمیں تو یہی ثابت کرنا تھا کہ ہندوستان میں اسلام بذریعہ شمشیر نہیں پھیلا۔ بلکہ بذریعہ روحانی قوت اور جذب قلبی سے۔ سو ہم نے بخوبی ثابت کر دیا*

اب ایڈیٹر صاحب لائل گزٹ کا ان اشعار کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں۔ تب ہندوؤں کا بھیس کر کے معین الدین شاہ مدار ہندوستان میں آئے خوب حضرت معین الدین اور شاہ مدار کو ایک شخص بتلانا یہ ایڈیٹر صاحب کا ہی کام ہے۔ حالانکہ خواجہ معین الدین چشتی اور شاہ مدار دو الگ الگ

* اجمیر شریف میں رہنے والے بزرگ کا نام حضرت خواجہ معین الدین چشتی۔ اور مکن پور میں ڈیرہ لگانے والے بزرگ کا نام شیخ سلطان محمد خاص الدین ہے۔ رحمۃ اللہ علیہما۔ اصلی لکھن پور ہے

× موجودہ نام شیر پنجاب

بزرگ ہیں جن کے زمانہ ہیں ڈیڑھ سو سال کا فرق ہے۔ ڈیڑھ سو سال کے زمانہ کو ملادینا۔ یعنی چھ سو سال کی چھ صدی اور ساڑھے سات سو سال کی ساڑھے سات صدی کو ایک صدی یا ایک زمانہ کر دینا۔ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ بدیع الدین مدارؒ کو ایک ہی سمجھنا بلاشبہ ایڈیٹر صاحب کی ہی سمجھ پر موقوف ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح حضرت شہاب الدین کے ہندوستان آنے سے قبل کا زمانہ رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کا مشہور الہام رائے پتھی چند کے متعلق یہ تھا:۔

پتھورا را زندہ گرفتیم و دادیم

چنانچہ شہاب الدین غوری کے ہندوستان آنے پر یہ الہام حرف بحرف پورا ہوا۔ اور رائے پتھی چند شہاب الدین غوری کے ہاتھ زندہ گرفتار ہوا۔ مگر حضرت شاہ بدیع الدین مدار۔ حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی اور حضرت قطب جمال الدین احمد ہانسوی اور حضرت نظام الدین دہلوی یہ سب قریباً ہم زمانہ تھے اور یہ زمانہ شاہ شمس الدین التمش کا زمانہ یا مغلوں کے عہد کا شروع تھا۔ ان ہر دو زمانوں میں ڈیڑھ سو سال کا فرق ہے۔

مگر قربان جائیے ایڈیٹر لائل گزٹ کی تاریخ دانی کے کہ وہ اپنے قلم کی ایک جنبش سے ساڑھے سات صدی کو چھ صدی میں تبدیل یا مدغم کر دیتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا کمال ہوسکتا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت شاہ بدیع الدین مدار کو ایک ہی بنا دیتے ہیں۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند پھر آپ فرماتے ہیں کہ حضرت معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ جوگی تھے

* حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے چشتی خاندان منسوب ہے اور حضرت شاہ بدیع الدین مدار رحمۃ اللہ علیہ سے مداری خاندان منسوب ہے اور ہر دو خاندان اب تک موجود ہیں۔

وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ جوگی جے پال حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کے آگے زیر بھی ہو گیا۔ اور راعی و رعایا دراجہ پرتھی راج) حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی قوت قدسی کے سبب اُن کے پاؤں پر گر پڑے۔ پھر لکھتا ہے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اور جوگی جے پال کا باہم میل ملاپ تھا۔ کیونکہ یہ ہر دو اپنی اپنی جگہ بزرگ تھے اور ایک کے دوسرے سے ملنے میں کوئی عیب نہیں وارد ہوتا۔ مگر یہ بات کہ حضرت خواجۂ خواجگان معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے جوگی مت سے ہمدردی کی یہ غلط اور حضرت خواجہ صاحب کی شان سے بعید ہے آپ کو معلوم نہیں کہ جوگی جے پال مسلمان ہوا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ نام رکھا اور خود راجہ رائے پرتھی چند کی دختر مسلمان ہوئی جس کا نام جمال رکھا گیا یہ حافظ قرآن ہوئیں اور حافظ جمال کے نام سے مشہور اور اولیاء اللہ میں شمار ہوئیں ان کا مزار شریف موجود ہے اور ہزاروں آدمی زیارت کو جاتے ہیں۔ اس قسم کی ہمدردی تو شرعاً جائز ہے ان دونوں کے مسلمان ہونے پر آتش حسد و بغض بھڑک اُٹھی اور راجہ رائے پرتھی چند نے خواجہ علیہ الرحمۃ کو سزا دینا اور قتل کرنا چاہا۔ تو حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کو الہام الٰہی ہوا کہ پتھورا را زندہ گرفتیم و دادیم چنانچہ اسی وقت شہاب الدین روانہ ہوا اور بہت جلد راجہ رائے پرتھی چند کو زندہ گرفتار کر لیا۔ یہ تاریخی واقعات ہیں جو کتابوں میں درج ہیں اور اس تواتر سے ہیں کہ انکار کی گنجایش نہیں ہے یہ ایسی بے ثبوت بات نہیں۔ جیسے ملا جیون مکہ میں اور بادشاہ لاجورد جنس میں۔ اور جولہ آسمان پر +

کیسی مزہ کی بات ہے کہ بقول ایڈیٹر صاحب حضرت قبول کرتے ہیں جوگی مت۔ مگر پھیلاتے ہیں اسلام۔ راجپوتانہ اور تمام ہندوستان میں آج کئی کروڑ مسلمان نظر آتے ہیں یہ سب قوت قدسیہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی برکت اور فیض سے ہے۔ اسلام میں یا اجمیر یا اس کے علاقہ راجپوتانہ میں کوئی جوگی نظر نہیں آتا۔ جیسے مکہ مدینہ اور تمام جزیرہ عرب

ہیں کوئی سکھ دھرمی دکھائی نہیں دیتا ہے اگر جوگی بننے سے مبلغ اسلام مراد ہے۔ تو اس طرح اڈیٹر صاحب تمام مسلمانوں کو جوگی کہہ سکتے ہیں۔

صوفیائے کرام اور حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ

حضرت باوا صاحب نے اپنی عمر میں کسی پنڈت وغیرہ سے کوئی میل جول نہیں رکھا مگر برخلاف اس کے مسلمان صوفیا سے حضرت باوا صاحب کا کثرت سے میل جول رہا ہے جیسا کہ جنم ساکھیوں وغیرہ میں شیخ فرید صاحب سے حضرت باوا صاحب کی گفتگو اور اکٹھے ملکر سفر وغیرہ کرنے کا ذکر آتا ہے ایک تو حضرت فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ گذرے ہیں جن کا مزار مبارک پاک پٹن میں واقعہ ہے اور یہ بزرگ حضرت باوا صاحب سے تقریباً چار صد سال پیشتر ہو گذرے ہیں۔ جنم ساکھی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک اہل صفا ولی اللہ حضرت شیخ فرید کے ساتھ حضرت باوا صاحب کی ملاقات ہوئی۔ ہوسکتا ہے کہ یہ حضرت شیخ فرید کوئی دوسرے بزرگ ہوں یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ سے ہی حضرت باوا صاحب نے کشفی رنگ میں ملاقات کی ہو۔ بہر حال جنم ساکھی میں حضرت شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے باہمی سلوک اور برتاؤ کو ان الفاظ سے ظاہر کیا گیا ہے جنم ساکھی بھائی بالا صک ۳۶ سطر ۲۹ میں لکھا ہے کہ

حضرت باوا صاحب اور شیخ فرید باہمی ملکر بہت ہی خوش ہوئے:۔

تاں بابا نانک جی تے شیخ فرید ساری رات باہر ہی اکٹھے جنگل وچ رہے۔ تاں اک بندہ خدا ئیدا آئے نکلیا۔ اتے دوہاں نوں اکٹھا ویکھ کر اپنے گھر نوں اُٹھ۔ جائیکر اک تنلیا ج دودھ دا بھر کر لے آیا۔ اور اس تنلیاج وچ چار مہراں بھی پا کے لے آیا پچھلی

رات نال شیخ فرید ہوراں اپنا حصہ پی لیا نے گورو نانک جی دا حصہ رہن دتا "

اب اس سے صاف ظاہر ہے کہ شیخ فرید اور حضرت باوا نانک صاحب کی باہمی اس قدر محبت اور اُلفت تھی کہ دونوں نے جنگل میں ہی تمام رات گیان دھیان اور معرفت کی باتیں کرتے ہوئے گذار دی۔ اور ایک شخص دو خدا کے پیاروں کو جنگل میں اس طرح گیان دھیان اور معرفت کی باتیں کرتے ہوئے دیکھ کر اپنے گھر سے ایک دودھ کا کٹورا بھر کر لے آیا۔ اور شیخ فرید صاحب نے خوشی سے اس دودھ سے اپنا حصہ پی لیا۔ اور حضرت باوا صاحب کا حصہ رہنے دیا +

اس سے دو باتیں ظاہر ہیں ایک یہ کہ حضرت باوا صاحب کی شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی محبت تھی۔ حالانکہ ہم حضرت باوا صاحب کی تمام زندگی پر نظر ڈالتے ہیں۔ اور ہمیں کہیں بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت باوا صاحب نے کسی ہندو پنڈت یا پوجاری سے بھی محبت کی ہو۔ بلکہ جنم ساکھی اور گرنتھ صاحب سے تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس تیرتھ وغیرہ پر حضرت باوا صاحب جاتے۔ وہاں پانڈوں وغیرہ کو بُت پرستی سے روکتے اور پانڈے اس بات کو بہت ہی بُرا مناتے۔ حتیٰ کہ باوا صاحب کو اس جگہ سے زبردستی نکال دیتے۔ مگر دوسری طرف شیخ فرید سے باوا صاحب اور باوا صاحب سے شیخ فرید ایسی محبت کرتے ہیں کہ گویا دونوں عارف اور زاہد ایک ہی ہیں۔ اور پھر جس کٹورا سے شیخ فرید دودھ پیتے ہیں۔ حضرت باوا صاحب خوشی سے اس کٹورہ سے بقیہ دودھ پی لیتے ہیں۔ آجکل کے ہندوؤں کی طرح کوئی پرہیز نہیں کرتے۔ اب اس سے ہی سمجھ لو۔ کہ حضرت باوا صاحب ہندو اور مسلمانوں میں سے کس کے ساتھ زیادہ محبت اور پیار کرتے تھے +

پھر لکھا ہے کہ حضرت باوا صاحب اور شیخ فرید صاحب نے اکٹھے

آسام دیش کا لمبا سفر کیا۔ اب صاف ظاہر ہے کہ شیخ فرید کے ساتھ باوا صاحب کا ایک لمبا سفر کرنا اور دونوں نے مِلکر اپنی معرفت اور گیان سے لوگوں کی اصلاح کرنا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا مشن ایک ہی تھا۔ ورنہ تم نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا کہ پنڈت اور مولوی اکٹھے مِلکر سفر کریں۔ اور اکٹھے مِلکر لوگوں کو خدا کی معرفت سے آگاہ کریں۔ یہ مشکل ہے۔ ہمیں کہیں یہ دکھائی نہیں دیتا کہ حضرت باوا صاحب نے پنڈت کشن چند یا ہردیال سے مِل کر بھی کوئی سفر کیا ہو اور دونوں کی متفقہ کوشش سے لوگوں کی اصلاح ہوئی ہو۔ اب شیخ فرید صاحب کے ساتھ مِلکر حضرت باوا صاحب کا سفر کرنا۔ اس سے سمجھ لو۔ کہ حضرت باوا صاحب پنڈت ہردیال کی روش کو پسند کرتے تھے یا شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ کی طرز کو:۔

پھر آگے چلکر جنم ساکھی کلاں ص۳۶۵ سطر ۴ میں لکھا ہے کہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ فرید کو مخاطب کر کے کہا:۔

"تاں سری بابے جی آکھیا۔ شیخ فرید جی نساں وچ خدائے صحیح ہے۔ تاں شیخ فرید نے ودیا منگی۔ تاں شیخ فرید چلدے وقت گل وچ باہاں پا ئیکر ملے۔ تاں گوروجی نے اک شبد وچاریا۔ سری راگ محلہ پہلا:۔

آؤ بھینوں گل ملو انگ سہیلڑیاں
مِلکر کرو کہانیاں سمرتھہ کنت کی آہ
ساچے صاحب سب گن اوگن سبہ اساہ

کرتا رسب کو تیرے جور۔ اک شبد وچاریئے۔ جاتوں تاں کیا ہور"

مطلب۔ باوا صاحب نے شیخ فرید کو کہا کہ آپ میں یقینی خدا ہے۔ اور شیخ فرید نے باوا صاحب سے جانے کے لئے اجازت چاہی۔ اور پھر شیخ فرید

رخصت ہوئے۔ اور رخصت ہونے وقت باوا صاحب اور شیخ فرید بغلگیر ہوئے اور گورو جی نے ایک شبد کہا۔ سری راگ محلہ پہلا:۔
مطلب۔ بھینوں آؤ بغل گیر ہو کر ملیں۔ کیونکہ ہم دونوں کا پیار قدیم سے ہے۔ آؤ ہم ملکر اس قادر مطلق کی حمد وثنا گائیں۔ کیونکہ تمام تعریف اسی کے لئے ہے۔ اگر اور کسی چیز میں تعریف کی کوئی جھلک پائی بھی جاتی ہے تو وہ صرف اس خداوند کی ہی دی ہوئی نعمت ہے۔ بیشک تمام تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ اب گورو صاحب کا شیخ فرید سے اس پیار و محبت کے ساتھ پیش آنا۔ اس قدر رفاقت اور لگاؤ کا اظہار کرنا یہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے خیالات کا صاف و شفاف آئینہ ہے۔ پھر باوا صاحب کا شیخ فرید سے یہ کہنا کہ آپ میں خدا کا نور ہے۔ اب جس شخص کی پیروی سے شیخ فرید نے یہ نور حاصل کیا وہ تو سبحان اللہ نورٌ علےٰ نور ہوگا یہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ روحی کی قدسی قوت کی گواہی ۔

پھر جنم ساکھی صہ ۲۱۲ میں حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ باوا فرید اپنے وقت کا سب سے بڑا خدا کا بھگت تھا۔ آپ لوگ جانتے ہیں کہ حضرت باوا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا عقیدت اور ارادت تھی۔ حضرت باوا فرید رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے وقت میں سب سے بڑا بھگت ہونا۔ اس سے آپ اندازہ لگالیں کہ باوا فرید جس خدا کے بھگت کا نام لیوا تھا اس کی شان کس قدر بلند اور ارفع ہوگی ۔

جنم ساکھی بھائی بالا کے صہ ۴۵۵ پر پیر جلال الدین کی ساکھی "باحال ہے" اس میں پیر جلال الدین صاحب کی بڑی تعریف کی گئی ہے بھائی بالا بتلاتا اور سکھوں کے دوسرے گورو شری گورو انگد جی مہاراج اس حال کو قلم بند کرتے ہیں کہ پیر جلال الدین صاحب نے باوا نانکؒ کو دیکھ کر کہا :۔
السلام علیکم یا درویش۔ تو بابا نانک صاحبؒ نے جواب میں کہا

وعلیکم السلام پیر جلال الدین قریشی۔ تاں سری گورو جی نال دست پنجہ (مصافحہ) لیکر بیٹھ گئے۔" جنم ساکھی کلاں صہ ۲۵۵ سطر ۲۲ +

اب اس جگہ دیکھو پیر جلال الدین صاحب نے باوا نانک کو دیکھ کر کہا السلام علیکم یا درویش۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ کبھی مسلمان نے ہندو کو السلام علیکم نہیں کہا ہوگا ہندو اور مسلمان کی صورت ہی چھپی نہیں رہتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت باوا صاحب نہ صرف باطن سے ہی مسلمان تھے بلکہ اپنا ظاہر رہن سہن بھی ایسا رکھا ہوا تھا کہ ایک انسان بادی النظر میں ہی معلوم کر جاتا تھا کہ یہ کوئی خدا کا پیارا حاجی درویش ہے۔ تبھی تو پیر جلال الدین صاحب نے باوا صاحب کو دیکھ کر کہا کہ السلام علیکم یا درویش۔ آج تک ہم نے کبھی نہیں سُنا کہ کسی مسلمان نے ہندو کو السلام علیکم کہا ہو اور پھر حضرت باوا صاحب بھی یہ نہیں۔ کہ السلام علیکم سُنکر خاموش ہو جاتے ہیں۔ بلکہ انشرح صدر سے یہ جواب دیتے ہیں "وعلیکم السلام یا پیر جلال الدین قریشی" +

اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت باوا صاحب کے دل میں السلام علیکم کی کس قدر عظمت اور قدر تھی۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت باوا صاحب اس سے پہلے پیر جلال الدین قریشی سے واقف تھے اور پیر جلال الدین باوا صاحب سے راہ رسم رکھتے تھے۔ تبھی تو ایک نے دوسرے کا نام لیکر پکارا۔ اور السلام علیکم وعلیکم السلام کہا۔ آپ نے کبھی نہیں پڑھا ہوگا کہ کبھی حضرت باوا صاحب نے متھرا یا ہردوار یا جگن ناتھ وغیرہ میں جا کر پنڈتوں کو جے سیتا رام یا نمستے وغیرہ کہا ہو۔ اس سے اندازہ لگا لو کہ حضرت باوا صاحب کس عقیدہ کو پسند فرماتے تھے۔ السلام علیکم یا جے سیتا رام کو۔ اور جس پیر کا ذکر کیا گیا ہے جس کے ساتھ حضرت باوا صاحب کی السلام علیکم اور وعلیکم السلام ہوئی۔ اس پیر کے مستجاب الدعوات ہونے کے متعلق گورو انگد رحمۃ اللہ علیہ جنم ساکھی کلاں میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

ہاں پیر جلال الدین سمندر دے کنڈھے اوپر آیا۔ تاں اک جہاز ڈبن لگا۔ تاں پیر جلال الدین نے خدا کنے حضور دُعا کی تا پھر او جہاز ڈبا ناہیں" جنم ساکھی کلاں صفحہ ۴۵۶ سطر ۸ +

اب اس سے اندازہ لگا لیں کہ حضرت باوا صاحب کی ایسے مقبول بارگاہ ایزدی سے رفاقت کیا ظاہر کرتی ہے۔ تمام جنم ساکھی تمام گرنتھ صاحب سے ہمیں کہیں یہ دکھلایا جائے کہ کسی جگہ کسی پنڈت نے بھی اپنی پرارتھنا کے ذریعہ ایک ڈوبتی کشتی کو بھی بچایا ہو۔ اور اس کا تذکرہ گرنتھ یا جنم ساکھی میں موجود ہو۔ جیسا کہ پیر جلال الدین کی دُعا سے ڈوبتے جہاز کا بال بال بچا اور پیر جلال الدین کا حضرت باوا نانک کو السلام علیکم کہنا۔ اور حضرت باوا صاحب کا پیر صاحب موصوف کو وعلیکم السلام کہنا وغیرہ۔ بعض جنم ساکھیوں میں وعلیکم السلام کی بجائے الکھ کو سلام بھی درج ہے۔ مگر آؤ اب ہم جنم ساکھی کی اوراق گردانی کریں اور دیکھیں کہ کیا دوسری جگہ جب باوا صاحب باہم مسلمانوں سے ملے ہیں تو انھوں نے السلام علیکم کے جواب میں الکھ کو سلام کہا یا صاف الفاظ میں وعلیکم السلام کہا اگر زیادہ صاف الفاظ میں وعلیکم السلام دکھا دیں تو پھر ہر ایک حق پسند کو یہ ماننا پڑے گا کہ یہاں وعلیکم السلام کی جگہ الکھ کو سلام لکھنا صریح کاتب کی غلطی ہے یا تحریف سے کام لیا گیا ہے دیکھو جنم ساکھی صفحہ ۱۳۷ +

جد رکن دین قاضی مکہ دا نماز پڑھانے واسطے آیا تو قاضی رکن دین دے بابے وی السلام علیکم ہوئی +

اسکے جواب میں باوا صاحب نے یہ نہیں کہا الکھ کو سلام بلکہ باہم السلام علیکم علیکم ہوئی۔ صاف ظاہر ہے کہ قاضی صاحب نے باوا صاحب کی ظاہری شکل و شباہت اور طرز انداز سے آپ کو مسلمان یقین کیا۔ تب ہی تو السلام علیکم کہا لیجئے اب ہم اس سے بھی بڑھ کر زبردست حوالہ پیش کرتے ہیں دیکھو جنم ساکھی صفحہ ۵۹۲

"اُمادے گھاں (عمر خاں) شیخ مالو (امان اللہ) دا یار آیا اسنے رہن والا سوڑباں واسی۔ اس نے سنا جو نانک فقیر آیا ہے۔ تاں اس نے سری گورو نانک جی کو کہا نانک جی السلام علیکم۔ تاں سری گورو جی نے کہا آؤ امادے کھاں (عمر خاں) وعلیکم السلام آیئے بیٹھئے خاں صاحب"+

دیکھئے کیسی صاف اور صریح عبارت ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ نہ تو عمر خاں نے ناواقفی سے باوا صاحب کو السلام علیکم کہا اور نہ گورو صاحب نے بیعلمی سے وعلیکم السلام کہا بلکہ یہ دونوں پہلے سے ہی ایک دوسرے کے واقف تھے تبہی تو السلام علیکم کے ساتھ عمر خاں نے صاف طور پر نانک صاحب کا نام لیا اور باوا صاحب نے بھی السلام علیکم کہہ کر خان صاحب کو بیٹھنے کے لئے کہا۔ ایک مسلمان ہرگز کسی ہندو کو السلام علیکم نہیں کہے گا۔ عمر خان کا باوا صاحب کو السلام علیکم کہنا یہ صریح اس امر کی دلیل ہے کہ عمر خان جانتا تھا کہ باوا صاحب مسلمان ہیں اور آپ کو السلام علیکم کہنا چاہیئے۔ . . غور کرو کیسا صاف حوالہ اور عبارت ہے+

باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے چلّے

جو انھوں نے اسلام کے مشہور اولیاء اور صلحاء کے مقام پر بغرض استفادہ روحانی کئے

باوا صاحب نے بمقام سرسہ شاہ عبدالشکور شاہ کی خانقاہ پر چالیس روز تک ایک چلہ کیا۔ جیسا کہ صلحاء مسلمانوں کی سنت ہے مسجد کے قریب ایک خلوت خانہ بنا کر اس میں نماز نوافل پڑھتے اور فرائض پنجگانہ باقاعدہ جماعت کے ساتھ ادا کرتے رہے اور محض اسی غرض سے انھوں نے اپنا خلوت خانہ رو بقبلہ بنایا

تاکہ یہ بھی مسجد کا ایک حجرہ بن جائے۔ اب اس خانقاہ کا نام چلہ باوا نانک کر کے مشہور ہے پنجاب اور سندھ و دیگر ممالک سے گروہ در گروہ لوگ بغرض درشن و زیارت چلہ صاحب آتے ہیں اور بہت کچھ زر و مال چڑھاتے ہیں۔ اور یہ روپیہ اُن مجاورن مسلمانوں کو ملتا ہے جو شاہ عبدالشکور شاہ صاحب کی خانقاہ پر متقرر ہیں۔ ذرا غور سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ باوا صاحب عبدالشکور شاہ صاحب کی خانقاہ کے نزدیک اس واسطے اپنا چلہ کیا کہ باوا صاحب عبدالشکور شاہ صاحب کے کامل ولی ہونے پر پُورا پُورا بھروسہ رکھتے تھے۔ اور اس بات پر انھیں یقین تھا کہ اولیاء کے مقامات پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوا کرتی ہیں اور وہ زمین نہایت مبارک اور پوتر ہوتی ہے جس جگہ اللہ تعالےٰ کے پیارے بسیرا لیتے ہیں سو محض اس غرض سے انھوں نے اپنا خلوت خانہ خانقاہ کے قریب عبادت کے لئے بنایا۔ صرف اسی پر ہی اکتفا نہیں بلکہ باوا صاحب نے بعض اور مشاہیر بزرگانِ اسلام کی خانقاہوں پر بھی چلے کئے ہیں چنانچہ ایک چلہ بمقام پاک پٹن اور ایک چلہ بمقام ملتان اور ایک چلہ حضرت معین الدین چشتی کی خانقاہ بمقام اجمیر کیا۔ باوا نانک جی اس بات کے قائل تھے کہ نبیوں ولیوں اور اکابروں کے مقاموں پر ہمیشہ اللہ تعالےٰ کی رحمتیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔ اس لئے وہ بزرگوں کے مقابر پر جاکر بصد شوق چلہ کشی کرتے اور خشوع و خضوع سے اللہ تعالےٰ کے حضور دعائیں مانگتے۔ باوا صاحب نے ملتان میں روضۂ مبارک حضرت شاہ شمس تبریز پر چالیس روز تک جو چلہ کیا تھا۔ اس کا نقشہ ملاحظہ ہو
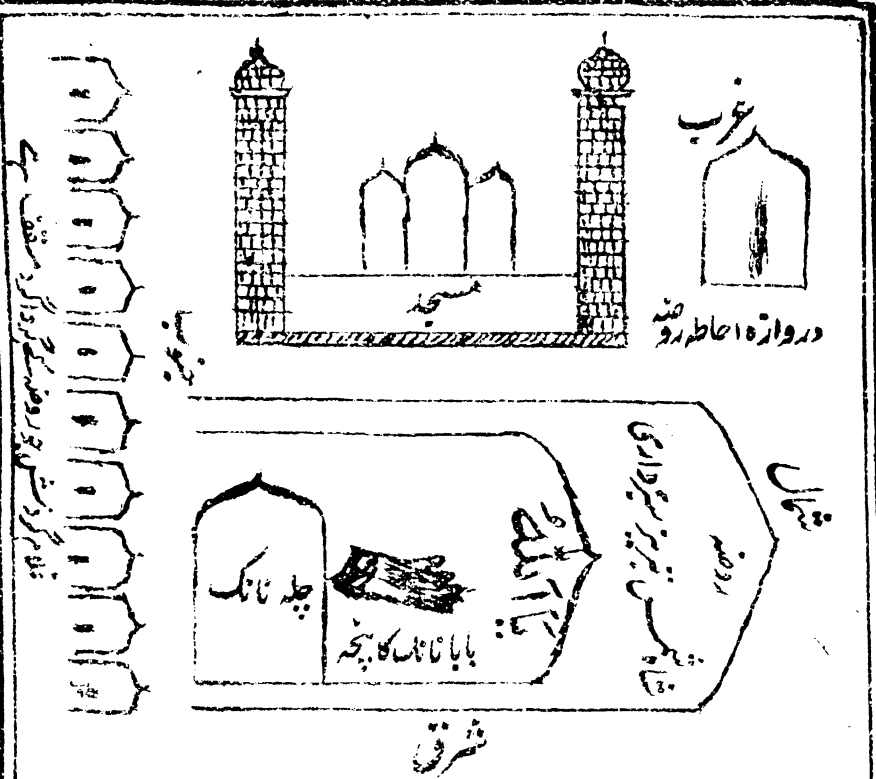
دیکھو روضہ کے جانب جنوب میں وہ مکان ہے جو چلہ نانک کہلاتا ہے
روضہ کی دیوار جنوب میں ایک مکان محرابدار دروازہ کی شکل کا بنا ہوا ہے اسپر
اَللّٰہُ کا لفظ لکھا ہوا ہے اور ساتھ ہی اس کے ایک پنجہ بنا ہوا ہے اس
شکل پر یا اللہ۔ اس جگہ کے ہندو مسلمان اس بات پر اتفاق رکھتے
ہیں کہ یہ لفظ یا اللہ کا باوا صاحب نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ و پنجہ کی شکل
بھی اپنے ہاتھ سے بنائی تھی۔ دیوار کے ساتھ بائیں دیوار میں ایک جگہ جو ڈیڑھ
گز قریب طول میں اور ایک گز عرض میں ہے۔ اور یہ بات ہندو مسلمان
کے نزدیک مسلم ہے کہ اس جگہ باوا نانک جی چالیس روز تک چلہ میں بیٹھے تھے
چنانچہ ہندو اس جگہ کو متبرک سمجھ کر زیارت کرنے کو آتے ہیں اور ایسا ہی سکھ
بھی زیارت کے لئے ہمیشہ آتے جاتے ہیں۔ اس روضہ کے اندرونی احاطہ
میں ایک مسجد ہے جو نقشہ میں دکھائی گئی ہے۔ اور وہ باوا نانک صاحب کے

چلہ کے بہت ہی نزدیک ہے صرف پانچ چھ قدم کا فرق ہے اور باوا صاحب کا یہ مکان چلہ رو بقبلہ ہے ہم پہلے یہ بھی لکھ آئے ہیں کہ باوا صاحب کا وہ مکان چلہ بھی جو سرسہ میں بنا ہوا ہے رو بقبلہ ہے اور یہ چلہ بھی رو بقبلہ باوا صاحب نے بنایا۔ تا نماز پڑھنے میں آسانی ہو۔ اور مسجد کے قریب بنایا تا غرضی نمازیں جماعت کے ساتھ مسجد میں سہولت سے ادا کی جا سکیں۔ اب ان روشن ثبوتوں کے مقابل پر باوا صاحب کے اسلام سے انکار کرنا گویا دن کو رات کہنا ہے۔ اور روضہ کے گرداگرد ایک مکان بنا ہوا ہے جس کو یہاں کے لوگ غلام گردش کہتے ہیں جس کا نمونہ نقشہ میں علیحدہ دکھلایا گیا ہے باوا صاحب کی جائے نشست غلام گردش کے اندر ہے اور وہاں کے مجاوروں میں عام طور سے یہ بات مشہور ہے کہ جب باوا صاحب بیت اللہ شریف سے واپس تشریف لائے تو حج خانہ کعبہ سے فراغت کرنے ہی ملتان میں آ گئے۔ جائے غور ہے بیشک یہ شخص فنا فی اللہ ہو چکا تھا۔ خدا جوئی کی آگ کیسی اور کس قدر اس کے دل میں جوش زن تھی اور کس زور شور سے اس کے اندر یہ آگ بھڑک رہی تھی۔ اور وہ کیا شے تھی جو اس کو ایسے آرام کر رہی تھی۔ جو مکہ معظمہ میں مدت دراز تک رہ کر پھر نہ چاہا کہ گھر میں جا کر آرام کرے اور بچوں کی محبت میں مشغول ہو۔ بلکہ سیدھا ملتان میں پہنچا اور شاہ شمس تبریز کے روضہ کے قریب دو چار میں ریاضت اور مجاہدہ شروع کیا۔ اور باوا صاحب جب چلہ میں بیٹھے تو ان کا ورد خدا تعالے کے ناموں میں سے ھُو کے نام کا ورد تھا۔ اور شاہ شمس تبریز کا بھی یہی ورد تھا۔ اور اکثر وہ یہ مصرع پڑھا کرتے تھے:۔

مصرع: یا ھُو و یا مَن ھُو دگر چیزے نمے دانم

اور پھر وہاں کے مجاوروں کا یہ بھی بیان ہے کہ ان کا دادا مسمی بھائی سوبھا بھی حضرت شاہ شمس تبریز صاحب کے سلسلہ میں مرید تھے اس لئے

باوا نانک صاحب بھی اسی سلسلہ میں مرید ہوئے یہ تو وہاں کے سجادہ نشین صاحب کا بیان ہے جو ملتان کے رئیس بھی ہیں مگر اس کے مطابق دیگر مجاور بھی جو خاص مجاور روضہ موصوفہ کے ہیں گواہی دیتے ہیں کہ یہ ایک مشہور واقعہ متواتر روایتوں سے چلا آتا ہے اور عوام و خواص از ہندو و مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ روضہ موصوفہ کے ساتھ باوا صاحب نے ایک خلوت خانہ بنا کر چالیس روز تک اس میں چلہ کیا تھا اور دیوار پر یا اللہ لکھا ہوا اب تک موجود ہے اور ساتھ اس کے پنجہ ہاتھ کی شکل کا بنا ہوا ہے جو دونوں یادگاریں بھی باوا نانک صاحب کے ہی ہاتھ کی ہیں ہندو لوگ باوا صاحب کی تحریر اور نشان کی بہت تعظیم کرتے ہیں +

حضرت باوا صاحب کے اقوال کا ماخذ قرآن مجید ہے

جنم ساکھی بھائی بالا والی صفحہ ۱۳۵ پر درج ہے اللہ تعالیٰ نے (حضرت) محمد مصطفیٰ نوں دنیا دے ادھار لئی بھیجیا۔ اللہ تعالیٰ نے باوا نانک جی نوں آکھیا تیس سیپارے قرآن شریف دے ہیں چار کوٹ وچ رناسے۔ اور ایک ہی نام کی مہما کرو اور دوسرا میرا کوئی شریک نہیں۔ سو یہ حکم نانک درویش نوں آیا ہے کہ تو جگت میں جاکر اس داڈھنڈورا پھیر جو کوئی حق راستی پر چلو وے گا سوئی پار ہووے گا ۔؛

مطلب۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے باوا نانک جی کو کہا کہ قرآن مجید کے تیس پارے ہیں۔ اے نانک کل عالم میں اس کی تبلیغ کرو۔ اور جو حق کو قبول کرے گا وہی نجات پائے گا۔" آگے جاکر اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ باوا صاحب نے ایک قاضی صاحب کو کہا۔ چونکہ قرآن مجید زبان عربی میں ہے اور ہندو لوگ زبان عربی کو نہیں

جانتے۔ اس لیئے وہ خدا کے کلام سے مستفیض نہیں ہو سکتے +

اس کے بعد حضرت باوا صاحب قرآن مجید کی مقدس آیتوں کا ہندی زبان میں ترجمہ کر کے ہندوؤں کے کانوں تک پہنچایا۔ تاکہ ہندو لوگ خدا کے کلام سے فایدہ اُٹھا سکیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باوا صاحب کا یہ منشا تھا۔ کہ ہندو دوستوں کو آہستہ آہستہ اسلام کی طرف لایا جائے تاکہ ان کا تعصب دور ہو۔ اب ہم اس جگہ بطور مشتے نمونہ از خروارے ایک طرف باوا صاحب کے اقوال درج کرتے ہیں اور دوسری طرف قرآن مجید کی آیات۔ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ باوا صاحب کا کلام ہو بہو قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ ہے +

باوا نانک صاحب کے اقوال	قرآن مجید کی آیات
سوچے سوچ نہ ہووئی جے سوچے لکھ وار قیاس کرنے سے پرمیشر کا قیاس نہیں ہو سکتا خواہ لاکھوں بار قیاس کریں +	بقرع ۳۴ - وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖ اور نہیں احاطہ کر سکتے ساتھ کسی چیز کے علم اس کے سے +
اوہ ویکھے اونہاں نظر نہ آوے بہتا ایہو وڈان وہ (یعنی پرمیشر) دیکھتا ہے اپنی مخلوق کو۔ مگر مخلوق اس کو نہیں دیکھ سکتی۔ یہ بڑا بھارا تعجب ہے	انعام ع ۱۲ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ اس کو کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ مگر وہ لوگوں کی نظروں کی حقیقت کو خوب جانتا ہے اور وہ باریک بین ہے +
دیندا دیہہ لیندے تھک پاہیہ ۔	آلِ عمران ع ۳ وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَاءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۞

دیبنے والا واتا اس قدر زیادہ دیتا ہے
کہ لینے والے تھک جاتے ہیں۔
سبھناں جیاں دا اکو داتا
تمام ہی جانداروں کا ایک ہی رازق ہے

نانک کاغذ لکھ مناں پڑھ پڑھ
کیجے بھاؤ مسو توٹ نہ آوئی
لیکھن پون چلاؤ ؎
بھی تیری قیمت نہ پوے
ہاں کے وڈ آکھاں ناؤں
اگر کاغذ لاکھوں من ہو دیں اور
پریم سے پڑھے جاویں۔ سیاہی بھی ختم نہ ہو
کاتب بھی ہوا کی طرح زود نویس ہو پھر
بھی اے اکال پورکھ تیری قیمت نہیں کر
سکتے ہیں۔ کس قدر بڑائی کروں۔
کیتا پساؤ ایک کواؤ
تس تے ہوئے لکھ دریاؤ
تمام سرشٹی کو ایک شبد سے
پرماتما نے کیا ہے اور اس سے لاکھوں
جزیرے سیارے ستارے بن گئے ؎
اوچو تھان سوہاوناں اوپر محل مراں

۱ اللہ رزق دیتا ہے بغیر حساب کے
جس کو چاہے

ہود ع۔ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْاَرْضِ
اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔
اور نہیں کوئی جاندار زمین پر مگر اللہ
پر ہے روزی ؎
لقمان ع۔ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ
مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ
يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا
نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؎
اور اگر ہو یہ کہ جو کچھ بیچ زمین کے ہے
درختوں سے قلمیں۔ اور دریا ہو سیاہی
کا اس کے پیچھے ہوں سات سمندر
سیاہی کے نہ تمام ہو ویں کی باتیں
اللہ کی ؎

بقرع ۱۴ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا
يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ؎
جس وقت ارادہ کرتا ہے کسی امر کا۔ پس
سوائے اسکے نہیں کہتا ہے واسطے [illegible]
ہو۔ وہ ہو جاتی ہے ؎
اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ

باوا نانک صاحب کے اقوال	قرآن مجید کی آیات
اُچ کرنی تے پایئے درگھر محل پیار یعنی وہ بہشت اونچا مکان ہے اسکی عمارتیں خوبصورت ہیں۔ اور راستبازی سے وہ مکان ملتا ہے۔ اور پیار اس محل کا دروازہ ہے جس سے لوگ گھر کے اندر داخل ہوتے ہیں ۔	حسنت مستقرا ومقاما۔ یعنی جو لوگ راستباز ہیں اور خدا سے ڈرتے ہیں انھیں بہشت کے بالاخانوں میں جگہ دی جائے گی۔ جو نہایت خوبصورت مکان اور آرام کی جگہ ہے ۔
کیتا آکھن آکھیئے آکھن توٹ نہ ہو منگن والے کیتڑے داتا ایکو سو جس کے جیا پران ہیں من وسے کہ ہو یعنی کس قدر کہیں کہنے کی انتہا نہیں۔ کس قدر مانگنے والے ہیں اور دینے والا ایک ہے جس نے روحوں اور جسموں کو پیدا کیا وہ دل میں آباد ہو جائے تو آرام ملے ۔ اس جگہ باوا صاحب نے آریہ مذہب کی بھی تردید فرمائی ہے۔ جو ارواح اور مادہ کو خدا کی مخلوق نہیں مانتے ۔	وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۔ وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا یعنی زمین پر کوئی بھی ایسا چلنے والا نہیں جس کے رزق کا خدا آپ متکفل نہ ہو۔ وہی ایک سب کا رب ہے۔ اور اس سے مانگنے والے تمام زمین و آسمان کے باشندے ہیں۔ جان کی قسم ہے۔ اور اس ذات کی۔ جس نے جان کو اپنی عبادت کے لئے ٹھیک ٹھیک بنایا کہ وہ شخص نجات پاگیا جس نے اپنی جان کو غیر کے خیال سے پاک کیا ۔
جو تدھ بھاوے سائی بھلی کار	کہف ع۵ مَا شَاءَ اللَّهُ ۔ بِيَدِكَ الْخَيْرُ

اے مالک جو تجھ کو بھاوے وہی بھلا کام ہے +

دھر ترازو تولئے
تویں سو گورا ہوئے

ترازو یعنی تکڑی میں رکھ کر وزن کئے جاوینگے۔ جو تویں گا۔ یعنی بھاری ہوگا۔ وہی فلاح پاوے گا +

وڈا صاحب وڈی نائی

بہت بڑا ہے وہ مالک اور بہت بڑا ہے اُس کا نام +

رمیا کے گُن چیت پرانی

اے انسان پرماتما کے گنوں کو یاد کر

ابجھ نرگن گُن کچھو نہ سوجھے

یہ نرگن انسان پرماتما کے کچھ گن نہیں جان سکتا +

سکھ دائی پون پاوک املا

سکھ کے دینے والی ہوائیں اور آگ امولک تجھ کو ملی ہیں +

رنگی رنگی بھانتی کر کر
جنسی مایا
جن اوپائی

وہ جو کچھ چاہے خدا۔ بیچ ہاتھ تیرے کے ہے نیکی +

اعراف ع۔ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ +

وزن ہونا اس دن کا حق ہے پس جو بھاری ہوگا وزن اُن کا وہ لوگ فلاح پاوینگے +

بقرع ۳۴۔ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ
اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔

وہ بڑا عظیم ہے۔ اللہ بہت بڑا ہے

مائدہ ع ۲۔ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو جو تم پر ہیں +

الحج ع۔ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ

نہیں قدر جانی خدا کی حق قدر اس کے کا +

الحجر ع۔ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ
الواقعہ ع۔ اَلنَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ

اور بھیجی ہم نے ہواؤں کو [illegible] دیکھا تم نے آگ کو جو روشن کرتے ہو +

آل عمران ع ۵ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ روم وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ

باوا نانک صاحب کے اقوال	قرآن مجید کی آیات
رنگا رنگ اور بھانت بھانت ایک طرح کی پیدائش پیدا کی ہے۔	اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے پیدا کر لیتا ہے اور اس کے نشانات ہیں سے تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف یعنی فرق ۔
جو تس بھاوے سوئی کرسی حکم نہ کرنا جائی جس طرح اس کو بھلا معلوم ہوتا ہے ویسا ہی کرے گا۔ اس پر حکم نہیں کیا جا سکتا ۔	ہود ع ۹ - اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ بیشک رب تیرا کر گذرتا ہے جو چاہتا ہے اور اللہ حکم کرتا ہے کوئی نہیں کہ پیچھے ڈالے اس کا حکم ۔
سو پاتشاہ شاہاں وہ بادشاہ ہے بادشاہوں	والتین ع - اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ کیا خدا سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے ۔
آسن لوئے لوئے بھنڈار اس کا آسن یعنی نشست گاہ کرسی ہر ایک ہزاروں سیاروں ستاروں میں ہے ۔	بقرہ ع ۳۴ - وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ج سما لیا ہے کرسی اس کی نے آسمانوں اور زمین کو ۔
جنہیں نام دھیایا گئے مسقت گھال جس نے خدا کے نام کا ورد کیا ہے اور خوب محنت لیکے ریاضت کر کے [illegible] گئے منہ ان کے نورانی	انبیاء ع ۶ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ۔ پس جو کوئی اچھے کام کرے گا۔ اور وہ مومن ہوگا۔ پس اس کی کوشش

ہوں گے

جن دن کر کے کیتی رات
جس نے دن کے بعد رات بنائی۔
گھٹ گھٹ کے انتر کی جانت
ہر ذی نفس کے سینے کے بھیدوں سے واقف ہے +
ایکے روپ انوپ سروپا
بے مثل ایک ہی سروپ ہے

ہرن بھرن جا کا نیتر پھور
تس کا نتر نہ
جس کے آنکھ جھپکنے سے دنیا کا ناس یعنی فناہ ہو جائے گی۔

رائیگاں نہیں۔ اور تحقیق واسطے اس کے لکھنے والے ہیں +
ال عمران ع ۳ تُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ
داخل کرتا ہے دن کو بیچ رات کے
الملک ع ۱ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ
تحقیق وہ جانتا ہے بھید سینوں کے +
بقرع ۱۹ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔
شوری ع ۱ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ۔
اللہ تمہارا اللہ واحد ہے۔ نہیں ہے مثال اُس کے کوئی +
النحل ع ۱۰ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ
اور نہیں حکم قیامت کا۔ مگر مانند جھپکنے آنکھ کے +

باوانانک صاحب کے اسلام پر غیر جانبدارانہ شہادتیں

برگ صاحب ترجمہ سیرالمتاخرین جلد اصفحہ ۱ کے ایک نوٹ میں لکھتے ہیں کہ باوا نانک نے اپنی ابتدائی عمر میں ایک اسلامی معلم سے تعلیم پائی اور ایک شخص سید حسین نام نے بابا نانک کو ایام طفولیت میں اسلام کی بڑی بڑی تصنیفات پڑھائیں۔ ڈاکٹر ٹرمپ صاحب اپنے ترجمہ گرنتھ نمبر الف ۴۲ میں لکھتے ہیں کہ بابا نانک صاحب کا جنم ساکھی میں ایک یہ شعر ہے کہ قیامت کے دن نیک کام والوں

کو کوئی پرشنش نہیں ہوگی۔ اے نانک نجات وہی پائیں گے جنکی پناہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہونگے ۔

ہیوز ڈکشنری آف اسلام صفحہ ۵۸۳ و ۵۹۱ سکھوں کی ابتدائی روایات کو بغور پڑھنے سے پختہ طور پر ثابت ہے کہ نانک صاحب نے درحقیقت اپنا مذہب بایں غرض ایجاد کیا کہ اسلام اور ہندو مذہب میں مصالحت ہوجائے جنم ساکھیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اوائل عمر میں نانک (بایں ہمہ کہ ہندو تھا) صوفیوں کی تاثیر سے سخت متاثر ہوا۔ اور ان صوفیوں کی پاک صاف طرز زندگی نے جو اُن دنوں بکثرت شمالی ہند اور پنجاب میں منتشر تھے بڑا گہرا اثر کیا اس بات سے واضح ہو جاتا ہے کہ جس ہندو پر اہل اسلام کی تاثیر ہوگی اس کے کوائف میں تصوف کے نشان پائے جائیں گے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ سکھوں کے گوروؤں کی تعلیمات میں ہم صاف صاف تصوف کی آمیزش پاتے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ پہلے گورو فقراء کے لباس اور وضع میں زندگی بسر کرتے تھے۔ اور اس طریق سے صاف ظاہر کرتے تھے کہ مسلمانوں کے فرقہ صوفیا سے ہمارا تعلق ہے تصاویر میں انکیں ایسا دکھایا گیا ہے کہ چھوٹے چھوٹے گلدستے ان کے ہاتھوں میں ہیں۔ (جیسے مسلمانوں کا طریق تھا) اور طریق ذکر کے ادا کرنے پر آمادہ ہیں۔ نانک کی نسبت جو روایات جنم ساکھی میں محفوظ ہیں پوری شہادت دیتی ہیں کہ اسلام سے اس کا تعلق تھا۔ نیز (نواب دولت خاں قاضی اور نانک کی گفتگو کے بیان سے صاف پایا جاتا ہے کہ نانک کے پہلے بلا فصل خلفاء یقین رکھتے تھے کہ نانک صاحب اسلام سے بہت قریب ہو گئے تھے۔ اور ہمیں خود اس وقت کی تحریروں کو دیکھ کر اس امر کی تصدیق ہوتی ہے اور اس میں کوئی بھی شبہ نہیں رہتا۔ اُن درحقیقت اور بہت سی شہادتیں اور خود نانک صاحب کا مذہب بھی اس شک کو باقی رہنے نہیں دیتا۔ نانک صاحب کے حالات سے یہ بھی واضح ہوگا۔ کہ مسلمان بھی ان کو تعظیم کی نگاہ سے

دیکھتے تھے اور نانک صاحب بھی اُن سے ایسی صاف باطنی سے ملتے کہ کھلا کھلا مسجدوں میں ان کے ساتھ جاتے۔ اور اس طریق سے اپنے ہندو دوستوں اور ہمسایوں کو سخت اضطراب میں ڈالتے۔ کہ وہ درحقیقت مسلمان ہیں۔ جب نانک صاحب اور شیخ فرید نے سفر میں مرافقت اختیار کی تو لکھا ہے کہ یہ ایک گاؤں بیسار نام میں پہنچے۔ اور جہاں بیٹھے تو اُنکے اُٹھ جانے کے بعد وہاں کے ہندو لوگ اس جگہ کو گائے کے گوبر سے لیپ کر پاک کرتے + اس کا باعث صاف یہ ہے کہ سخت پابند مذہب ہندو ان دونوں رفیقوں کی نشست گاہوں کو ناپاک خیال کرتے تھے۔ اگر نانک صاحب مذہب کے لحاظ سے ہندو رہتے۔ تو ایسی باتیں اُن کی نسبت کبھی مذکور نہ ہوتیں۔ ان نتائج کی بڑی مؤید وہ روایت ہے جو نانک صاحب کے حج مکہ کے سفر کی نسبت ہے۔ اگرچہ ڈاکٹر ٹرمپ کی سفر مکہ کے بارہ میں یہ رائے ہے کہ یہ قصہ موضوعہ معلوم ہوتا ہے مگر بہرحال اس داستان کی ایجادیں صاف بتاتی ہیں کہ نانک صاحب کے محرم راز دوست نانک صاحب کے مذہبی حالات پر نظر کر کے سفر حج کو کچھ بھی بعید از عقل نہیں سمجھتے تھے نانک صاحب کے مقالات اُس سے منقول ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ اگرچہ وہ مرد ہیں مگر حقیقت میں عورتیں ہیں جو محمد مصطفےٰ اور کتاب اللہ (قرآن) کے احکام کی تعمیل نہیں کرتے" نانک صاحب اسلام کے نبی محمدؐ کی شفاعت کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور بھنگ شراب وغیرہ اشیاء کے استعمال سے منع کرتے ہیں۔ دوزخ بہشت کا اقرار کرتے۔ اور انسان کے حشر اور یوم الجزا کے قائل ہیں سوا ریب یہ اقوال جو نانک صاحب کی طرف منسوب ہیں صاف ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اسلام کے قائل اور معتقد تھے +

کتاب قصص ہند حصہ دوم جو پرائمری مدارس میں طلباء کو پڑھائی جاتی ہے اس کے صفحات ۹۷ تا ۹۸ پر مندرجہ ذیل واقعات کا ذکر ہے جو قابل غور

اور محققین عالم کے کارآمد ہے÷

(۱) بابا نانک صاحبؒ کے والد نے آپ کو علاقہ کپورتھلہ میں بھیج دیا۔ جہاں بابا نانک صاحبؒ کے بہنوئی نواب دولت خاں لودھی افغان کی سرکار میں ملازم تھے۔ اور ان کے بہنوئی نے ان کو نواب مذکور کی سرکار میں مودھی کے عہدہ پر ملازم کرا دیا۔ ملازمت کپورتھلہ کے دوران ایام کے واقعات میں سے دو واقعات مصنف کتاب مذکور یوں بیان کرتا ہے:-

(ا) ایک دن بابا نانکؒ کو نواب اپنے ساتھ مسجد میں لے گئے۔ تو نواب تو نماز میں مصروف ہوئے۔ بابا نانک صاحبؒ الگ بیٹھے رہے۔ جب نواب نماز سے فارغ ہوا۔ تو پوچھا کہ نانک! تم خدا کی نماز میں ہمارے ساتھ شریک نہ ہوئے بابا نانک صاحبؒ نے کہا۔ کہ تمہارا دل تو قندھاری گھوڑوں کی خریداری کر رہا تھا۔ نماز کس کے ساتھ پڑھتا" صفحہ ۱۹۸÷

دو باتیں قابل غور ہیں۔ نواب دولت خاں مذکور کی سرکار میں علاوہ بابا نانک صاحبؒ کے اور کئی ہنود ملازم تھے۔ مگر کسی کو نواب مذکور کبھی اس طرح مسجد میں نہیں لایا۔ اور نہ کسی کو اس طرح نماز کی تلقین کی۔ اگر بابا نانک صاحبؒ مسلمان نہیں تھے۔ تو ایک ہندو دھرم کے آدمی کو اس طرح مسجد میں لیجانے اور تلقین نماز کرنا کیا معنی رکھتا ہے ورنہ مخالف پر لازم ہے کہ وہ ثابت کرے کہ نواب مذکور نے دیگر اہل ہنود کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کیا ہے÷

(ب) بابا نانک صاحبؒ کا جواب بھی ہمارے مدعا کا مؤید ہے۔ بابا نانکؒ یہ نہیں فرماتے کہ میں ہندو دھرمی ہوں۔ مجھ پر نماز فرض نہیں۔ بلکہ اپنی ولایت کو کام فرما کر نواب کو حضوری قلب کے ساتھ نماز پڑھنے کی تحریک فرماتے ہیں جس طرح کہ ہمیشہ سے صوفیائے کرام اہل اسلام کو نصیحت فرماتے آئے ہیں÷

(۲) ایک دن قاضی جی نے انھیں (بابا نانکؒ کو) بُلا کر نماز کے لئے مجبور کیا۔" الخ جائے غور ہے کہ اگر بابا نانک صاحبؒ ہندو یا سکھ تھے تو قاضی

کیونکر ایک ہندو یا سکھ کو نماز کے لئے مجبور کر سکتا تھا۔ کیا کبھی کسی نے سُنا۔ یا پڑھا۔ کہ بابا نانک صاحبؒ کے بہنوئی کو بھی قاضی صاحب نے بُلا کر اس طرح نماز کے لئے مجبور کیا ہو؟

اور پھر جب قاضی جو حضوری دیکھیئی قلب کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا تھا۔ اور جس کی اقتداء میں ایک باکرامت صوفی کو نماز ادا کرنا موزون نہ تھا۔ نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے بابا نانک صاحبؒ پر خفا ہوتا ہے۔ تو بابا نانک صاحبؒ نے جس طرح نواب صاحب کو نیک تلقین فرمائی تھی۔ اسی طرح قاضی صاحب کو نیک تلقین فرمائی۔ مگر یہ نہیں فرمایا کہ میں تو غیر مسلم ہوں مجھے نماز کے لئے کیوں مجبور کیا جاتا ہے۔ یہ امور بابا نانک صاحبؒ کے مسلمان ہونے پر شاہد ناطق ہیں۔ ورنہ مخالفین پر واجب ہے کہ وہ ثابت کریں کہ تمام دیگر غیر مسلم ملازمین کے ساتھ نواب صاحب اور قاضی مذکور کا یہی شیوہ و برتاؤ تھا؟

(۳) ان کی نعش پر آکر جھگڑا ہُوا۔ یعنی مسلمان کہتے تھے۔ کہ ہم بموجب مذہب اسلام کے تجہیز و تکفین کریں گے۔ اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کرینگے الخ کبھی کسی ہندو یا غیر مسلم شخص کی موت کے بعد ایسا نہیں ہُوا۔ کہ اہل اسلام نے کہا ہو۔ کہ یہ مسلم تھا۔ ہم اس پر نماز جنازہ پڑھیں گے۔ اگر بابا نانکؒ غیر مسلم تھے۔ تو کیوں ہندوؤں نے آدھی چادر پر صبر کیا۔ اور مسلمان قوم کس طرح غیر مسلم کا جنازہ پڑھ سکتے تھے۔ یہ ہر سہ امور صاف ثابت کرتے ہیں کہ بابا نانکؒ مسلمان تھے۔ اور یہ حالات ایک ایسی کتاب میں درج ہیں جو کمین مبتدی بچے پڑھتے ہیں۔ اور غور کرنے والے کے لئے ہر بات میں نکتہ صدق موجود لیکن مستور ہے؟

گرنتھ صاحب اور حضرت فرید رحمۃ اللہ علیہ

گرنتھ صاحب کی ترتیب گورو ارجن دیو صاحب کے عہد میں ہوئی ہے گویا پانچویں گورو جی اس کے مرتب کرنے والے ہیں۔ اور وہی اس کے جامع بھی ہیں۔ ہم اس وقت یہ ذکر نہیں کریں گے کہ کیونکر اور کن ضوابط کے تحت گرنتھ صاحب جمع ہوتا رہا۔ اور تنقید حقیقت کے واسطے کیا کچھ اصول اور قواعد موضوع تھے۔ ہم اس جگہ میں صرف یہ جتانا اور دکھانا چاہتے ہیں کہ منجملہ اس کلام کے جو سری گرنتھ صاحب میں اصل کلام گرنتھ جی مانا گیا ہے۔ حضرت فرید علیہ الرحمۃ کا کلام اور شبد بھی ہیں :-

حضرت فرید رحمۃ اللہ علیہ یہ فرید بابا فرید شکر گنج علیہ الرحمۃ نہیں ہیں کیونکہ وہ تو بابا نانک جی علیہ الرحمۃ کے بہت پہلے گزر چکے تھے۔ یہ کوئی اور حضرت فرید ہیں۔ جو عہد بابا صاحب میں موجود تھے اور سکھوں کی مذہبی تاریخ اور کتابوں سے پایا جاتا ہے کہ بابا صاحب کے ساتھ یہ حضرت فرید دوستانہ یا مخلصانہ راہ و رسم رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ یہ ہم سفر بھی رہے تھے۔ جس سفر میں دونوں کے دودھ پینے کا واقعہ جنم ساکھی کلاں میں بیان کیا جاتا ہے ؛

اقوال فرید رحمۃ اللہ علیہ سری گرنتھ صاحب میں ایک نہیں۔ چند ایک اقوال درج ہیں۔ اور یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ جس جس بزرگ کے اقوال اور شبد گرنتھ صاحب میں درج ہیں وہ گرنتھ صاحب کے مسلمہ اقوال میں شمار ہوتے ہیں۔ اس اصول پر یہ کہنا ہی نہیں بلکہ مان بھی لینا چاہیئے۔ کہ جو اقوال حضرت فرید کے نام سے سری گرنتھ صاحب میں زیب رقم پا چکے ہیں۔ وہ عین گرنتھ صاحب کے اقوال ہیں۔ اور حضرت

بابا جی علیہ الرحمۃ کی انپر مہر تصدیق اور قبولیت ثبت ہو چکی ہے۔ اور بایں وجہ وہ گویا خود حضرت بابا جی کے ہی شبد و اقوال ہیں +

چند اقوال ہم چند اقوال ذیل میں درج کر کے ناظرین اور خصوصاً منصف مزاج اور محقق سکھ صاحبان کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ ان اقوال پر غور کریں۔ اور پرکھیں۔ کہ گرنتھ صاحب میں ان کا داخلہ کیا کچھ مطلب رکھ سکتا ہے۔ اور اس وقت ہمیں ان الفاظ کے مفہوم کی وسعت کی بابت تنقیدی پہلو سے کیا کچھ فیصلہ کرنا اور قرار دینا چاہیئے +

جن پر سکھ صاحبان کو نظر تدبر ڈالنی چاہیئے وہ یہ ہیں:-

تین شلوک

فریدا بے نماز اکتیا ایہہ نہ بھلی ریت
کدہی چل نہ آیوں پنجے وقت مسیت
اٹھ فریدا وضو سادھ صبح نماز گذار
جو سر سائیں ناں نویں سو سر کپ اُتار
جو سر سائیں ناں نویں سو سر کیجے کایں
کُنی ہیٹھ جلائیے بالن سندی تھائیں

ہر سہ اقوال کا ترجمہ اے بے نماز فریدا یہہ عادت اچھی نہیں۔ تم کبھی بھی پانچ وقت کی نماز میں مسجد میں نہیں آئے۔ اے فرید اُٹھ اور وضو کر کے صبح کی نماز پڑھ۔ کیونکہ جو سر خدا کے حضور میں نہ جھکے وہ کاٹ دینا چاہیئے۔ جو سر خدا کے سامنے سجدے میں نہ گرے وہ کس قابل ہو سکتا ہے۔ اسے تو ایندھن کی جگہ ہنڈیا کے نیچے جلا دینا چاہیئے +

اس شبد کے پہلے فقرہ میں حضرت فرید علیہ الرحمۃ نے خود کو جو لفظہ سگ سے مخاطب کیا ہے۔ یہ ان کی فروتنی اور انکسار عابدانہ پر دال ہے۔ ان ہر سہ شبدوں کا مطلب واضح تر ہے۔ یہ ارشاد ہوتا ہے کہ

نماز پانچوقتہ۔ ایک ضروری عمل اور فرض ہے۔ اگر کوئی یہ ادا نہ کرے تو

اسکی ہستی اور اس کا سر اس قابل نہیں کہ اسے کوئی عظمت دیجائے۔ ہر انسان کو چاہیئے کہ پانچ وقت نماز گذارے اور وہ بھی مسجد میں جا کر یعنی باجماعت گذارے۔ جو شخص ایسا نہیں کرتا وہ ناقابل خطاب ہے۔ اسکی زندگی ابتر اور اسکی روش مخدوش ہے +

تنقیدی نوٹ چونکہ ان اقوال کا سکھ مذہب میں انکار نہیں کیا جاتا اس واسطے یہ بات مان لینی چاہیئے کہ یہ اقوال گرنتھ صاحب کے یا عین گرنتھ ہیں۔ اور ان پر حضرت باباجی علیہ الرحمۃ کی مہر تصدیق لگ چکی ہے۔ گویا دوسرے الفاظ میں یہ کہنا ذرا بھی مبالغہ نہ ہوگا۔ کہ خود حضرت باباجی بھی فرماتے ہیں کہ پانچ وقت کی نماز ضروری اور لازمی ہے اور جو لوگ اس کے عامل نہیں ہیں۔ ان کا ایمان ضعیف اور ان کا عمل مخدوش ہے

استنقیح طلب یہ ہے کہ ۱۔ یا تو حضرت فرید علیہ الرحمۃ نے ان شبدوں میں خود کو ہی مخاطب کیا ہے۔ اور خود کو ہی تنبیہہ کی ہے۔ جیسے کہ بعض اوقات لوگ اپنے اپنے حالات کے مطابق خود کو یوں مخاطب کیا کرتے ہیں جسے ایک صوفیانہ رنگ کہا جائے گا +

۲۔ یا مسلمانوں کو مخاطب کیا ہے۔ کہ افسوس تم مسلمان ہو کر بھی نماز گذار نہیں ہو۔ حالانکہ نماز ایک فریضہ ہے +

۳۔ یا وہ خود ایک عام اعلان سکے لئے یہ شبد کہے گئے ہیں۔ کہ جو دین اسلام میں طریقہ عبادت اور نماز فرض کی گئی ہے۔ وہ ایک ضروری مرحلہ ہے اور یہی طریقہ ایک واجب طریقہ ہے +

ان تینوں صورتوں سے اور کوئی صورت معلوم نہیں ہو سکتی۔ اگر پہلی خود مخاطبانہ صورت ہے۔ تو اس صورت میں بھی یہ استدلال لازمی ہوگا۔ کہ حضرت فرید رحمۃ اللہ علیہ باباجی کی صحبت میں رہ کر بھی پکے مسلمان اور نماز گذار تھے اور ... کے دل میں نماز اور عبادت اسلام کی یہاں تک پابندی تھی کہ بحالت

عدم ادائگی اس کے تو دکو ایک جانور کے نام سے مخاطب کرتے ہیں +

اگر دوسری صورت ہے تو کہا جائے گا کہ حضرت فرید علیہ الرحمۃ کے ان اقوال کو ضرور تا گرنتھ صاحب میں لیا گیا ہے۔ تا کہ مسلمانوں کو تحریک اور تنبیہہ ہو +

تیسری صورت بھی دوسری صورت کے قریب قریب ہی ہے۔ ان تینوں میں سے کوئی سی صورت ہو۔ یہ کہنا ہی پڑے گا۔ کہ حضرت باباجی کی رفاقت میں فرید علیہ الرحمۃ اسلامی اعلانات سے غافل نہ تھے اور حضرت باباجی کے دربار میں اس بات کی اجازت تھی جس سے یہ استدلال ثانی بھی کچھ بے جا نہ ہو گا۔ کہ حضرت باباجی کو خوبی اسلام کا اعتراف تھا +

اور اگر ہم خود حضرت باباجی علیہ الرحمۃ کے اپنے اقوال سے ان اقوال زیر بحث کو نسبت دیکھ غور کریں۔ تو پھر تو معاملہ اور بھی صاف ہو جاتا ہے۔ اور کہنا ہی پڑتا ہے کہ حضرت باباجی کو بھی دل سے اسلامی اصول اور اسلامی عبادات پر یقین تھا۔ اور وہ فرید سے بدل متفق تھے اور اسلامی نور ان کے دل و دماغ میں منور اور روشن تھا +

حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۲ پر فرماتے ہیں :-

لام لعنت بر سر تنہاں جو ترک نماز کریں
تھوڑا بہتا کھٹیا ہتھوں ہتھ گویں

پھر تاریخ گورو خالصہ مصنفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی کے صفحہ ۵۵ پر حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں :-

جیم جمع کر نام دی پنج نماز گزار
باجھوں نام خدائیدے ہوسیں بہت خوار

ان ہر دو شبدوں یا ہر دو اقوال سے توصاف ثابت ہے کہ حضرت باباجی کے نزدیک عبادات اسلامی یعنی نماز کی خصوصیت سے قدر تھی۔ اور وہ اسے ہر بشر کے واسطے ضروری خیال کرتے ہیں۔ جب وہ دوسروں کو یہ تبلیغ کرتے ہیں۔ تو کیوں وہ خود اس کے عامل نہ ہونگے؟ جب وہ بے نماز پر علانیہ لعنت کرتے ہیں۔ اور اسے نافرمان احکام خدائی قرار دیتے ہیں تو خود کیوں اس کے عملی رنگ میں معترف نہ ہونگے +

کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت باباجی کے ان شبدوں میں نماز سے محض عبادت خدا لئے قدیر مراد ہے۔ اور تشبیہاً مراد ہے۔ نہ کہ مسلمانوں کی مخصوصہ نماز۔ تو میں کہوں گا کہ پہلے شبد میں جو لفظ اور ہندسہ پانچ کا لایا گیا ہے وہ خصوصیت سے اسلامی نماز کا اعلان کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے۔ جو لوگ تارک صلوٰۃ خمسہ ہیں۔ وہ اپنی ہستی کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں۔ جب دوسروں کے واسطے حضرت باباجی علیہ الرحمۃ ایسی سخت وعید بیان کرتے ہیں۔ تو یہ کیا قیاس کیا جا سکتا ہے کہ خود بھی اس وعید سے خوف کھا کر نماز گذار نہ ہونگے۔ یہ کہنا کہ حضرت باباجی کے یہ اقوال محض مسلمانوں کے خوش کرنے کے واسطے تھے۔ یا صرف انہی کی ترغیب منظور تھی۔ ان کے اپنے دل میں اس کی کوئی قدر اور حمیت نہ تھی۔ یہ باباصاحب ایسی واجب التعظیم ہستی پر ایک شرمناک بہتان ہے لوگوں کو تو وہ کہتے ہیں کہ جو نماز نہیں پڑھتا۔ وہ لعنتی ہے۔ اور اسکی زندگی ایک ہلاکت میں جارہی ہے اور خود دل میں اس سے منکر ہوں۔ اور اسکی کوئی قیمت نہ ڈالتے ہوں۔ ھذا بہتان عظیم +

حضرت باباجی کو بھلا ایسی ضرورت کیا تھی کہ خواہ نخواہ نماز گذاری پر زور دیتے۔ اور ان لوگوں پر لعنت کرتے جو نماز

گذارنہ تھے۔ اور ایسے لوگوں کو سخت سے سخت وعیدات کے متوجب بتاتے۔ گویا دوسرا الفاظ ہیں خودرا فضیحت و دیگراں را نصیحت کے نعوذ باللہ مصداق بنتے۔ ہم توانکی ذات کی نسبت ایسا وہم وگمان بھی نہیں کر سکتے۔ بجائے اس کے کہ ہم اقوال فرید اور باباجی کی نسبت اس قسم کی کمزور تعبیرات کریں۔ یہ کہنا زیادہ تر مناسب ہوگا۔ کہ یہ اقوال گرنتھ صاحب میں جعلی ہیں۔ اور ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ نہ باباجی نے یہ سنے اور نہ کہے ہیں۔ اور نہ ان کا ایسا عقیدہ تھا۔ اور نہ انھیں ان سے کوئی نسبت ہے۔ کیونکہ وہ ہندو مذہب رکھتے تھے۔ اور ہندو عقیدت کی حالت میں ان سے ایسے منافی اقوال کا سرزد ہونا ان کے ہندو عقیدہ کو مخدوش بنانا اور سکھ مت پر ایک بہتان ہے +

ہم چاہتے ہیں کہ ناظرین اور اقانیم سکھ مت ان دونوں قسم کے شبدوں اور اقوال گرنتھ صاحب پر ناقدانہ غور کریں۔ اور سوچیں کہ آخر ان کا اصلی مفہوم کیا ہے۔ اور کہاں تک ان الفاظ کو معانی سے وابستگی ہے۔ اور حضرت فرید الدین باباجی کا ان کے اطلاق سے اصل مدعا کیا تھا۔ آیا ان کی کوئی حقیقت بھی ہے۔ یا محض شاعرانہ رنگ ہی رکھتے ہیں۔ اگر ان کی کوئی حقیقت ہے تو وہی ہوگی۔ جو ان الفاظ کے معانی سنے ہوئے ہیں۔ اور اگر ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے تو سوائے اسکے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ یا تو یہ شبد اور یہ الفاظ کوئی اصلیت نہیں رکھتے اور یا ان کے معانی کی تنقید نہیں ہو سکتی +

اگر یہ الفاظ شرمندہ معانی ہیں تو اس کی حقیقت وہی ہو سکتی ہے جو ان الفاظ میں ملفوف ہے۔ الفاظ اور الفاظ کے معانی میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ صاف طور پر دعوت دے رہے ہیں۔ ہاں اگر یہ کہا جائے کہ جو کچھ حضرت فرید نے کہا ہے وہ محض شاعرانہ رنگ ہے اور اس کے مقابلہ

ہیں جو کچھ حضرت باباجی کی زبان سے نکلا ہے وہ بھی ایک عامیانہ رنگ رکھتا ہے تو پھر کسی بحث یا کسی مزید تنقید کی ضرورت نہ ہوگی ؛

اگر ہم فرید علیہ الرحمۃ کے اقوال کو محض شاعرانہ رنگ دیں گے۔ اور حضرت باباجی کے محولہ شبدوں کی حقیقت محض ایک افسانہ مانیں گے۔ تو گرنتھ صاحب کی حقیقت کی نسبت ہمیں بہت کچھ مشکلات کا سامنا ہوگا۔ اور اس اصول سے روگردان ہونا پڑے گا۔ جو سکھ مت انکی صحت کے واسطے مدتوں سے تسلیم کر چکا ہے ؛

ہماری رائے میں حضرت باباجی کو اس صورت میں کہ جب ان کے دل و دماغ میں اسلام اور اسلام کی طرز عبادت نماز کی کوئی قدر و منزلت نہ تھی۔ کیونکر لازم تھا کہ وہ خواہ مخواہ ان لوگوں کو اور ان افراد پر لعنت کریں۔ کہ جو نماز گذار نہیں ہیں۔ یا نہیں تھے۔ ان کا سکھ یا ہندو ہو کر کیا حق تھا۔ کہ وہ مسلمان بے نمازوں پر لعنت کریں۔ اور خواہ مخواہ ایک ذمہ واری اپنے اوپر لیں ؛

اور انھیں کیا ضرورت تھی کہ وہ بے نماز کے سوائے انسان کی زندگی کو لعنتی زندگی قرار دیں۔ یہ بات تو ان کے اخلاق سے بعید تھی ؛

خاص قادیان میں سکھوں سے معرکۃ الآرا مباحثہ

(نوشتہ مکرم منشی غلام نبی صاحب ایڈیٹر الفضل قادیان)

پیشتر اس کے کہ میں منشی صاحب موصوف کی اصل روئیداد کو درج کروں میرا یہ لکھ دینا بے جا نہ ہوگا کہ اس موقعہ پر سکھوں کا سالانہ جلسہ تھا۔ اور سکھوں کے بہترین عالم فاضل آئے ہوئے تھے۔ اس لئے سکھ مناظر جو خود بہت

قایل تھا۔ اسکی مدد کے لئے اور بھی چار پانچ سکھ عالم شامل تھے۔ مگر اس طرف سوائے خدا کی مدد کے اور کوئی ظاہری وسیلہ نہ تھا۔ دوم بحیثیت مدعی ہونے کے آخری وقت میرا ہونا چاہیئے تھا۔ مگر خلاف اصول ہیں اس سے بھی محروم کر دیا گیا تھا۔ مگر باوجود اس کے اللہ کریم نے وہ یاوری فرمائی کہ اپنے تو اپنے بیگانوں کو بھی سوائے اعتراف کے اور کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ اسی کو تو خدا کا فضل کہتے ہیں۔ (نور)

"۲۴-۲۵ مارچ ۱۹۲۰ء سکھوں کا قادیان میں جلسہ تھا۔ جس میں ان کے لکچرار اور گیانی آئے ہوئے تھے۔ ایک لیکچرار بھائی گنگا سنگھ صاحب (جو آجکل سکھ مشنری کالج امرتسر کے پرنسپل ہیں) نے اپنے لیکچر میں ہمیں چیلنج دیا۔ کہ باوا صاحب کے مسلمان ہونے پر ان سے مباحثہ کر لیا جائے اس چیلنج کی تصدیق کے لئے جناب میر محمد اسحٰق صاحب تشریف لے گئے اور مباحثہ کے شرائط طے کر آئے۔ قرار پایا کہ ۲۵ مارچ ۸ بجے شام مدرسہ احمدیہ کے صحن میں مباحثہ ہو۔ ہماری طرف سے جناب شیخ محمد یوسف صاحب سابق سردار سورن سنگھ ایڈیٹر نور مباحث منتخب ہوئے۔ اور سکھوں کی طرف سے بھائی گنگا سنگھ صاحب ایڈیشنل +

مباحثہ کی کارروائی ٹھیک ۸ بجے زیر صدارت جناب میر محمد اسحٰق صاحب شروع ہوئی۔ جنھوں نے بتایا کہ یہ مباحثہ حسب شرائط تجویز شدہ تین گھنٹے ہوگا۔ پہلے شیخ محمد یوسف صاحب جو باوا نانک علیہ الرحمۃ کے مسلمان ہونے کے مدعی ہیں آدھ گھنٹہ تقریر کریں گے۔ پھر گنگا سنگھ صاحب اس کا جواب آدھ گھنٹہ میں دیں گے۔ اس کے بعد پندرہ پندرہ منٹ کی تقریریں ہونگی۔ اور آخری دس دس منٹ ہونگے +

صدر صاحب کی افتتاحی تقریر کے بعد جناب شیخ صاحب نے اپنی تقریر شروع کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ کسی شخص کو مسلمان ثابت کرنے سے پہلے

یہ دیکھنا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کے لئے کن نشانیوں اور علامتوں کی ضرورت ہے۔ اور وہ علامتیں باوا نانک صاحب میں پائی جاتی ہیں یا نہیں؟ اگر پائی جاتی ہیں تو پھر کوئی عقلمند ان کے مسلمان ہونے سے ہرگز انکار نہیں کرسکتا۔ اور اگر نہیں پائی جاتیں تو پھر کسی کا حق نہیں ہے کہ انھیں مسلمان کہے +

اب ہیں وہ موٹی موٹی باتیں بتاتا ہوں جن کا ایک مسلمان میں پایا جانا ضروری ہے۔ اول کلمہ طیبب ہے (۲) نماز روزہ (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہے (۴) حج کعبہ ہے (۵) قیامت پر ایمان لانا ہے۔ (۶) ملائکہ کو ماننا ہے (۷) قرآن مجید کو خدا کی کتاب سمجھنا ہے +

آؤ پیارو! اب ہم دیکھیں کہ ان باتوں کے متعلق باوا صاحب کیا فرماتے ہیں۔ پہلے ہم کلمہ طیبہ کو لیتے ہیں:-

باوا نانک صاحب اور کلمہ شہادت

جنم ساکھی بھائی بالا والی کے صفحہ ۲۴۰ میں حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں:-

ک کلمہ اک یاد کر اور نہ بھاکھو بات
نفس ہوائی رکن دین تس سے ہووین مات

جس کا مطلب یہ ہے کہ باوا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اے رکن دین راہ ہدٰی اور نجات پانے کے لئے کلمہ ہی یاد کرنا چاہیئے۔ کیونکہ نفس اسی کے ذریعہ مات ہوسکتا ہے۔ پھر اس کلمہ کی اسی جنم ساکھی کے صفحہ ۱۴۱ میں تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

پاک پڑھیو س کلمہ کہ سدا محمدؐ نال ملائے
ہویا مشتوق خدا پیدا ہویا نل الیہہ

جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کا کلمہ پڑھو۔ اور وہ کلمہ وہ ہے جس کے ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام ہے یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

پھر اور دیکھئے جنم ساکھی کے صفحہ ۱۴۳ میں فرماتے ہیں:-

نانک آکھے رکن دین سچے سنو جواب
صاحب دا فرمایا لکھیا وچ کتاب
دنیا دوزخ او چڑھے جو کہے نہ کلمہ پاک
نکر وہ نہ بہے روجڑے پنج نماز طلاق
لقمہ کھائے حرام دا سرتے چڑھے عذاب
جو راہ شیطان گم ہوئے سے کیونکر کرن نماز
آتش دوزخ ہاویہ پایا تنہاں نصیب
بہشت حلالی کھاوتا کیتا تنہاں پلید
مسلمان مسلی جو جسے وچ مرن
قائم ہوئے قیامتی پھر نہ جنم دھرن
نانک آکھے رکن دین کلمہ سچ پچھان
اک روح ایمان دی جو ثابت رکھے ایمان

مطلب یہ ہے کہ باوا نانک ؒ لوگوں کو فرماتے ہیں کہ اے لوگو نانک تمہیں بتاتا ہے۔ اور اپنے پاس سے نہیں بلکہ صاحب (خدا) نے اپنی کتاب (قرآن) میں بتایا ہے کہ وہی لوگ دوزخ میں جائیں گے جو کلمہ نہیں پڑھتے تیس روزے نہیں رکھتے۔ اور پانچ نمازیں نہیں پڑھتے۔ ایسے لوگوں کا کھانا پینا ناپاک ہے جن لوگوں کو شیطان نے گمراہ کر دیا ہے وہ نماز کیونکر پڑھ سکتے ہیں۔ ایسے لوگ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ ان لوگوں نے بہشت کی نعمتوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے۔ ہاں جو لوگ مسلمان ہو کر مرینگے قیامت کے دن جب حساب کتاب ہوگا۔ تو وہ بہشت میں جائیں گے۔ پس نانک کہتا ہے کہ کلمہ کو سچا سمجھو۔ کیونکہ یہی ایمان کی روح اور یہی ایمان کا ثبوت ہے۔

پھر باوا نانکؒ جنم ساکھی بھائی بالا والی کے صہ۱۲۶ میں فرماتے ہیں:-

کلمہ اک پکارنا دوجا ناہی کوئی

ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ حضرت باوا نانک کلمہ طیبہ کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے تھے۔ اور اس کا پڑھنا کتنا ضروری سمجھتے تھے:-

باوا نانکؒ اور نماز روزہ

اب میں نماز و روزہ کے متعلق بتاتا ہوں۔ باوا نانکؒ صاحب گورو گرنتھ سری راگ محلہ پہلا میں فرماتے ہیں:-

عیب تن چیکڑ دیہہ من بینڈ کو کمل کی سار نہیں مول پائی
بھنورا استاد ونت بھاکھیا بولے کیوں بوجھ جان نہ بوجھائی
آکھن سننا پون کی بانی ایہہ من رتا ما یا
خصم کی ندر دلیں پسندی جنھیں اک کر دھایا
تیہہ کر رکھے پنج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائی
نانک آکھے راہ پر چلنا مال دہن کس کو سنجھائی

مطلب یہ کہ اے انسان تیرے بدن پر کیچڑ کیا ہے۔ تیرے ہی عیب۔ اور اس میں بینڈک کیا ہے تیرا ہی دل۔ اس عیبوں کے کیچڑ میں بھرے ہوئے بینڈک کے سر پر کنول کا پھول کھلا ہوا ہے جس پر بھنورا بیٹھ کر ہر وقت کہتا ہے کہ اے کیچڑ میں لت پت ہونے والے بینڈک کیچڑ کو چھوڑ کر اوپر آ اور دیکھ تیرے سر پر کیسا خوشنما پھول کھلا ہوا ہے مگر اس پھول کی حقیقت وہی سمجھ سکتا ہے جسے خدا سمجھائے۔ اور خدا انھیں کو سمجھاتا ہے جو اس کے حکموں پر عمل کرتے ہیں۔ اور ان کی یہ نشانی ہے کہ وہ ایک خدا کو مانتے ہیں تیس روزے رکھتے ہیں۔ اور پانچوں وقت نماز پڑھتے ہیں۔ اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہ شیطان سے نہیں بچ سکتے۔

پھر دیکھئے تاریخ گورو خالصہ مصنفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی کے

صفحہ ۵۵ میں ہے:-

ج جمع کر نام دی پنج نماز گذار
باجھوں نام خدائیدے ہوئیں بہت خوار

باوا صاحب فرماتے ہیں۔ اللہ کے نام کی جمع کرو۔ پانچوں وقت کی نماز پڑھ کر۔ اس کے بغیر ذلت اور خواری ہے +

پھر جنم ساکھی بھائی بالا میں درج ہے۔ صفحہ ۲۲۰

ل۔ لعنت پر سر تنہاں جو ترک نماز کریں
تھوڑا بہتا کھٹیا ہتھوں ہتھ گوین

وہ لوگ جو نماز کے تارک ہیں وہ دن بدن گھاٹے میں جا رہے ہیں۔ جو کچھ تھوڑا بہت کمایا۔ اس کو بھی ہاتھوں ہاتھ ضائع کر رہے ہیں۔

پھر شری گورو گرنتھ صاحب آد صفحہ ۱۳۷۸ پر یہ درج ہے۔

فریدا بے نمازا کُتیا ایہہ نہ بھلی ریت
کدہی چل نہ آیوں پنجے وقت مسیت
اُٹھ فریدا وضو ساج صبح نماز گذار
جو سر سائیں نہ نویں سو سر کپ اُتار
جو سر سائیں نہ نویں سو سر کیجے کائیں
کنّی ہیٹھ جلائیے بالن سندھی تھائیں

اے فریدا بے نمازی کتا ہے۔ اور نماز کو ترک کرنا۔ اور نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں نہ آنا بہت بری بات ہے۔ اے فریدا اُٹھ اور وضو کر کے مسجد میں جاکر صبح کی نماز پڑھ۔ کیونکہ جو سر خدا کے آگے نہیں جھکتا وہ کاٹ دینے کے قابل ہے۔ اور جو سر خدا کے آگے نہیں جھکتا۔ وہ اُتار کر ہانڈی کے نیچے ایندھن کی جگہ جلانے کے قابل ہے:-

ہو سکتا ہے کہ اس شلوک کے متعلق سکھ مناظر صاحب کہدیں کہ یہ فرید کا

قول ہے باوا صاحب کا نہیں۔ اس لئے ہم اسے نہیں مانتے۔ لیکن یہ کہنے کا بھی کوئی حق نہیں ہے۔ کیونکہ جو کچھ گرنتھ صاحب میں لکھا ہے۔ اس کا ماننا سکھوں کا فرض ہے اور وہ گرنتھ صاحب کے کسی لفظ اور کسی شوشہ اور کسی نقطہ کا بھی انکار نہیں کر سکتے۔ پس اگرچہ یہ شلوک فرید کا ہے۔ لیکن چونکہ گرنتھ صاحب میں درج ہے۔ اس لئے سکھ صاحبان کو ماننا پڑے گا۔

باوا نانک صاحب اور اسلامی شعار

بہت گورو گرنتھ صاحب اور جنم ساکھی کے جو حوالے پیش کئے ہیں۔ انکے متعلق کہا جاتا ہے۔ اور غالباً اس وقت بھی کہا جائے گا کہ باوا صاحب نے یہ نصیحتیں مسلمانوں کو کی ہیں اور خود ان پر عامل نہ تھے۔ لیکن میں باوا صاحب کا اپنا عمل بتاتا ہوں۔ سُنیئے جنم ساکھی اور وہ جنم ساکھی جو سکھوں کے نزدیک سب ساکھیوں سے پرانی ہے۔ اس کے صـ۲۰۳ میں لکھا ہے:۔

کن وچہ انگلیاں پا بیکے تب نانک دتی بانگ

اب دیکھو بانگ کون لوگ دیا کرتے ہیں۔ ہندو یا سکھ یا مسلمان؟ اور لیجئے واران بھائی گورداس جی سکھوں میں ایک ایسی معتبر کتاب ہے۔ کہ اس کے متعلق سکھ صاحبان یہ یقین رکھتے ہیں کہ یہ گرنتھ صاحب کی چابی ہے یعنی اس کے بغیر گرنتھ صاحب کا سمجھنا مشکل ہے۔ اس کے صـ۱۴۰ میں لکھا ہے:۔

بابا گیا بغداد نوں باہر جا کیا استھاناں
اک بابا اکال روپ دوجا ربابی مرداناں
دتی بانگ نماز کر سن سماں ہوئیا جہاناں

یعنی باوا صاحب بغداد گئے اور بغداد کے باہر جا ڈیرا لگایا۔ ایک باوا صاحب تھے۔ دوسرے مردانا۔ وہاں باوا صاحب نے اذان دیکر نماز پڑھی اور انکی آواز ایسی سریلی و دلآویز تھی کہ لوگ سُنکر حیران رہ گئے۔ یہ ہے باوا صاحب

کا اپنا عمل۔ اس کے متعلق ہمارے سکھ دوست کیا کہیں گے ؛

رسول کریم کے متعلق باوا صاحب کا عقیدہ

اب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق باوا صاحب کا عقیدہ بتاتا ہوں۔ گرنتھ صاحب آد چھوٹا سائز صفحہ ۱۳۰ میں باوا صاحب فرماتے ہیں

پیر پیغمبر سالک شہدے اور شہید
شیخ مشائخ قاضی ملاں دلور درویش رسید
برکت تسکی اگلے جو پڑھتے رہن درود

یعنی جسقدر پیر۔ پیغمبر۔ سالک۔ شہداء۔ شیخ۔ مشائخ۔ قاضی۔ ملا اور درویش ہوئے ہیں۔ بیشک خدا کے حضور وہی برکت پا سکتے ہیں جو درود پڑھتے رہتے ہیں یعنی اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید کا ورد رکھتے ہیں۔ پھر گورو گرنتھ صاحب کے صفحہ ۲۹۷ میں لکھا ہے :۔

اٹھے پہر بھوندے رہن کھاون سنڈڑے سول
دوزخ پوندے کیوں رہن جاں چت نہ آوے رسول

یعنی وہی لوگ دکھوں اور تکلیفوں میں ہر وقت مبتلا رہتے ہیں جو رسول کو یاد نہیں کرتے ؛

اور لیجئے جنم ساکھی بھائی بالا والی کے صفحہ ۲۰۶ میں لکھا ہے :۔

اول آدم مہیش ہوئے دوجا برہما ہوئے
تیجا آدم مہا دیو محمد کہے سب کوئے

باوا صاحب فرماتے ہیں کہ اول آدم مہیش تھا۔ دوسرا برہما۔ اور تیسرا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جس میں سب کی خوبیاں جمع تھیں ؛

ان حوالوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ رسول کریم ؐ کے متعلق باوا صاحب کا کیا عقیدہ تھا ؛

باوانانک صاحب اور حج

اب میں حج کو لیتا ہوں۔ آجکل جبکہ سفر کرتے میں بہت سی آسانیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ تب بھی دور و دراز کا سفر کرنا مشکل کام ہے۔ آج سے چار سو سال پیشتر حضرت باوا صاحب کے زمانہ میں حج کے لئے اتنا بڑا سفر اختیار کرنا خاص اخلاص اور پریم اور اسلام کے ساتھ بہت بڑی محبت کو چاہتا تھا۔ اس وقت باوا صاحب حج کے لئے گئے۔ چنانچہ جنم ساکھی کلاں کے صفحہ ۲۰۷ میں لکھا ہے:۔

پھر نیلہ جتبہ پہن کے مکے بیٹھا آن
اکّو اک خدا ہے آکھے موہوں کلام
نیلہ بانا پہن کر دھریا مصلّے اِیس
عصا کوزہ پاس رکھ پوری کی حدیث

یعنی باوا صاحب نیلے کپڑے پہن کر مکہ گئے۔ خدا کی وحدانیت کا اقرار منہ سے کر رہے تھے۔ نیلے کپڑے پہن کر نماز پڑھتے ہوئے مصلّے پر سر رکھا عصا اور کوزہ ان کے پاس تھا۔

پھر وار ان بھائی گورداس جی صفحہ ۱۳ پر لکھا ہے:۔

بابا پھر مکّے گیا نیلے بستر دھارے بن والی
عصا ہتھ کتاب کچھ کوزہ بانگ مصلّی دھاری
بیٹھا جا مسیت وچ جتھے حاجی حج گذاری

یعنی باوا صاحب نیلے کپڑے پہنکر عصا ہاتھ میں اور کتاب (قرآن مجید یا انجیل) بغل میں۔ کوزہ اور مصلّا لئے ہوئے اس مسجد میں جا بیٹھے جہاں حاجی حج کے لئے جمع تھے۔

اب دیکھ لو کہ جناب باوا صاحب مکہ گئے۔ تو کس طرح گئے؟ مسلمان بنکر اور ان چیزوں کو لے کر جنکی ایک مسلمان کو عبادت کرنے کے لئے ضرورت ہوتی ہے۔

باوا نانک صاحب اور قیامت

اب میں قیامت کے متعلق بتاتا ہوں کہ باوا صاحب کا اس کے متعلق کیا عقیدہ تھا۔

جنم ساکھی کلاں کے صفحہ ۵۴ میں لکھا ہے کہ:۔

دنیا اندر آئیکے عمر گوائی یار
کوڑی مجلس بہہ کے کیتی سو گور اوپار
بھن چلایا عزرائیل ساتھی سنگ نہ کوئی
لے سزائیں انگلیاں کیسے سنائے روئی
ملن سزائیں بھنیاں ملک الموت حضور
لیکھا منگن چتر گپت جو چھپ کمائے وہوڑ
تاساں لوئن مکر کے توبہ کرن پکار
امت جیبا مکرے چکھ چکھ ساد بیکار
ہتھیاں پیراں چاکری حکم کماون کار
پنچ حواس انجمنیں سنگ توبہ کرن پکار

ان الفاظ میں باوا صاحب نے قیامت کا نقشہ کھینچا ہے کہ جب عزرائیل انسان کی جان نکال لے گا تو پھر اسے اپنے اعمال کی سزا ملیگی کوئی اس کی فریاد نہیں سُنے گا۔ قیامت کو جب خدا حساب لیگا تو اس وقت انکار کی کوئی گنجائش نہ ہوگی۔ انگلیاں۔ کان۔ زبان۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ غرض ہر ایک عضو اپنے گناہوں کی گواہی دے گا۔ اس وقت انسان توبہ کرے گا مگر وہ بیکار ہوگی ؛

اب غور کرو کہ یہ کس کا عقیدہ ہے کہ عزرائیل جان نکالتا ہے۔ یہ کون مانتا ہے ۔ کہ قیامت کو حساب ہوگا۔ یہ کس کا یقین ہے کہ انسان کے اعضاء گواہی دیں گے یہ سب اسلامی عقیدے ہیں ؛

پھر شری گرنتھ صاحب آ دی میں ہے۔

لیکھا رب منگیسیا بیٹھا کڈھ وحی
طلباں پوسن آکیاں باقی جنہاں رہی

مطلب یہ کہ قیامت کے روز خدا نافرمان لوگوں سے حساب کتاب لیگا اور انھیں اپنے اعمال کی سزا بھگتنی پڑے گی ٭

جناب شیخ محمد یوسف صاحب نے یہاں تک تقریر کی تھی کہ وقت ختم ہو گیا۔ اور آپ بیٹھ گئے۔ اس کے جواب میں سکھ مناظر صاحب نے جو تقریر کی۔ اس کے درج کرنے سے قبل یہ بتا دینا ضروری ہے کہ سکھ صاحبان کے اصرار سے شرائط مباحثہ میں ایک شرط یہ بھی رکھی گئی تھی کہ مناظرہ کرنے والوں کے تین تین مددگار ہوں۔ اس شرط سے تو سکھ مناظر صاحب نے تو بہت فائدہ اٹھایا۔ کیونکہ تین چار آدمی ان کو مدد دیتے رہے۔ لیکن شیخ محمد یوسف صاحب نے کسی مددگار سے کوئی مدد حاصل نہ کی۔ خود ہی حوالے نکالے اور خود ہی تقریر کرتے رہے ٭

بھائی گنگا سنگھ صاحب کی تقریر

شیخ محمد یوسف صاحب کی تقریر کے جواب میں بھائی گنگا سنگھ صاحب نے تقریر کرتے ہوئے جو حوالے پیش کئے وہ چونکہ اصل الفاظ میں قلمبند نہ کئے جا سکتے تھے۔ اور نہ یہاں کی سنگھ سبھا کے سکرٹری صاحب نے باوجود ہماری درخواست کے ہمیں لکھ کر دیئے۔ اور دینے سے صاف انکار کر دیا۔ اس لئے ان کا مفہوم اپنے الفاظ میں کیا جائے گا ٭

سکھ مناظر صاحب نے سب سے پہلے حج کے ذکر کو لیا۔ اور کہا شیخ صاحب نے اسکے متعلق جو حوالہ پیش کیا ہے اس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ باوا صاحب کہتے ہیں کہ ہندو جب بھرشٹ ہو گئے تو مسلمان بن گئے۔ پھر اسی سے ظاہر ہے کہ باوا صاحب تناسخ کے قائل تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ باوا نانک

مکہ حج کرنے کے لئے نہیں گئے تھے بلکہ اس لئے گئے تھے کہ وہاں کے لوگوں کے غلط خیالات کی تردید کریں۔

پھر دیکھئے اسی جگہ لکھا ہے کہ جب باوا صاحب مکہ گئے۔ اور مکہ کی طرف پاؤں کر کے سو گئے۔ تو ایک شخص نے جس کا نام جیون تھا ان کے پاؤں پکڑ کر دوسری طرف کر دیئے۔ مگر جس طرف اُس نے پاؤں کئے تھے مکہ ادھر ہی پھر گیا۔ وہاں باوا صاحب نے لوگوں کو اپنی باتیں بتائیں اور وہ ایمان لے آئے (مگر اب وہ مکہ میں ایمان لانے والے کہاں ہیں۔ نور) اس سے سمجھ لیا جائے کہ انھوں نے کیسا حج کیا تھا۔ بات یہ ہے کہ باوا صاحب جہاں جایا کرتے تھے اسی ملک کے رواج کے مطابق لباس پہن لیا کرتے تھے تاکہ کوئی رکاوٹ نہ پیش آئے۔ چونکہ عرب کے لوگ جاہل اور دوسرے لوگوں کو مار دیا کرتے تھے۔ اور یہ شرف صرف مسلمانوں کو ہی حاصل ہے کہ اپنے تیرتھ میں کسی غیر مذہب کے انسان کو نہیں جانے دیتے۔

اس موقعہ پر پریزیڈنٹ صاحب نے دخل دیکر کہا میں امید کرتا ہوں کہ سکھ مناظر صاحب تہذیب سے گفتگو کریں گے۔ بھائی گنگا سنگھ صاحب نے اس کا اقرار کرتے ہوئے کہا۔ اسی وجہ سے باوا صاحب نے عرب جاتے وقت نیلے کپڑے پہنے تھے۔ اور عصا و کوزہ اور مصلیٰ ساتھ لیا تھا۔ نہ کہ وہاں مسلمان بنکر گئے تھے۔

پھر شیخ صاحب نے جو یہ شلوک پیش کیا ہے:-

فریدا بے نمازا کُتیا ایہہ نہ بھلی ریت
کدی چل نہ آیوں پنجے وقت مسیت
اُٹھ فریدا وضو ساجھ صبح نماز گذار
جو سر سائیں نہ نیویں سو سر کپ اُتار

یہ باوا فرید کا شلوک ہے اور اس میں شک نہیں کہ شری گورو گرنتھ

صاحب میں درج ہے۔ مگر کسی کے متعلق بحث کرتے وقت اسی کی مقرر کردہ اصطلاح کے مطابق کام کرنا چاہیئے۔ شری گورو گرنتھ صاحب میں جیسی طرح جنیئو۔ سوتک۔ مندراں وغیرہ الفاظ آئے ہیں جو کہ ہندوؤں کے لئے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کو یہ کہا گیا ہے۔ ورنہ باوا صاحب کے نزدیک جو کچھ نماز تھی وہ یہ تھی کہ حق حلال کھانا وغیرہ +

اس کے متعلق دریافت کیا گیا کہ یہ کس کا شلوک ہے تو بھائی گنگا سنگھ صاحب نے کہا کہ بھگت کبیر کا۔ اور کہا کہ جب شیخ صاحب باوا فرید کا شلوک پیش کر سکتے ہیں تو میں کیوں بھگت کبیر کا شلوک پیش نکروں +

پھر شیخ صاحب نے محمدؐ صاحب پر ایمان لانے کے متعلق حوالے پیش کئے ہیں لیکن پورا حوالہ پڑھنے سے اصلیت معلوم ہو جاتی ہے۔ لکھا ہے جب باوا صاحب حج کرنے کے لئے گئے تھے۔ تو قاضی رکن دین نے ان سے پوچھا کہ آپ نبی کو کس طرح مانتے ہیں۔ اس کا جواب گورو نانک صاحب دیتے ہیں کہ محمدؐ ایسے ہوئے ہیں .... دگر نتھ اور داراں بھائی گورداس جی جن پر سکھ مذہب کا دار و مدار ہے۔ اس میں یہ ذکر نہیں۔ بھائی بالا کی جنم ساکھی کا سو سال کا پرانا نسخہ حال ہی میں شیخ رحمۃ اللہ صاحب اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر دیر کا کے ذریعہ مجھے ملا ہے۔ اس میں بھی یہ ذکر نہیں۔ موجودہ جنم ساکھی جس میں یہ درج ہے سے خود سکھ صاحب بھی اس میں بہت کچھ تغیر و تبدل مانتے ہیں۔ (نور) اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ محمد صاحب پر ان کو کیسا ایمان تھا +

شیخ صاحب نے ایک یہ شلوک پیش کیا :۔

ل۔ لعنت برسر تنہاں جو ترک نماز کریں
تھوڑا بہتا کھٹیا ہتھوں ہتھ گوین

مگر یاد رہے ہمارے ہاں وہ نماز نہیں جو مسلمان پڑھتے ہیں بلکہ اور

ہی ہے اور وہ وہی ہے جو میں ابھی بتا آیا ہوں ÷

نیہہ کر رکھے پنج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائے

کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ تیس روزے رکھتے ہیں اور پانچ نمازیں پڑھتے ہیں۔ ان کا نام شیطان کاٹ دیتا ہے۔ یہ مسلمانوں کو کہا گیا ہے کیونکہ شیطان کے متعلق عقیدہ مسلمانوں کا ہی ہے کہ وہ گمراہ کرتا ہے۔ گورو نانک کوئی شیطان وغیرہ نہیں مانتے۔ پھر اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ آخری نبی محمدؐ صاحب ہیں مگر گورو نانک دیکھئے کیا کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ اخیر میں سب سے بڑا نانک ہوگا۔ اور وہ (کسی شلوک کا حوالہ نہیں۔ نور) سب پر غالب آئے گا۔ اور تمام قومیں خالصہ دھرم کی شرن میں آئینگی ÷

اب رہی بانگ اس کے متعلق جو شلوک پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ

بابا گیا بغداد نوں باہر جا کیتا استھاناں
اک بابا اکال روپ دوجا ربابی مرداناں
دتی بانگ نماز کر سن سماں ہویا جہاناں

اس سے ظاہر ہے کہ گورو نانک نے نماز کر کے بانگ دی جس کو سُنکر تمام جہان سُن سمان ہوگیا۔ اب میں پوچھتا ہوں کیا مسلمان نماز پڑھ کر بانگ دیتے ہیں (سنتوں کے بعد اذان دینی جائز ہے۔ نور) یا نماز پڑھنے سے پہلے۔ صاف ظاہر ہے کہ پہلے دیا کرتے ہیں۔ اور ان کی بانگ سے جہان سُن سماں نہیں ہوجایا کرتا۔ مگر باوا صاحب نے نماز کے بعد بانگ دی۔ جس کو سُنکر سارے لوگ سن سمان ہوگئے یہ بانگ وہی جے کار ہے جو سکھوں کے پاس ہے (سن سماں کے معنے خاموش کے ہیں۔ جب اذان دی جائے تو مسلمانوں کے لئے خاموش ہوجانے کا حکم ہے۔ نور) اور جو دنیا کو سُن کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔ مسلمان جے کارا نہیں مارتے ÷

شیخ صاحب نے ایک اور شلوک پیش کیا ہے اور وہ یہ ہے :۔

پاک پڑھیوس کلمہ رب دا محمد نال ملائے
ہو یا معشوق خدائے دا ہو یا تل الہٰہر

لیکن یہ ایک کہانی کا شلوک ہے جو یہ ہے کہ محمد صاحب کے دل میں خیال پیدا ہؤا کہ میں نبی ہوں۔ چنانچہ پہلے پہل انھوں نے کوئی دعویٰ نہ کیا تھا لیکن پھر دوسروں سے سُن سنا کر کہ نبی ہوتے ہیں۔ نبوت کا دعویٰ کر دیا اور اس پر انھیں غرور پیدا ہؤا۔ کہ میرے بغیر کوئی بخشا نہیں جائے گا اور کسی کی شفاعت نہ ہو سکے گی۔ اس پر خدا نے محمدؐ صاحب کو معجزہ دکھایا کہ اونٹوں کی ایک قطار جا رہی ہے جس پر صندوق لدے ہوئے ہیں اور ان صندوقوں میں انڈے ہیں۔ ان میں سے ایک کو لے کر توڑا گیا تو اس میں سے کئی انسان نکلے (گرنتھ صاحب اور واران بھائی گورداس جی جن پر سکھ مذہب کا دارومدار ہے ان میں کوئی ایسا حوالہ نہیں۔ نور) اور اس طرح محمدؐ صاحب کا یہ خیال دور ہؤا

پھر پڑھیوس کا ستّ بتاتا ہے کسی اور نے پڑھا؎

بھائی گنگا سنگھ صاحب نے اس جگہ اپنی تقریر ختم کی جس کے جواب میں شیخ صاحب نے تقریر شروع کرتے ہوئے پہلے اُن غلطیوں پر روشنی ڈالی۔ جو بھائی صاحب نے اپنی کتب کے حوالے پڑھتے ہوئے کی تھیں۔ چنانچہ بھائی صاحب نے واران بھائی گورداس جی کا یہ حوالہ پڑھتے ہوئے کہ

بابا پھر مکے گیا نیلے بستر دھارے بن والی

والی کی جگہ واری پڑھا جس کے معنے کردیئے پوشن کا پوجاری اور بن والی ولی بن کر ہر دو میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ نور) شیخ صاحب نے اس کے متعلق کہا کہ اگر میں گورمکھی نہ جانتا تو ممکن تھا کہ غلطی کھا جاتا۔ لیکن چونکہ میں گورمکھی پڑھا ہؤا ہوں۔ اس لئے آپ کا یہ جادو مجھ پر نہیں چل سکتا؎

اس بات کو سکھ مناظر صاحب نے خاص طور پر محسوس کیا۔ اور اپنی تقریر

ہیں اقرار کر لیا۔ کہ چونکہ میں نے حوالہ دیکھ کر نہیں پڑھا تھا۔ اس لئے غلطی ہو گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے شیخ صاحب کے متعلق یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ انھوں نے غلطیاں کی ہیں لیکن اس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ سکھ مناظر جذبہ انتقام سے مجبور ہو کر ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔

شیخ محمد یوسف صاحب کی تقریر

سکھ مناظر بھائی گنگا سنگھ صاحب کے جواب میں شیخ محمد یوسف صاحب نے کہا

بھائی صاحب نے حج کے متعلق جو بات بیان کی ہے وہ نہایت ہی عجیب و غریب ہے فرماتے ہیں باوا صاحب مکے گئے۔ اور محراب کیطرف پاؤں کر کے سو گئے تو ایک شخص جیون نے ان کے پاؤں اُدھر سے ہٹا کر دوسری طرف کر دیئے اسپر مکہ بھی اُدھر ہی پھر گیا اور باوا صاحب کے پاؤں کی طرف چلا گیا مگر افسوس ہے کہ بھائی صاحب کو اتنا بھی پتہ نہیں ہے کہ مکہ میں نماز پڑھنے کے لئے کوئی ایک سمت مقرر نہیں ہے۔ بلکہ چاروں طرف کھڑے ہو کر نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ اس قسم کے خلاف واقعہ قصے گھڑنے سے صاف ظاہر ہے کہ ہمارے سکھ دوستوں نے چاہا اور کوشش کی کہ باوا صاحب کے اسلام کو چھپائیں لیکن کامیاب نہیں ہو سکے۔

پھر دیکھئے لکھا ہے اور بھائی گنگا سنگھ صاحب نے پڑھ کر سنایا ہے کہ مکہ میں ایک شخص جیون تھا جس نے باوا صاحب کے پاؤں دوسری طرف کئے تھے۔ غضب خدا کا ہندی نام مکہ میں رہنے والے شخص کا ہو۔ شکر ہے جیون مل نہیں کہدیا گیا۔ اس نام کے بجائے کوئی اور نام رکھا جا سکتا تھا اور اسی کا مترادف عربی میں یحیٰی نام موجود ہے۔ مگر چونکہ خدا تعالے نے یہ دکھانا تھا کہ اس کتاب میں الحاق کیا گیا۔ اس لئے ایسا نام لکھوا دیا جو عربی نہیں بلکہ ہندی ہے اور یہ قطعاً ناممکن ہے کہ کسی عرب کا نام ہندی ہو۔
پھر بھائی صاحب نے کیسی مزہ کی بات بیان کی ہے کہ نماز سے مراد وہ

ظاہری نماز نہیں جو مسلمان پڑھتے ہیں بلکہ دل کی نماز ہے مگر جو شلوک پیش کیا ہے اس میں پانچوقت لکھے ہیں +

اس موقع پر شیخ صاحب نے ان شلوکوں کو پھر دہرایا۔ جو نماز کے متعلق ان کی پہلی تقریر میں درج ہو چکے ہیں۔ اور پوچھا کہ ان میں نو صاف پانچوقت۔ وضو۔ مسیت (مسجد) کے الفاظ آئے ہیں اور چلکر مسجد میں جانے کے لئے کہا گیا ہے۔ اس سے کیا مراد لی جائے گی +

پھر اگر نماز کے وہ معنے نہیں جو ان الفاظ سے ظاہر ہیں۔ تو اس شلوک کا کیا مطلب گھڑا جائے گا۔ کہ

تیہے حرف قرآن دے تیہے سپارے کین
تس وچ بندو نصیحتاں سُنکر کرو یقین

بھائی صاحب نے کہا کہ باوا صاحب جہاں جاتے تھے۔ وہاں کے مطابق کپڑے پہن لیتے تھے تا کہ لوگ دُکھ نہ دیں۔ اور اسی لئے وہ عرب کو جاتے وقت نیلے کپڑے پہن کر قرآن بغل میں عصا ہاتھ میں اور مصلّی کوزہ ساتھ لیکر گئے۔ مگر میں پوچھتا ہوں جب باوا صاحب ہردوار گئے اور وہاں کے پانڈو نے انھیں نکال دیا۔ اس وقت ان کا کیا لباس تھا۔ کیا انھوں نے تلک لگایا تھا اور گلے میں جنیو ڈالا ہوا تھا +

بھائی صاحب نے شیطان کا ذکر کرتے ہوئے اسلام پر چوٹ کی ہے لیکن آئیے میں دکھاؤں۔ سکھ مذہب کا اس کے متعلق کیا عقیدہ ہے۔ گرنتھ صاحب وار جتیسری محلہ ۵ میں لکھا ہے:-

کام۔ کرودھ۔ ہنکار پھریں دیوانیاں
بن پورے گرو دیو پھریں شیطانیاں

پورے گرو کے سوا جو لوگ شہوت۔ غصہ اور تکبر میں گھرے ہوتے ہیں وہ شیطان کے قبضہ میں ہوتے ہیں +

اور لیجئے جنم ساکھی کے صفحہ ۱۴۷ میں لکھا ہے:-

توریت - زبور - انجیل - تیسے پڑھ سُن ڈٹھے وید
رہی قرآن کتاب کل جگ میں پرواز

اور ملاحظہ ہو گرنتھ صاحب:-

کل پروان کتیب قرآن پوتھی پنڈت رہے پران

مطلب یہ کہ توریت - زبور - انجیل اور وید کو پڑھ پڑھا کر سُن لیا - اس کل یگ میں اگر کوئی کتاب گناہوں سے بچا سکتی ہے تو قرآن ہی ہے +

پھر جنم ساکھی کے صفحہ ۱۳۹ میں لکھا ہے:-

کھاون قسم قرآن دی کارن دنی حرام
آتش اندر سڑسن آکھے نبی کلام

کہ جو لوگ قرآن کی قسم جھوٹی کھاتے ہیں - وہ آگ میں جلینگے +

مینے جو یہ شلوک پیش کیا تھا - کہ

تیہہ کر رکھے پنج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائے

اس کے متعلق بھائی گنگا سنگھ صاحب کہتے ہیں کہ جو لوگ تیس روزے رکھتے اور پانچ نمازیں پڑھتے ہیں ان کا نام شیطان اچھے لوگوں کی فہرست سے کاٹ دیتا ہے مگر میں کہتا ہوں - اگر اس کا مطلب یہ ہے تو کیا اس کے ساتھ ہی اک کر دکھایا" یعنی ایک خدا کے ماننے کی وجہ سے بھی شیطان نام کاٹ دیتا ہے - اس صورت میں سکھ صاحبان بھی شیطان کے پنجہ سے نہیں نکل سکتے +

بھائی گنگا سنگھ صاحب کی تقریر

شیخ صاحب نے اس شلوک پر بہت زور دیا ہے کہ

تیہے حرف قرآن دے تیہے سپارے کین
تس وچہ پند نصیحتاں سُن کر کرو یقین

لیکن اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ قرآن پکار تو بہت کرتا ہے مگر کچھ تسلی نہیں کر سکتا (شلوک صاف پنجابی زبان میں ہے۔ آپ کے معنوں کو اصل شلوک سے کوئی تعلق نہیں۔ نور) شیخ صاحب نے کہا ہے کہ اگر نماز سے مراد وہ نماز نہیں جو مسلمان پڑھتے ہیں۔ تو پھر پانچ وقت سے کیا مراد ہے۔ اس کے لئے یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر ایک کام علیحدہ علیحدہ وقت میں ہوتا ہے۔ مثلاً جس وقت سچ بولنے کا وقت ہوگا۔ اس وقت سچ بولا جائے گا جس وقت حق حلال کھانے کا وقت ہوگا۔ اس وقت حق حلال کھایا جائے گا (کیا حق حلال کھاتے وقت سچ بولنا گناہ ہے) اس لئے وقت کا لفظ کہا گیا ہے۔ شیخ صاحب نے جو یہ شلوک پیش کیا ہے:۔

ہی قرآن کتاب کل جگ میں پروار

اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ گناہوں اور پاپوں کا زمانہ۔ اس وقت قرآن جیسی کتاب آگئی ہے۔ یعنی جیسا زمانہ خراب ہے ویسی ہی کتاب ہے (یہ کس شلوک کے معنے ہیں۔ نور) +

شیخ صاحب نے تیس سپارے والا کوئی حوالہ پڑھا ہے اس کو میں چھوڑتا ہوں (کیوں۔ نور) اور ان سے پوچھتا کہ اگر گورو نانک مسلمان ہوا تھا تو اس نے اپنی شادی ہندوؤں میں کیوں کی۔ اگر کہو شادی کے بعد مسلمان ہوئے تھے تو انھوں نے اپنے لڑکوں کے نام ہندوانہ نام کیوں رکھے۔ اگر کہو ان کے نام رکھنے کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔ تو انکی شادی ہندوؤں میں کیوں کی گئی اور پھر ان کو گورو صاحب کی گدی کیوں ملی +

شیخ صاحب کہتے ہیں کہ جیون پنجابی نام ہے عربی نہیں۔ لیکن جس طرح پنجابی میں کسی کا نام قائم دین ہو تو اُسے قیما کہا جاتا ہے۔ اسی طرح کا یہ نام ہے۔ اور جیون چونکہ مینیل سٹاف (چپڑاسی۔ جاروب کش وغیرہ) سے تھا اس لئے بطور حقارت اس کا نام عربی کے بجائے پنجابی میں لیا گیا۔ پنجابی

چونکہ عربوں کو اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے بلکہ حقیر سمجھتے تھے۔ اس لئے ممکن ہے کہ اس کا نام جمال الدین ہو۔ اور تحقیر کے طور پر جیون کہا گیا ہو یا ہو سکتا ہے کہ کوئی پنجابی وہاں گیا ہو۔ اور وہیں رہ گیا ہو +

شیخ صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ جنم ساکھی میں جو یہ لکھا ہے کہ مکہ پھر گیا۔ یہ بعید از عقل بات ہے۔ میں کہتا ہوں یہ اگر بعید از عقل ہے تو پھر انھوں نے اپنے دعوے کی بنیاد اس کتاب پر کیوں رکھی ہے۔ (بنیاد و مدار دعویٰ گرنتھ ہے۔ نور) جس میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں۔ پھر ممکن ہے ایسا ہی ہو کہ مکہ چاروں طرف ہو لیکن نماز پڑھتے وقت کسی ایک ہی طرف منہ کرنے ہونگے +

شیخ صاحب کی تقریر بھائی گنگا سنگھ صاحب نے جو یہ حوالہ پیش کیا ہے کہ قرآن کو لوگ بہت پڑھتے ہیں۔ مگر فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ وہی لوگ فائدہ نہیں اٹھاتے جو شیطان کے گمراہ کئے ہوئے ہیں +

بھائی صاحب نے باوا صاحب کے مکہ جانے کے متعلق ان باتوں سے اتفاق کر لیا ہے کہ نیلے کپڑے پہن کر گئے تھے۔ قرآن مصلیٰ کوزہ اور عصا ان کے پاس تھا۔ مگر جیون کے متعلق کہتے ہیں کہ جس طرح پنجاب میں کسی کا قائم دین ہوتا ہے تو اسے قیما کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ممکن ہے اس کا کوئی اور نام ہو۔ اور جیون کہا گیا ہو۔ مگر میرے دوست مکہ پنجاب میں نہیں بلکہ عرب میں ہے اور عرب میں ہندی نام نہیں رکھے جاتے +

میرا دوست ان حوالوں کیطرف نہیں آیا جو میں بار بار پیش کرتا ہوں معلوم نہیں۔ کیا وجہ ہے۔ اب اور لیجئے +

بھائی صاحب کہتے ہیں کہ گرنتھ صاحب میں جو کچھ لکھا ہو وہی ماننا چاہیئے اور بھگت کبیر کے شلوک کو انھوں نے بڑی شدومد سے پیش کیا ہے میں بھی انہیں کا ایک شلوک پیش کرتا ہوں۔ کہتے ہیں :-

کبیر پریت کر ایک سوں انت بدھ ویدا جائے
بھانویں لانبے کیس رکھ بھانویں گھر ڑمنڈائے

یعنی چاہے سر پر لمبے کیس رکھ۔ اور چاہے منڈوا دو۔ ایک ہی بات ہے۔
بھائی صاحب نے جن سوالوں کا کوئی جواب نہ دیا تھا۔ ان کو پھر پیش کیا گیا۔ اور اس کے بعد کہا گیا کہ بھائی صاحب کہتے ہیں اگر باوا صاحب مسلمان تھے۔ تو انھوں نے ہندوؤں کے ہاں شادی کیوں کی۔ مگر انھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ کسی کا مسلمان ہونا شادی پر منحصر نہیں ہے بلکہ اس کے اقوال اور اعمال پر ہے۔

بچوں کے نام رکھنے کے متعلق بھائی صاحب نہ گرنتھ صاحب سے نہ جنم ساکھی سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ باوا صاحب نے رکھے ہیں۔ اور باوا صاحب نے گدی اپنے بچوں کو نہیں دی۔

اب میں باوا صاحب کے مسلمان ہونے کے متعلق ایک اور بات پیش کرتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ ضلع فیروزپور میں ایک جگہ گوروہر سہائے ہے وہاں سکھوں کے پاس باوا صاحب کی ایک پوتھی ہے۔ جس کو بڑا متبرک سمجھا جاتا ہے اس کو جب کھول کر دیکھا گیا تو قرآن نکلا۔ چنانچہ اب تک وہاں قرآن رکھا ہے۔ پھر جب باوا صاحب فوت ہوئے تو انکے پٹھان مرید آئے اور انھوں نے کہا کہ ہم انھیں دفن کریں گے یہ مسلمان ہیں۔ اس وقت کسی نے انکار نہیں کیا کہ باوا صاحب مسلمان نہیں ہیں۔

بھائی گنگا سنگھ صاحب کی تقریر

پہلی خوشخبری تو شیخ صاحب نے یہ سنائی۔ کہ جو لوگ شیطان کے بہکائے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کو قرآن کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ میں کہتا ہوں اگر ان کو قرآن کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ تو پھر کس کام کا۔ جو پہلے ہی اچھے لوگ ہیں انکو قرآن کی ضرورت کیا۔ اور جو برے ہیں۔ انکو قرآن برائیوں سے چھڑا نہیں سکتا۔

اب شیخ صاحب نے بھائی گورداس جی کے حوالے بھی پیش کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ جن کو میں چھوڑتا ہوں دکیوں۔ بھائی گورداس جی تو سکھوں کے ایسے واجب الاحترام بزرگ ہیں جو گوروؤں کو بہت عزیز تھے۔ اور جنکی تصنیف کو کلید گرنتھ کہا جاتا ہے پھر ان کے حوالوں کو آپ کیوں چھوڑتے ہیں۔ (نور)

شیخ صاحب کہتے ہیں۔ جیون عربی لفظ نہیں۔ مگر یہ تو خیال ہے کہ جنم ساکھی پنجابی میں ہے عربی میں نہیں ہے کہ اس میں عربی کے الفاظ رکھے جاتے۔ پس یہ زور دینا ٹھیک نہیں کہ جیون پنجابی لفظ ہے کیونکہ بندہ پرور جنم ساکھی بھی عربی نہیں پنجابی ہے۔

شیخ صاحب گورو نانک صاحب کا بار بار مسلمان ہونا پیش کرتے ہیں لیکن دیکھئے گورو نانک صاحب مسلمانوں کے عقیدوں پر ہندوؤں کے عقیدوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ چنانچہ مردہ کو دفن کرنے کے بجائے جلانا پسند کرتے ہیں۔

بھانویں لانبے کیس رکھ بھانویں گھر ڑ منڈائے

یہ گرنتھ صاحب کا شلوک ہے اور ہم اس کے قائل ہیں مگر یہ ان سادھوؤں کو کہا گیا ہے جو یا تو لمبے لمبے کیس رکھتے ہیں یا بالکل منڈا دیتے ہیں۔

شیخ صاحب کی تقریر[۱]

بھائی صاحب کہتے ہیں جو کتاب ان لوگوں کو نجات نہیں دے سکتی۔ جن پر شیطان کا قبضہ ہوتا ہے اس کا کیا فایدہ؟ مگر شاید انھوں نے غور نہیں کیا۔ باوا نانک صاحب یہ خود فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جو شیطان کے قبضہ ہیں ان کو قرآن کوئی فایدہ نہیں پہنچاتا جیسا کہ فرماتے ہیں۔ وہ لوگ جو شیطان کے قبضہ میں ہیں ان پر گرو کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔ اسی طرح قرآن شریف کے متعلق کہتے ہیں۔

بھائی صاحب کہتے ہیں۔ جیون ترجمہ کر کے پنجابی میں لکھا دیا گیا ہے کیونکہ

[۱] گرنتھ صاحب وار جیتسری محلہ ۵ کام کرودھ نہکار پھریں دوانیاں۔ بن پورے گوردیو پھرین شیطانیاں

جنم ساکھی پنجابی میں ہے۔ عربی میں نہیں ہے۔ اگر کوئی ان کے لٹریچر سے واقف نہ ہوتا۔ تو انکی بے دلیل بات میں آجاتا۔ لیکن یہاں دال نہیں گلتی دیکھئے جہاں جیون کا لفظ ہے۔ وہیں قاضی رکن دین کے الفاظ موجود ہیں ان کا کیوں نہ پنجابی ترجمہ کر دیا گیا۔ پھر عصا کونسا پنجابی لفظ ہے۔ کتاب کوزہ مصلےٰ۔ کون سے پنجابی الفاظ ہیں۔ پس جب اتنے عربی الفاظ ایک جگہ لکھ دیئے گئے تو پھر کسی عربی لفظ کا جیون ترجمہ کرنے کی کیا ضرورت تھی +

بھائی صاحب نے کہا ہے کہ باوا صاحب دفن کرنے کی نسبت جلانے کو پسند کرتے تھے۔ اس کے متعلق میں انھیں کا عقیدہ پیش کرتا ہوں گرنتھ صاحب میں فرماتے ہیں:۔

دنیا مقام فانی۔ تحقیق دل دانی
مم سر موعزرائیل گرفتہ دل ہیچ ندانی
زن پسر پدر برادراں کس نیست دستگیر
آخر بیفتم کس ندارد چوں شود تکبیر

اب بتائیے۔ عزرائیل کے جان قبض کرنے کا عقیدہ کن لوگوں کا ہے اور تکبیر جنازہ کس وقت پڑھی جاتی ہے جلانے کے وقت یا دفن کرنے کے وقت۔

پھر جنم ساکھی صہ ۲۲۶ پر لکھا ہے +

داغ ہو تر دھرتری جو دھرتی ہوئی سمائے
تاں سکے نکٹ نہ آوسی دوزخ سندی ہائے

باوا صاحب کہتے ہیں جو لوگ داغ سے پاک ہو کر قبر میں جاتے ہیں ان کے نزدیک دوزخ کی ہوا تک نہیں آتی +

پھر دیکھو جنم ساکھی بھائی بالا صہ ۱۵۴ سطر ۱۸

مرے وچارا ہندڑو وچے اگے دبن جلائے

جلبل ہوگئی بھسمڑی پونا کھڑے اوڑلے
پڑھ سکے ویکھ قرآن نوں کسنوں وڈی سزائے
سو . . . . . بھنتے کھاندے تائے

اب اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے خود باوا صاحب کی اپنی نعش بھی جلائی نہیں گئی ؛

بھائی گنگا سنگھ صاحب کی تقریر شیطان کے متعلق گورو نانک صاحب نے تو یہ کہا ہے کہ جن کو گورو پورے نہیں ملتے وہ شیطان کے قبضہ میں ہوتے ہیں ؛

قاضی رکن دین کا نام نہ بدلنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ بڑی پوزیشن کا آدمی تھا۔ لیکن جیون اعرابی تھا۔ اس لئے اسکی ہتک کے لئے اس کا اس طرح نام لیا گیا۔ باقی لفظ چونکہ عام تھے۔ اس لئے وہی رکھے گئے۔ اب میں اور اعتراضوں کو چھوڑتا ہوں۔ اور شیخ صاحب سے صرف یہ پوچھتا ہوں کہ گورو نانک نے جو تیسرا مذہب چلایا وہ کیوں چلایا۔ اگر مسلمان تھے۔ اس کے جواب کے لئے میں اپنا وقت بھی شیخ صاحب کو دیتا ہوں ؛

شیخ صاحب کی تقریر ۵ بھائی گنگا سنگھ صاحب نے کہا ہے کہ رکن دین کی چونکہ پوزیشن بڑی تھی۔ اس لئے اس کے نام کا پنجابی میں ترجمہ نہ کیا گیا۔ لیکن جیون معمولی آدمی تھا۔ اس لئے اس کا نام اس طرح لیا گیا۔ مگر تعجب ہے کہ بھائی صاحب کو اپنے لٹریچر کی بھی واقفیت نہیں۔ جنم ساکھی کے صہ ۱۳۲ میں لکھا ہے:۔

تاں بابے نانک جی آکھیا۔ کہ ملاں جیون اس شہر دا محرم خدائے ہے۔ اور یہ مکہ مدینہ آد جگاد دا تیرتھ ہے۔

مطلب یہ کہ باوا صاحب نے کہا کہ ملاں جیون مکہ شہر دا محرم خدائے ہے یعنی عارف باللہ ہے۔ اور مکہ مدینہ آد جگاد کا تیرتھ یعنی سب سے پہلا خدا کا گھر ہے

بھائی صاحب کہتے ہیں کہ میں بار بار ان حوالوں کو کیوں پیش کرتا ہوں مگر جب تک مجھے ان کا جواب نہ دیا جائے گا میں ان کو پیش کرتا رہوں گا +

اس موقعہ پر پھر گزشتہ حوالے پیش کئے گئے اور اخیر میں کہا کہ بھائی صاحب کہتے ہیں باوا صاحب نے کوئی تیسرا مذہب نکالا ہے۔ اس کے متعلق میں پوچھتا ہوں جیسا کہ باوا صاحب فرماتے ہیں +

ب بدعت کو دُور کر قدم شریعت راکھ
نیوں چل اگے سب دے مندا کسے نہ آکھ

وہ کونسی نئی شریعت ہے جو باوا صاحب نے پیش کی ہے انھوں نے کہاں یہ بتایا ہے۔ کہ فلاں عورت سے شادی کرنی چاہیئے اور فلاں سے نہیں۔ فلاں کام کے متعلق یہ حکم ہے اور فلاں کے متعلق یہ۔ حکام سے اس طرح تعلق رکھنے چاہئیں اور خود حاکم ہو کر رعایا سے اس طرح۔ اسی قسم کی اور بہت باتیں ہیں جنکے لئے شریعت کے احکام کی ضرورت ہے۔ پس اگر باوا صاحب نے کوئی تیسرا مذہب نکالا تھا تو اس کے لئے کونسی شریعت بنائی تھی +

بھائی گنگا سنگھ صاحب کی تقریر ۵

اس جواب میں بھائی صاحب نے جو تقریر کی وہ آخری تقریر تھی۔ اس میں انھوں نے بجائے کسی سوال کا جواب دینے کے اسلام پر اعتراض کرنے چاہے جس پر پریزیڈنٹ صاحب نے روک دیا کہ یہ اعتراض کرنے کا وقت نہیں ہے اور طے شدہ شرائط کے رو سے آپ کوئی ایسا حوالہ پیش نہیں کر سکتے جو پہلے پیش نہیں ہوا۔ اس طرف سے روک دیئے جانیکے بعد بھائی صاحب نے اعتراض کا جواب دینے کے بجائے سکھ مذہب کو قبول کرنیکی اپیل شروع کردی اور اسی میں اپنا وقت ختم کر دیا۔ جس پر مباحثہ کی کارروائی ختم ہو گئی +

اخیر میں پریزیڈنٹ صاحب نے جلسہ کو برخاست کرتے ہوئے سامعین کیطرف سے دو نو لیکچراروں کا شکریہ ادا کیا۔ اور سکھ صاحبان کیطرف سے جناب پریزیڈنٹ صاحب کے حسن انتظام کی وجہ سے شکریہ ادا کیا گیا اور جلسہ برخاست ہو گیا +

مسلمانوں کے تعلقات سکھ گوروؤں سے

(اس مضمون کے تقریباً ¾ حصہ کو سکھوں کے مشہور اخبار رائل گزٹ + نے اپنے اخبار میں حرف بحرف درج کیا)

بیچارے مسلمانوں کی قسمت ہی میں یہ لکھا ہے کہ یہ نیک سے نیک سلوک کریں اور اسکے عوض میں انھیں بدنام کیا جائے۔ آہ! بیچارے مسلمان بھی کس قسمت کے مالک ہیں آج اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کو بدنام کیا جاتا ہے مگر اسکے سلطنت کے بہترین اراکین کون تھے مہاراجہ جسونت سنگھ اور راجہ جے سنگھ وہ بے تعصب عالمگیر جس نے کانگڑہ کی مشہور و معروف جوالا مکھی مندر کے پوجاریوں کے نام پانصد یا کم و بیش بگہہ زمین جوالا مکھی کے مندر کے واسطے ہمیشہ کیلئے وقف کی۔ مندر کے پوجاریوں کے پاس اسوقت بھی یہ سند تانبے کے پترہ پر فارسی حروف میں لکھی ہوئی موجود ہے مگر آہ! اس بے تعصب عالمگیر کو بعض وطنی بھائیوں کیطرف سے پانی پی پی کر کوسا جاتا ہے مشہور فرانسیسی سیاح ڈاکٹر برنیر نے ۱۶۶۸ء میں شیراز سے اپنے ایک دوست مسٹر چیپلین کو ایک چٹھی لکھی تھی جس میں وہ لکھتے ہیں "مغل اعظم گو مسلمان ہے مگر ان قدیم اور بیہودہ توہمات رسوم کی اجازت دے دیتا ہے کیونکہ وہ بُت پرستوں کو اپنے مذہبی فرائض کی ادائیگی سے روکنا نہیں چاہتا" اور تاریخ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ ہندو کے ساتھ اورنگ زیب کے ظالمانہ برتاؤ کی روائتیں معاندین کے واہمہ اخلاق کا ایک متعصبانہ کرشمہ ہیں۔ اور بس÷

ضرورت ہے کہ ہمارے ہندو بھائی اپنی اس رائے پر جو انھوں نے اورنگ زیب کے بارے میں قائم کر رکھی ہے نظر ثانی کریں۔ اور اپنے ایک بہت بڑے محسن کو ایک بہت بڑا دشمن خیال کرنے کے گناہ سے بچیں÷

ماہ۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء میں انگلستان کے ایک مستشرق لفٹننٹ کرنل ڈی سی فلپ کو مغارس جانے کا اتفاق ہوا۔ جہاں انھیں اورنگ زیب کے ایک فرمان کی عکسی نقل ہاتھ لگ گئی۔ یہ فرمان حاکم بنارس ابوالحسن کے نام تھا۔ اور اس کے مضمون کی نوعیت ایسی نہ تھی۔ کہ اس عام شہرت کے اعتبار سے جو اورنگ زیب کو ہندو حلقوں میں نصیب ہے۔ بادی النظر میں سمجھی جائے

+ آجکل اس کا نام شیر پنجاب ہے

لیا جانا۔ ہندوؤں نے مشہور کر رکھا ہے کہ اورنگزیب ان کا جانی دشمن تھا۔ اس نے ان پر جزیہ لگایا۔ اور اس نے انکے بت توڑے۔ اس نے انکے مندر ڈھائے۔ جب تک وہ سوا من زنار نہ جلا لیتا تھا اسے کھانا ہضم نہ ہوتا تھا۔ اس نے دوسرے مقامات کیطرح بنارس میں بھی ہنود کے بہت سے بت کدے برباد کر دیئے۔ اور ان کے کھنڈروں پر مسجدوں کو تعمیر کیا۔ یہ کہانیاں کرنل فلٹ نے بھی سنی تھیں۔ ایسی حالت میں مقام تعجب نہ تھا۔ اگر فرمان کی عکسی نقل پر جو اورنگزیب کو کسی اور ہی رنگ میں پیش کر رہی تھی۔ انھیں اعتبار نہ آئے۔ اور جب تک اصل کو دیکھ کر مطمئن نہ ہولیں اپنی رائے اس باب میں محفوظ رکھیں۔ چنانچہ وہ دوبارہ بنارس گئے اور اس مرتبہ خان بہادر شیخ محمد طیب صاحب کوتوال شہر کی امداد سے آپنے اصلی فرمان بھی دیکھ لیا وہو ہذا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منشور لامع النور اورنگزیب شاہ بہادر غازی محمد اورنگزیب شاہ بہادر غازی ابن صاحبقران ثانی ؛

لایق العنایتہ والرحمۃ ابوالحسن بالتفات شاہانہ امیدوار بودہ بداند کہ چوں بمقتضائے مراحم ذاتی و مکارم جبلی ہمگی ہمت والاہمت و تمامی نیت حق طویت بار رفاہیت جمہور انام و انتظام احوال طبقات خواص و عام مصروف است و از روئے شرع شریف و ملت منیف مقرر جنیں است کہ دیرہاد یریں برانداخت نشود و بتکدہ ہا تازہ بنیاد نیابد و دریں ایام معدلت انتظام بعرض اشرف اقدس ارفع اعلیٰ رسید کہ بعض مردم از راہ عنف و تعدی نہ ہنود سکنہ قصبہ بنارس و برخے امکنہ دیگر کہ نواحی آں واقع است و جماعت برہمناں سدنہ آں محال کہ سدانت بتخانہ ہائے قدیم کہ آنجا باینہا تعلق دارد مزاحم و متعرض مے شوند و میخواہند کہ ایشاں را از سدانت آں کہ از مدت مدید باینہا متعلق است و ایں معنی باعث پریشانی و تفرقہ حال ایں گروہ میگرد لہذا حکم والا صادر شود کہ بعد از ورود ایں منشور لامع النور مقرر کند کہ من بعد احدی تعرض و تشویش باحوال برہمناں و دیگر ہنود متوطنہ آں محال نہ رساند تا آنہا بدستور ایام پیشین بجاء و مقام خود بودہ بجمعیت خاطر بدعا بقائے دولت (خدا) واو ابد مدت ازل بنیاد قیام نمایند و دریں باب تاکید دارند بتاریخ ۱۵ جمادی الثانیہ ۱۰۶۹ ہجری نوشتہ شد ؛

مفاد منشور

ابوالحسن کو جو نوازشات و عنایات کا مستحق ہے ہماری شاہانہ التفات کا امیدوار رہ کر جاننا چاہیئے۔ کہ اپنے مراحم ذاتی اور مکارم جبلی کے اقتضاے ما بدولت و اقبال کی سب سے بڑی مصروفیت یہی ہے کہ خلق خدا آسودہ رہے اور رعایا کے چھوٹے بڑے سب طبقوں کی حالت درست رہے یہ بھی واضح ہو کہ شریعت غرا کے مقدس قانون کے لحاظ سے اگرچہ نئے بتکدوں کی تعمیر کی اجازت نہیں دیجا سکتی۔ لیکن جو پرانے مندر ہیں۔ وہ ڈھائے بھی نہیں جا سکتے۔ ان ایام معدلت نظام میں یہ خبر ہمارے گوش زد ہوئی ہے۔ کہ بعض اعمال از راہ جبر و تعدی قصبہ بنارس اور اس نواح کے بعض دوسرے مقامات کے ہندوؤں اور اس علاقہ کے بعض برہمنوں پر جو وہاں کے قدیم بتخانوں کے پروہت ہیں تشدد کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں۔ کہ ان برہمنوں کو انکی پروہتی سے الگ کر دیں۔ جس کا نتیجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ کہ بیچارے پریشاں ہوں۔ اور مصیبت میں مبتلا ہو جائیں۔ لہذا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ کہ اس منشور لامع النور کے پہنچتے ہی ایسا انتظام کرو۔ کہ کوئی شخص تمہارے علاقہ کے برہمنوں اور دوسرے ہندوؤں کے ساتھ کسی قسم کا تعرض نہ کرے اور انکی تشویش کا باعث نہ ہو۔ تاکہ یہ جماعت بدستور سابق اپنی اپنی جگہ پر اور اپنے اپنے منصبوں پر قائم رہ کر اطمینان قلب کے ساتھ ہمارے دولت خداداد ابد مدت و ازل بنیاد کے حق میں مشغول دعا رہیں۔ اس باب میں تاکید مزید کی جاتی ہے ؁

بتاریخ ۱۵ شہر جمادی الثانی سنہ ۱۰۶۵ ہجری المقدس اس فرمان کی شان نفاذ پر خان بہادر محمد طیب نے جو تاریخی روشنی ڈالی۔ وہ بہت ہی بصیرت افروز ہے۔ اسکی لمعانی ملاحظہ ہو۔

بنارس کے محلہ منگلا گوری میں گوپی اپادھیا نام ایک برہمن رہتا تھا جسے گذرے ہوئے پندرہ سال ہوتے ہیں۔ اسکی یادگار صرف ایک نواسہ ہے جسے منگل پانڈے کہتے ہیں اور وہ بھی محلہ منگلا گوری ہی میں رہتا ہے۔ نانا کے انتقال پر دوسرے خاندانی کاغذات کے ساتھ شہنشاہ اورنگ زیب کا یہ فرمان بھی ترکہ میں ملا۔ ماہ اپریل ۱۹۰۵ء منگل پانڈے نے بنارس کے کلکٹر کی عدالت میں ایک استغاثہ دائر کیا۔ اور میں کلکٹر صاحب کے حکم سے

ابتدائی تحقیقات پر مامور تھا منگل ایک گھاٹیا برہمن ہے۔ جو دریا کے گھاٹ پر بیٹھا رہتا ہے۔ اور پجاری کی خدمات انجام دیتا ہے۔ جو جاتری اشنان کرنے کے لئے آتے ہیں انھیں پوجا کراتا ہے۔ اور پوجاری کی رسموں کے لئے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے وہ انھیں خرید کر دیتا ہے پچھلے دنوں گجرات کی کچھ بنانیاں اپنے ملک کی رسم کے مطابق گھاٹ پر دھرنا دیکر بیٹھ گئیں اور رونا اور بین کرنا شروع کر دیا۔ اس سے دوسرے پوجاریوں کی عبادت میں خلل آنے لگا۔ منگل پانڈے نے انھیں ٹوکا۔ کہ اگر تم یونہی روؤ اور چلاؤ گی تو کوئی دوسرا پوجاری اس گھاٹ پر نہ آئے گا۔ اور میرا نقصان ہوگا۔ اسپر منگل میں اور ان بنیوں میں تنازعہ ہو گیا۔ اور اسے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تمہارے پاس گھاٹ کے اس حصہ کی پروہتی کے لئے کوئی قانونی دستاویز بھی موجود ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو پیش کرو۔ اس مطالبہ کے جواب میں اس نے اور اسکے نوکر بابو نندن نے متعدد کاغذات میرے سامنے پیش کئے۔ اور شہنشاہ اورنگزیب کا فرمان بھی انہیں میں موجود تھا۔ یہ فرمان اب بھی اس کے قبضہ میں ہے ؛

اس فرمان کے بعد کرنل فلٹ کے سارے شکوک جاتے رہے۔ اور فرمان کو جسکی پشت پر اورنگزیب کے بیٹے شہزادہ محمد سلطان کی مہر ثبت ہے۔ بنظر غائر دیکھنے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ فرمان اورنگزیب ہی کا جاری کیا ہوا ہے۔ اور اسکے پڑھنے کے بعد خواہ نخواہ ماننا پڑتا ہے کہ اورنگزیب ویسا نہیں جیسا اسکے نکتہ چین اسے ظاہر کرتے ہیں بلکہ اسکی سب سے بڑی تمنا یہ تھی۔ کہ اسکی ہندو رعایا امن وامان اور خوشحالی و فارغ البالی کی زندگی بسر کرے (نور ۷۔ فروری ۱۹۳۵ء) ؛

مگر ہمارے وطنی دوستوں کے نزدیک آج اس عالمگیر سے بڑھکر اور کوئی برا شخص نہیں یہی حالت سکھ گوروؤں سے حسن سلوک کے متعلق ہے مسلمان بادشاہوں نے سکھ گوروؤں کے ساتھ نیک نیک سلوک کئے اور شہنشاہ اسلام ہر وقت سکھ گوروؤں کی ترقی میں کوشاں رہے ہمیشہ گورو صاحبان کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کو روا رکھا۔ اور سکھ گوروؤں کی خوشنودی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ مگر آج مسلمان بادشاہ سب سے زیادہ بدنام ہیں دنیا میں وہ کوئی عیب نہیں جو

اثر نہ لگایا جاتا ہو۔ جابر وہ متعصب وہ۔ خدا جانے اور کیا کیا کچھ انھیں نہیں کہا جاتا۔ یہ کیوں بات صاف ہے ہمارے وطنی دوستوں کو یہ بات کبھی ایک آنکھ بھی نہیں بھائی کہ وہ سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات کو اچھی نگاہ سے دیکھیں اس لئے انھوں نے خوبیوں کو تو چھپایا مگر اس کے برخلاف معمولی سے معمولی باتوں کو رائی کا پہاڑ بناکر عجیب در عجیب رنگ آمیزیوں سے پیش کرتے رہے جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ سکھ اور مسلمان جو درحقیقت بھائی بھائی تھے جو ایک ہی وحدت اور روحانیت کے چشمہ سے تنبیر بس کام ہوئے تھے ان میں اسقدر آزردگی اور کشیدگی اور تنفر پھیلا کہ وہ ایک دوسرے کے جانی دشمن ہوگئے سکھ ایک سپاہی قوم تھی اور تعلیم کی طرف ان کا خیال کم تھا۔ اس وجہ سے ہمارے وطنی دوستوں کی ان رنگ آمیزیوں نے سکھوں میں توب کام کیا۔ سکھ بیچارے حقیقت حال سے ناواقف تھے اس لئے جو کچھ وہ کہتے رہے سکھ دوست اعتبار کرتے رہے اور ساتھ ہی اس کے مسلمانوں سے ایک بڑی بھاری کوتاہی ہوئی کہ انھوں نے حقیقت حال سے آگاہ کرتے اور از سرتاپا غلط اتہامات سے عہدہ برا ہونے سے سخت سستی سے کام لیا۔ بھولے مسلمانوں کے دلوں میں یہ بہت ہی کم خیال ہوا کہ سکھ صاحبان در اصل ہمارے بھائی ہیں اور بعض خود غرض لوگوں کے بیجا اتہاموں اور غلط فہمیوں سے یہ بہت دور جا پڑے ہیں۔ حقیقت حال سے آگاہ کرکے انھیں اپنے ساتھ ملانا چاہیئے۔ مجھے امید ہے کہ جوں جوں سکھ صاحبان میں تعلیم پھیلتی جائیگی وہ نوں نوں حقیقت حال سے آگاہ ہوتے جائیں گے۔ اور وہ وقت انشاء اللہ تعالیٰ بہت قریب ہے جب دو بچھڑے ہوئے بھائی ایک دوسرے کے گلے مل جائیں گے ؎

حضرت باوا نانک رحمتہ اللہ علیہ کے مسلمانوں کے ساتھ مضبوط تعلقات کی نسبت ہم کافی و وافی روشنی ڈال چکے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ دوسرے گرو صاحبان کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کا کیا عالم رہا۔ میرے ان معلومات کا ماخذ زیادہ تر تاریخ گورو خالصہ۔ سورج پرکاش۔ گوربلاس۔ پنتھ پرکاش وغیرہ ہیں۔ آپکے دوسرے جانشین حضرت باوا انگدجی مہاراج ایک کامل فقیر منش تھے۔ انھیں جاہ و حشمت سے کوئی سروکار نہ تھا۔ تیسرے گورو مہاراج امرداس جی صاحب کے عہد میں فقیری و امیری ایک جگہ جمع ہوئیں یعنی

جوں جوں . . . گوروصاحبان کا دائرہ عقیدت وسیع ہوتا گیا۔ توں توں مریدوں نے زیادہ نذرونیاز پیش کرنی شروع کیں۔ گو تیسرے گوروصاحب کو دنیا سے کوئی محبت نہ تھی مگر شردّھا اور عقیدت کے ساتھ جو کچھ مرید نذر پیش کرتے تھے وہ انکی خاطر اور خدا کا انعام سمجھ کر قبول ہی کرنا پڑتا تھا۔ بہرحال تیسرے گورو کے عہد میں امیری اور فقیری ایک دوسرے کے بہت قریب ہو گئیں +

جب آپ کرتارپور چھوڑ کر گوئندوال آئے تو ایک شخص گوبند نامی نے گورومہاراج پر دعویٰ کیا۔ وہ دعویٰ حاکم لاہور جو ایک مسلمان تھا کے حضور پیش ہوا۔ مگر حاکم نے گوروصاحب کے حق میں فیصلہ دیا حالانکہ حاکم جانتا تھا کہ گورو امرداس صاحب کا حلقہ دن بدن بڑھ رہا ہے اور وہ وقت قریب ہے جب سیاسی رنگ میں موجودہ حکومت کیلئے بہت کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا مگر حاکم لاہور نے اسبات کی قطعاً پرواہ نہ کی۔ اور انصاف کے سامنے سر جھکاتے ہوئے گوروصاحب کے حق میں فیصلہ دیا۔ پھر کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے گوروصاحبان پر تشدد کیا۔ میں کہتا ہوں صرف انصاف ہی نہیں بلکہ انصاف سے کئی درجہ بڑھ کر جسے شاہانہ شفقت اور لطف کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے وہ ہمیشہ گوروصاحبان کے لئے شاہنشاہان مغلیہ نے روا رکھا۔ اکبر نے گوروصاحب اور انکے مریدوں کے لئے محصول راہداری معاف کردیا۔ اور باولی بنوادی سمت ۱۶۴۳ بکرمی میں اکبر بادشاہ لاہور کو جاتا ہوا گورو امرداس جی کو ملا موضع سلطان ونڈ اور تونگ وغیرہ کے نواح کی زمین کو گوروصاحب کے ساتھ شامل کردیا۔ اور انھیں سند معافی لکھ دی۔ اس میں کم از کم ۲۸ ہزار بیگہ زمین ہوگی اور بہت کچھ نقد بھی گوروصاحب کے پیش کیا۔ اب خدارا غور کیجئے کہ سکھ گوروں کے ساتھ مسلمان بادشاہوں کے تعلقات کیسے مشفقانہ اور ہمدردانہ تھے۔ مگر بدنام کیا جاتا ہے تو مسلمانوں کو۔ ان مراعات کو روا رکھتے ہوئے بھی ہمارے بعض دوستوں کے نزدیک مسلمان بادشاہوں سے بڑھ کر اور کوئی متعصب اور ظالم نہ تھا +

آئیے اب پانچویں گورو کے حالات پر نظر ڈالیئے اور دیکھئے کہ اس درویش صفت بزرگ کے تعلقات مسلمان فقراء اور صوفیاء سے کیسے مخلصانہ تھے۔ دربار صاحب امرتسر

کی عظمت اور احترام کس دوست سے پوشیدہ ہے۔ ہندؤوں کے ہاں کاشی اور پریاگ کا تیرتھ اور مسلمانوں کے نزدیک جو کعبہ شریف عظمت رکھتا ہے وہی عظمت سکھ دوستوں کے ہاں دربار صاحب امرتسر کی ہے۔ ایسے عظیم الشان اور محترم تیرتھ اور معبد کے لئے جب بُنیادی پتھر رکھنے کا وقت آیا۔ تو اس وقت بڑا جوڑ میلا اور جلسہ کیا گیا۔ بڑے بڑے دور دراز سے سکھ اور "سنگتیں" جمع ہوئیں۔ مگر ایسے نیک وقت یعنی تقریب سعید اور ایسے عظیم الشان معبد کے سنگ بُنیاد رکھنے کے لئے اگر کسی بزرگ کے ہاتھ میں یمن اور برکت دیکھی تو وہ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ تھا۔ حالانکہ اس وقت ہندؤوں کے بڑے بڑے پنڈت رشی وغیرہ بھی ہونگے جو ہندؤوں کے ہاں خاص عظمت اور احترام رکھتے ہونگے۔ مگر بنیاد کی کے لئے گورو ارجن دیو جی مہاراج نے اگر پسند کیا تو حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کو۔ جو ایک مسلمان ولی اللہ اور صوفی منش تھے۔ اینٹ رکھتے وقت حضرت میاں میر صاحب سے اینٹ ٹیڑھی رکھی گئی اور معمار نے سرکا کر سیدھی کر دی۔ گورو صاحب نے معمار کو مخاطب کر کے کہا کہ غضب کر دیا۔ ایک پاک اور مطہر اور پاکیزہ ہاتھوں کی رکھی ہوئی اینٹ کو تم نے سرکا دیا اب اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ ایک دفعہ یہ مندر گرے گا اور پھر دوبارہ بنے گا۔ چنانچہ احمد شاہ کے پنجاب میں آنیکے وقت ایسا ہی ہُوا۔ آہ اب ذرا غور کیجئے کہ گورو صاحبان کے تعلقات مسلمان صوفیا اور فقراء سے کیسے تھے۔ خدا کرے کہ ہم بھی گورو صاحبان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں تاکہ ہمارے تعلقات بھی عمدہ سے عمدہ نظر آئیں اور ہم ایک دوسرے سے بھائیوں کیطرح ملیں تاکہ ہمارے بزرگوں کی ارواح خوش ہو کر ہمارے حق میں اشیر باد بھیجیں! اور نیک دعائیں کریں +

جب گورو ارجن دیو صاحب نے لاہور میں باولی بنوائی تو حسن خان حاکم لاہور نے باولی بنانے میں گورو صاحب کو خاص مدد دی۔ پھر اسکے بعد آپکے بھائی پرتھی چند نے گورو صاحب کے خلاف دعوی کیا۔ حالانکہ یہ صحیح بات تھی کہ سکھ اس وقت دن بدن ترقی کر رہے تھے شاہ وقت اسبات سے غافل نہ تھا کہ سکھوں کی جماعت ترقی کر رہی ہے اور ایک نہ ایک دن یہ حکومت کے لئے تکلیف کا موجب ہو سکتے ہیں مگر مسلمان حاکموں نے ہمیشہ گورو صاحبان کا پکش لیا وہ

قطعاً نہیں چاہتے تھے کہ گورو صاحبان کو ہماری طرف سے کوئی تکلیف پہنچے اس لئے مسلمان
بادشاہوں نے گورو صاحبان کی عظمت کو مقدم رکھا اور پرتھی چند کے دعویٰ کو خارج کر دیا۔
اور گورو صاحب کے حق میں فیصلہ دیا + پھر چندو لال نے جو وزیر مال تھا۔ اس نے حاکم وقت
کے حضور شکایت کی کہ گورو صاحب نے ایک کتاب (آدگرنتھ صاحب) بنائی ہے اور اسمیں
مسلمانوں کی بہت توہین کیگئی ہے۔ گرنتھ صاحب کو دربار میں لایا گیا۔ اور جب گرنتھ کو جگہ
بہ جگہ سے سنا گیا۔ تو اس میں اسلام کی تعریف پائی گئی۔ حاکم وقت نے خوش ہو کر بہت کچھ
نذر نیاز دی اور لگان معاف کر دیا۔ اب غور کیجئے۔ ایک ہندو وزیر چندو لال نامی گورو
صاحب کے خلاف چغلی کھاتا ہے مگر مسلمان حاکم گورو صاحب کو نذر اور انعام و اکرام سے مالا
مال کر دیتا ہے مگر حیرت اور تعجب تو یہ ہے۔ کہ پھر بدنام مسلمان ذرا اسکے بعد دیکھو کہ چندولال
نے گورو صاحب کے ساتھ کیا سلوک کیا پہلے جھوٹی چغلی کھائی۔ کہ گورو صاحب نے ایک کتاب بنائی
ہے جسمیں اسلام کے برخلاف لکھا ہے۔ جب اسمیں بھی چندو لال شرمسار ہوا۔ تو پھر اس نے
گورو صاحب کو ایذا پہنچانے کے لئے اور راہ نکالی۔ گورو صاحب کے ہاں اپنی لڑکی کا ناطہ کرنا
چاہا۔ مگر گورو صاحب نے انکار کر دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ چندولال کے غیض و غضب کی کوئی انتہا
نہ رہی۔ وہ آپے سے باہر ہو گیا۔ ان دنوں جہانگیر تو کشمیر کیطرف گیا ہوا تھا انکی عدم موجودگی
میں چندولال ہی سیاہی و سفیدی کا مالک تھا۔ لکھا ہے کہ اس نے گورو صاحب کو بلا کر پھر ناطہ
کی بات چھیڑی۔ گورو صاحب نے انکار کر دیا۔ . . . . . پھر اس نابکار نے جیٹھ اور اساڑھ کی
جلتی بلتی دھوپ میں گورو صاحب کو برہنہ بٹھلا کر جلتی بلتی ریت آپکے جسم پر ڈالنی شروع کی
آبلے نکل آئے مگر خدا کے بھگتوں میں خاص استقلال ہوتا ہے۔ ان کا ماٹو ہی یہ ہوتا ہے
"جان جائے پر آن نہ جائے"۔ اس حالت میں حضرت میاں میر صاحب نے گورو ارجن دیوجی مہاراج کو کہلا
بھیجتے ہیں کہ میں شاہ وقت کو اس پاپی کے جور و ظلم سے اطلاع دیتا ہوں اور خود اس سفاک کے
حق میں بد دعا کرتا ہوں مگر گورو صاحب حضرت میاں میر صاحب کو یہ جواب بھیجتے ہیں کہ آپ میرے
حق میں یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس امتحان میں مجھے صابر رکھے۔ میرا دل ڈانواں ڈول نہ ہو
"پاپی پاپی کے مارنے کو پاپ مہابلی" ہے۔ غور کیجئے کہ گورو صاحب مکرم کو حضرت

میاں میر صاحب پر کسقدر حسن عقیدت تھی مگر اسقدر دکھ اور تکالیف و مصائب پہنچا کر بھی چندو لال کا دل ٹھنڈا نہ ہوا۔ اس ظالم نے کھولتے ہوئے پانی کی دیگ میں گورو صاحب کو ڈالدیا۔ غرضیکہ بے رحم اور ظالم نے اس طرح گورو صاحب کو ایذائیں اور تکالیف دیکر گورو صاحب کی جان لی +

پیارو! دیکھو!! خدارا غور کرو کہ چندو لال ظالم نے گورو صاحب کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ کیا دنیا میں اس ظلم صریح کی اس سے بڑھ کر بھی کہیں نظیر ملسکتی ہے مگر بدنام بیچارے مسلمان۔ خدارا غور کیجئے کہ مسلمانوں نے گورو صاحبان کے ساتھ کیسے عمدہ سلوک کئے اور اسکے مقابلہ میں چندو لال وغیرہ نے گورو صاحبان کے ساتھ کیا برتاؤ روا رکھے مگر حیرت اور تعجب ہے کہ پھر بدنام بیچارے مسلمان مگر چند اشخاص کی ناکردنی حرکات پر کبھو کسی قوم کی نسبت اپنے دلمیں کوئی خاص جگہ نہ دینی چاہیئے +

اس کے بعد چھٹے گورو ہر گوبند صاحب کا عہد شروع ہوا۔ آپ سب سے پہلے گورو ہیں جنہوں نے کمر میں تلوار باندھی۔ آپ جب لاہور تشریف لائے تو سب سے پہلے آپ حضرت میاں میر صاحب شیخ جان محمد صاحب لاہوری شاہ محمد اسمٰعیل صاحب شیخ کرم شاہ صاحب سے ملے اور انکے ساتھ گیان دھیان کی باتیں کیں۔ اس جگہ اس وقت ہندو پنڈت اور سنیاسی وغیرہ بھی ہونگے مگر گورو صاحب نے اپنی ملاقات کے لئے مسلمان صوفیاء کو ترجیح دی۔ چندو لال اور آپکے چچازاد بھائی مہربان نے جہانگیر کے پاس گورو صاحب کی شکایت کی کہ گورو صاحب باقاعدہ فوج رکھتے ہیں اور حکومت کا جوا اتارنا چاہتے ہیں مگر جہانگیر قطعاً بدظن نہ ہوا۔ اور معاملہ کو یونہی ٹال دیا۔ حالانکہ جہانگیر خوب جانتا تھا کہ گورو صاحب نے تلوار کمر میں باندھ لی ہے باقاعدہ فوج رکھتے ہیں اور یہ ضرور کسی نہ کسی وقت سلطنت کے لئے موجب فکر ہونگے۔ مگر جہانگیر نے باوجود شکایت ہونیکے بھی اس بات کو گول کر دیا کیا اس سے یہ صریح نتیجہ نہیں نکلتا کہ جہانگیر جناب گورو صاحب کی صریح رعایت کرنا چاہتے تھے مگر آہ پھر بدنام ہیں تو بیچارے مسلمان +

اب غور کیجئے کہ مہربان اور چندو لال کی شکایت سنکر جہانگیر نہ صرف ٹال ہی دیتا ہے بلکہ وزیر خان نائب وزیر اور غنچہ بیگ دو ہزاری کو سوا دو سو اشرفیاں دیکر گورو صاحب کے پاس بھیجتا ہے اور گورو صاحب کے واجب الاحترام پتا کی تعزیت کرتا ہے۔ خدارا غور کیجئے۔ مسلمانوں کے حسن سلوک پر اور توجہ دیجئے۔ پرتھی لعل چندو لال وغیرہ کے سلوک پر۔ مگر

بدنام بیچارے مسلمان + ابھی اکتفا نہیں۔ ذرا اور آگے چلئے۔ گورو ہرگوبند صاحب جہانگیر کے ملنے کیلئے دہلی آئے۔ تو جہانگیر کمال تعظیم سے پیش آیا۔ پانصد روپیہ ماہانہ گورو صاحب کا خرچ مقرر کیا۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی اور حسن سلوک کی مثال مل سکتی ہے مگر تعجب ہے تو یہ کہ پھر بدنام بیچارے مسلمان +

جب چندولال نے گورو صاحب کو گوالیار کے قلعہ میں نظر بند کرا دیا۔ تو پھر وزیر خان حضرت جلال الدین سجادہ نشین حضرت نظام الدین اور حضرت میاں میر صاحب کی سفارش سے گورو صاحب کو قلعہ گوالیار سے رہائی ملی تو گورو صاحب نے یہ کہلا بھیجا کہ جب تک دوسرے شاہی قیدیوں کو بھی رہا نہ کیا جائے میں رہا نہیں ہونگا اور محض گورو صاحب کی خاطر پچپن ہندو راجاؤں کو جو سلطنت کے باغی تھے چھوڑ دیا گیا۔ دیکھو خدارا غور کرو۔ یہ گورو صاحب کی کس قدر خاطر داری ہے۔ ایک شخص کی خاطر پچپن ۵۵ شاہی قیدیوں کو چھوڑ دیا گیا اس سے بڑھ کر بھی کہیں خاطر داری کی مثال مل سکتی ہے کوئی سلطنت کسی کی خاطر اسقدر رعایت روا نہیں رکھے گی۔ مگر گورو صاحب کی خوشنودی کے لئے یہ سب کچھ روا رکھا گیا مگر تعجب اور حیرت کی جا ہے تو یہ کہ پھر بدنام بیچارے مسلمان +

جہانگیر نے خوش ہو کر گورو صاحب کو سات ضرب توپ اور ڈیڑھ ہزار سپاہ رکھنے کے لئے حکم دیا۔ اور پنجاب کی نگرانی بھی گورو صاحب کے سپرد کی گئی۔ ایک دن موقع پا کر گورو صاحب نے چندولال کی حرکات وسکنات کا ذکر کیا۔ جرم ثابت ہونے پر چندولال گورو صاحب کے حوالہ کیا گیا۔ گورو صاحب اس پاپی کو جوتوں سے پٹواتے امرتسر لائے۔ گدھے پر چڑھا کر تشہیر کیا۔ اور گرم ریت ڈالکر پورا انتقام لیا۔ اب غور کیجئے کہ وہ مسلمان شہنشاہ جس نے گورو صاحب کے حوالے پنجاب کی نگرانی کی سات ضرب توپ اور ڈیڑھ ہزار فوج رکھنے کا اختیار دیا گورو صاحب کے واجب الاحترام باپ کے قاتل اور سلطنت کے معزز عہدیدار کو گورو صاحب کے قطعی حوالہ کر دیا جنھوں نے دل کھول کر بدلہ لیا مگر پھر بدنام بیچارے مسلمان +

کشمیر کو جاتے ہوئے جہانگیر گورو صاحب کے لئے بہت سے تحایف لائے اور گورو صاحب کو اپنے ساتھ کشمیر لے گئے اور راستہ میں رڈسا وغیرہ سے گورو صاحب کو نذر و نیاز دلاتے گئے

جب جہانگیر سے اجازت لیکر گورو صاحب واپس ہوئے تو راستہ میں گجرات میں شاہ دولے شاہ سے ملکر گورو صاحب بہت خوش ہوئے +

جب شاہجہان تخت پر بیٹھا تو گورو صاحب متوفی بادشاہ کی تعزیت اور نئے بادشاہ کی تہنیت کے لئے لاہور آئے۔ گورو صاحب کے چچازاد بھائی مہربان اور چندو لال کے بیٹے کرمچند نے شاہجہان کے دربار میں گورپائی اور باپ کے قصاص کا علی الترتیب دعوی کیا مگر ہر دو مقدمات وزیر خان کی سفارش سے خارج ہوگئے۔ اب غور کرو کہ جس صورت میں گورو صاحب کے چچازاد بھائی نے گورپائی کا دعوی کیا تھا اگر شاہجہان چاہتا تو مہربان کے حق میں فیصلہ دیکر سکھ صاحبان کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دو جگہ تقسیم کرسکتا تھا مگر شاہجہان گورو صاحب کا ہمدرد اور خیرخواہ تھا اس لئے نہ صرف یہی کہ آپ کے چچازاد بھائی کا ہی دعوی خارج کردیا۔ بلکہ ساتھ ہی اس کے کرمچند خلف چندو لال کے دعوے قصاص پدر کو بھی ڈسمس کردیا۔ اور نہ صرف یہی بلکہ گورو صاحب کو ایک خلعت فاخرہ بھیجا مگر حیرت اور تعجب یہ کہ پھر بدنام بیچارے مسلمان +

جب گورو صاحب ہرگوبند پور پہنچے بھگوانا کھتری نے آپ کا مقابلہ کیا مگر مارا گیا۔ اور گورو صاحب نے اسکے مکان کی جگہ مسجد بنوادی۔ اور اسکی حفاظت مسلمان فقرا کے سپرد کی بھگوانا اور مہربان دہلی پہنچے۔ اور گورو صاحب کو سلطنت کا باغی قرار دیکر فوج کشی کے لئے ترغیب دلائی۔ مگر وزیر خان کی سفارش سے بات رفت گذشت ہوگئی +

پھر وہیری مل نے خود گورو بننے کی دل میں ٹھانی اور حاکم وقت سے مدد طلب کی مگر شاہجہان نے دھتکار دیا۔ بھگوانا و کرمچند نے شکایت کی کہ گورو صاحب کیرت پور میں باغی رکھتے ہیں مگر حسن علیشاہ عربی نے بادشاہ کو سمجھا کر معاملہ ٹال دیا۔ جب گورو صاحب کیرت پور تشریف رکھتے تھے۔ نواب بالیر کوٹلہ۔ نواب مورنڈھ۔ نواب روپڑ گورو صاحب سے ملاقات کرتے رہے۔ اور داراشکوہ نے پنجاب کی نگرانی گورو صاحب کے سپرد کی۔ رام رائے بڑے بھائی نے گورو ہرکشن پر جنکی عمر چھ سال کی تھی دعوی کیا۔ مگر عالمگیر نے خارج کردیا۔ کون عالمگیر؟ وہ عالمگیر جسے ہمارے وطنی دوست پرلے درجہ کا متعصب اور ظالم کہتے ہیں + پھر عالمگیر نے گورو صاحب کو بلا بھیجنے کے لئے راجہ جے سنگھ سوائی کو بھیجا۔ گورو صاحب آپکے ہمراہ دہلی تشریف لائے اور راجہ جے سنگھ سوائی کے دیوان خانہ میں

فردکش ہوئے۔ مگر گوروصاحب نے حاضر دربار ہونے سے انکار کیا جسے عالمگیر نے مطلقاً بُرا نہیں منایا۔ اُلٹا اپنے بیٹے شہزادہ معظم بیگ کو بہت سے تحفے تحائف دیکر گوروصاحب کے پاس بھیجا۔ اور اس تحائف میں ایک سیاہ پشمینہ کی سہلی بھی تھی۔ جو گورو نانک صاحب کی نشانی تھی۔ گوروصاحب نے اور تحائف تو واپس کردیئے صرف سیاہ پشمینہ کی سہلی گوروصاحب کا نشان سمجھ کر لے لی۔ گوروصاحب کی اس بے نفسی کا عالمگیر پر بہت اثر ہوا۔ وہاں گوروصاحب چیچک سے بیمار ہوگئے۔ عالمگیر خود گوروصاحب کی عیادت کو آئے +

آپکے بعد گورو تیغ بہادر گوربائی کی گدی پر بیٹھے۔ مگر دھیرمل نے دشمنی سے گوروصاحب کا سب مال واسباب لوٹ لیا۔ اور ایک بار گوروصاحب پر اُس نے بندوق کا فائر بھی کردیا۔ مگر نشانہ خطا گیا۔ اور گوروصاحب بال بال بچ گئے۔ پھر گوروصاحب امرتسر دربار صاحب کے درشنوں کو آئے تو وہاں کے پوجاریوں نے مندر کے دروازے بند کرلیئے۔ پیارو پجاری کو دیکھئے ہندو یا مسلمان؟ گوروصاحب نے امرتسر دو میل کے فاصلہ پر رہائش اختیار کی مگر سوڈھیوں نے وہاں بھی گوروصاحب کو آرام سے نہ بیٹھنے دیا۔ اس لیئے آپنے دریائے ستلج کے کنارے پر رہائش اختیار کی انندپور بسایا۔ دھیرمل نے رام رائے کو اکسایا۔ انھوں نے بادشاہ کے حضور گوروصاحب کے خلاف دعویٰ دائر کیا مگر عالمگیر نے خارج کردیا۔ کون عالمگیر وہی جسے ہمارے وطنی بھائی متعصب کہتے ہیں۔ موقع پاکر دھیرمل رام رائے وغیرہ نے عالمگیر کے دربار میں پھر شکایت کی کہ گورو تیغ بہادر اور حافظ آدم نیورا مرید مجدد الف ثانی سرہند نے اپنے پاس ڈاکو جمع کر رکھے ہیں دن دہاڑے ڈاکے ڈلواتے ہیں اور ہم انکے دست تعدی سے بہت تنگ آگئے ہیں اس شکایت پر عالمگیر نے گوروصاحب اور حافظ آدم نیورا کو دہلی بلوایا۔ گوروصاحب سیف علیخان سیف آباد اور سمانہ میں محمد بخش افغان کے ہاں ٹھہرتے ہوئے دہلی پہنچے۔ عالمگیر نے کہا کہ ہر طرف دہائی مچ رہی ہے آپ استحصال بالجبر کیوں کرتے ہیں۔ گوروصاحب نے کہا کہ میں فقیر ہوں فقیروں کو ان باتوں سے کیا تعلق۔ لوگ غلط کہتے ہیں۔ عالمگیر نے اعتبار کرلیا۔ اور ہندوؤں کا دعویٰ خارج کردیا۔ عالمگیر نے کہا آپ فقیر ہیں کوئی کرامت دکھائیں۔ گوروصاحب نے کہا کہ میں یہ تعویذ گلے میں باندھتا ہوں آپ بیشک تلوار کا وار کریں میرا سر نہیں کاٹا جائیگا۔ یہ لوہ

آزمائش میں اپنے آپ کو جلاد کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ جلاد نے تلوار ماری سر کٹ گیا۔ تعویذ میں یہ لکھا تھا سر و یا سِتر دراز، نہ دیا۔ اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ کو سخت افسوس ہوا کہ گورو صاحب ناحق قتل ہوئے۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ اب پچھتانے ہاتھ ملنے اور سر دھننے سے کیا فائدہ تھا۔ اب گورو صاحب کا زندہ ہونا ناممکن تھا۔ حافظ آدم نبوراہ یہ استحصال بالجبر ثابت ہوا اور اسے جلاوطنی کی سزا دیگئی۔

آپ کے بعد گورو گوبند سنگھ صاحب گورو یائی کی گدی پر رونق افروز ہوئے۔ جب سری گورو گوبند سنگھ صاحب کے سر پر سے انکے والد اکرم کا سایہ اُٹھ گیا۔ تو گورو صاحب انند پور میں تنہائی میں رہکر ایشور کی بھجن بندگی میں مصروف ہوئے اور اسی اثنا میں پہاڑی راجہ بھیم چند رگورو صاحب سے ملنے کیلئے آیا۔ جب بھیم چند رنے آکر دیکھا کہ گورو صاحب کے ساتھ بہت سے سکھ ہیں اور اُن کا توحید کا پرچار دن بدن بڑھ رہا ہے اور ہندو لوگ بت پرستی کے جوا کو اُتار کر جوق در جوق گورو صاحب کے قدموں میں آکر توحید کے شیدا بن رہے ہیں۔ راجہ بھیم چند ر جو سیاسی جوڑ و توڑ میں ایک خاص مہارت رکھتا تھا۔ اسکی دُوربین نگاہیں فوراً بھانپ گئیں کہ یہ وقت ہے کبھی ابتدا ہے دریا کا پانی اب دہانہ سے نکل رہا ہے ابھی کسی نہ کسی طرح اس بڑھتے ہوئے سیلاب کے جو ہندوؤں کو بت پرستی سے آزاد کر کے توحید کیطرف لا رہا ہے ایک زبردست بند لگا دیا جاوے ورنہ اگر خاموشی سے کام لیا گیا تو اس کا یہ لازمی نتیجہ ہوگا کہ آہستہ آہستہ سب ہندو ہمارے حلقہ بگوشی سے آزاد ہو کر بت پرستی سے مُنہ پھیر کر توحید کے گرویدہ ہو جائینگے اور جسقدر لوگ بت پرستی سے روگردان ہو کر توحید کیطرف آئینگے۔ اتنا ہی ہماری طاقت اور ثروت اور رعب میں فرق آجائے گا۔ کوئی ایسی راہ اختیار کی جاوے جس سے ایک کرشمہ دو کار بر آمد ہوں یعنی مجھ پر کوئی حرف بھی نہ آئے اور ابتدا ہی میں گورو صاحب کے مشن کو ایک ایسا زبردست دھکا لگا دیا جائے جس سے انکی بڑھتی ہوئی طاقت کو ناقابل برداشت صدمہ پہنچ جائے۔ چنانچہ یہ سوچ راجہ بھیم چند رنے گورو گوبند سنگھ صاحب سے ایک سفید ہاتھی جو انکے ایک عقیدت کیش راج کمار آسام نے نذر کیا تھا مانگا۔ گورو صاحب نے اس لغو مطالبہ کو رد کر دیا بس پھر کیا تھا بلی بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ ایک جرار فوج لے کر راجہ بھیم چند ر گورو صاحب پر چل پڑا۔ آگے گورو صاحب

نے بھی مقابلہ کیا نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ بھیم چند شکست فاش کے ساتھ واپس لوٹا۔ یہ واقعہ سُن سید بڈھن شاہ ساڈھوری گورو صاحب کے پاس پہنچا۔ اور آکر کہا کہ مجھے یہ معلوم کر کے حد سے زیادہ تکلیف ہوئی کہ راجہ بھیم چند نے بلا وجہ اور بلا سبب آپکو اس خلجان میں ڈالا اگر آیندہ کے لئے آپکو اس قسم کی کوئی تکالیف پہنچے۔ تو آپ بے تکلف مجھے اطلاع دیں میں آپکی خاطر ہر طرح کی اعانت کرنیکے لئے تیار ہوں اور آپ کے لئے ہر مشکل سے گذرنا آسان سمجھتا ہوں دوستو اب خیال کرو کہ ایک طرف تو ایک ہندو راجہ بلا وجہ اور بلا سبب گورو مہاراج سے جنگ زرگری ٹھانتا ہے اور پورے شان و شوکت اور ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ گورو صاحب کی طاقت کو کچلنے کیلئے میدان میں آتا ہے۔ دوسری طرف سید بڈھن شاہ ساڈھوری گورو صاحب کے پاس آتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ مجھے یہ سُنکر بہت تکلیف ہوئی کہ راجہ بھیم چند نے بلا وجہ اور بلا سبب آپ سے برسر پرخاش ہوکر آپکو اسقدر پریشانی میں ڈالا۔ اگر آیندہ کیلئے راجہ بھیم چند کیطرف سے کوئی کام پیش ہو تو آپ مجھے فوراً اطلاع دیں میں ہر طرح سے آپکی اعانت کرنیکے لئے حاضر ہوں۔ پیارو غور کرو کہ ایک مسلمان سید کس طرح گورو صاحب کی اعانت کیلئے اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے مگر افسوس کہ پھر بھی یارانِ مطلب نے غلط فہمیوں کے طومار باندھ کر بیچارے مسلمانوں کو ہی بدنام کیا۔ بھیم چند جب ہر طرح شکست فاش کھا کر لوٹا تو بھلا اسکی طبیعت کس طرح اور کیسے نچلی بیٹھ سکتی تھی وہ اسی جوڑ توڑ میں دن رات مصروف رہا کہ کوئی ایسا حیلہ بہانہ تراشا جائے اور اس طاقت کے ساتھ حملہ کیا جائے کہ گورو صاحب کو ایک ناقابل برداشت نقصان پہنچ جائے چنانچہ یہ رائے قایم کر کے راجہ بھیم چند نے راجہ کرپال چند رولئے کٹوچی راجہ کیسری چند رولئے جسووال راجہ گھمنڈ چند دولئے جسروٹہ راجہ ہری چند روالئے ہنڈوڑہ اور راجہ پرتھی چند روالئے ڈووال اور راجہ فتح چند سر بنگر کو بلا کر دعوت دی اور ان سب پہاڑی راجاؤں کے سامنے راجہ بھیم چند نے یہ بیان کیا کہ تم جانتے ہو کہ مورتی پوجا دیوی و دیوتا پوجا تیرتھ یاترا ویدوں کی مہما جینئو یا چوٹی کا رکھنا یہ ہندو دھرم کے عقاید عظیمہ ہیں یہ ہندو دھرم کے وہ اصول ہیں جس پر ہندو دھرم قایم ہے مگر کیا آپ آنکھیں موند کر سو رہے ہیں۔ گورو گوبند سنگھ ہمارے ان ہندو دھرم کے عقائد کی سخت مخالفت کر رہا ہے اور اس نے ہمارے مذہبی اصولوں کی جڑوں پر تبر رکھ دیا ہے کثرت سے ہندو لوگ جنیئو اتار چوٹی کٹوا

تیر تھ یاترا اور ویدوں کو خیر باد کہے یا یُوں سمجھو کہ ہندو دھرم کو تلانجلی دے گورو گوبند سنگھ
کے حلقہ بگوش ہو رہے ہیں یہ دیکھ تمہیں کس طرح آرام کی نیند آتی ہے کیا تم پسند کرتے ہو کہ اس
طرح ہمارے مذہبی عقائد کی توہین ہو۔ ابھی وقت ہے ابتدا ہے ہم اس بڑھتے ہوئے سیلاب
کی رَو کو روک سکتے ہیں اور اگر چند روز سستی سے کام لیا تو پھر گذرا ہوا وقت ہاتھ نہیں
آئے گا۔ پھر کف افسوس ملنے اور لکیر پیٹنے اور سر دُھننے کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہوگا۔ اس
زبردست تقریر کا فسوں پہاڑی راجوں پر چل گیا۔ سب پہاڑی راجوں نے ہم آہنگ ہو کر کہا
کہ ہم حاضر ہیں چنانچہ یہ قرار پایا کہ ساتوں پہاڑی راجگان اپنی متفقہ طاقت سے گورو
صاحب پر یک لخت حملہ کر دیں اور گورو صاحب کی بڑھتی ہوئی طاقت کو ہمیشہ کیلئے ایک ناقابل
برداشت صدمہ پہنچا دیں چنانچہ اس قرارداد کے بعد ساتوں پہاڑی راجوں نے گورو
صاحب پر حملہ بول دیا۔ جہانگیر کے عہد سے گورو صاحب کو دو ہزار فوج رکھنے کی اجازت تھی
پہاڑی راجوں کا متفقہ جھگٹا دیکھ کر پانصد حلوا مانڈا کھانے والے تو اسی وقت علیحدہ ہو
گئے باقی صرف ڈیڑھ ہزار کے قریب رہ گئے۔ مثل مشہور ہے:-

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست در پریشاں حالی و درماندگی

سید بڈھن شاہ کو جب یہ خبر پہنچی کہ اس طرح سے ساتوں پہاڑی راجے
اپنی مجموعی طاقت سے گورو صاحب پر حملہ آور ہوئے ہیں اور پھر ساتھ ہی پانصد حلوا مانڈا
کھانیوالے چیلے بھی گورو صاحب سے الگ ہو گئے ہیں تو سید بڈھن شاہ دو ہزار کی پیادہ فوج لیکر
گورو صاحب کے پاس آ حاضر ہوا تین دن تک بڑی زبردست لڑائی ہوئی۔ آخر تین دن کے
زبردست معرکہ کے بعد راجہ ہری چندر گورو صاحب کے ہاتھوں سے مرا اور دوسرے پہاڑی راجگان
پیٹھ دکھا کر میدان سے بھاگ نکلے۔ سید بڈھن شاہ کا لڑکا بھی اسی لڑائی میں مارا گیا۔ پیارو غور کرو
کہ ساتوں کے ساتوں ہندو پہاڑی راجے گورو صاحب پر اپنی متفقہ طاقت سے حملہ آور ہوتے
ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہم گورو صاحب کی طاقت کو ہمیشہ کے لئے توڑ کر رکھ دیں۔ ایسے نازک وقت
میں پانصد حلوا مانڈا کھانیوالے سکھ بھی جُدا ہو جاتے ہیں۔ ایسے آڑے اور نازک وقت میں
بیگانے تو بیگانے اپنے بھی جُدا ہو جاتے ہیں ذرا آپ اس بھیانک نظارہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے

لاؤ دشمن اپنی متفقہ طاقت سے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے ایسی مصیبت میں اور تو اور اپنے بھی علیحدہ ہو جاتے ہیں ہاں اس آڑے وقت اور بھیانک شا اور پُر خطر حالت میں اگر کوئی کام آتا ہے اور شری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج کیلئے بندوقوں کی گولیوں کی باڑ کے سامنے تلوا کی دھار کے مقابل میں نیزوں کی تیز نوکوں کے آگے اگر کوئی اپنی چھاتی پھیلاتا ہے تو وہ سید بڈھن شاہ ساڈھوروی تھے جنھوں نے ایسے وقت میں دو ہزار فوج دی اور اسی لڑائی میں بڈھن شاہ کا پیارا لڑکا بھی کام آیا۔ پیارو غور کرو کہ اس نازک وقت میں ہندوؤں نے گورو صاحب کے ساتھ کیا سلوک کیا ؟ اور پھر مسلمانوں نے گورو صاحب پر کس طرح اپنی جانیں قربان کیں یہ سب باتیں قابل غور ہیں مگر کس قدر تعجب اور حیرت کی جا ہے کہ پھر بدنام ہوں تو بیچارے مسلمان +

ہماری دل وجان سے یہ دعا ہے کہ جس طرح ایام اولیٰ میں سکھ اور مسلمانوں کا باہمی اتفاق تھا دو نو بھائی بھائی تھے ایک دوسرے کے زبردست غمگسار تھے ایک کیلئے دوسرا اپنی جان کو جوکھم میں ڈالدینا بہت ہی معمولی بات سمجھتا تھا۔ خدا کرے کہ اب بھی اسی پریم اور محبت کی لہران دونوں بھائیوں میں دوڑ جائے اور ایک دوسرے کے ساتھ بچھڑے ہوئے دو بھائیوں کیطرح ملجائیں اس قدر تکالیف دینے کے بعد بھی راجہ بھیم چندر کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا۔ اب اس نے ایک نہایت گہری اور زبردست چال چلی اور اس نے گورو صاحب سے صلح کی طرح ڈالی جسکی تہ میں یہ غرض پنہاں تھی کہ کسی نہ کسی طرح شاہان مغلیہ کی جنت میں گورو صاحب کو لایا جائے اور مغلیہ خاندان کے ساتھ گورو صاحب کی ٹھن جائے۔ گورو صاحب جو ان دنیوی چالوں سے نا آشنا تھے وہ بھیم چندر کی اس گہری سازش میں آگئے۔ اور بھیم چندر کا داؤ چل گیا جب راجہ بھیم چندر نے گورو صاحب کے حضور حاضر ہو کر اپنی پچھلی کرتوتوں پر اظہار ندامت کیا تو گورو صاحب نے نہایت خندہ پیشانی سے انھیں معاف کر دیا اور گورو صاحب سے اس نے یہ عہد لے لیا کہ اگر آیندہ کے لئے مجھ پر کوئی مصیبت آئے تو آپ میری مدد فرماویں۔ راجہ بھیم چندر اس بات کو بخوبی جانتا تھا کہ جان جائے تو جائے مگر گورو صاحب اپنے قول اور عہد کو نہیں توڑ سکتے۔ یہ اطمینان حاصل کرنیکے بعد راجہ بھیم چندر نے شاہان دہلی کو خراج دینے سے انکار کر دیا یہ دیکھ کر صوبہ سرہند نے ایک دستہ راجہ بھیم چندر کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ راجہ بھیم چندر نے گورو صاحب سے مدد طلب کی۔

گورو صاحب جو قول کے پکّے اور عہد کے پورے تھے جنکی زبان پر اپنے واجب الاحترام پتا کا یہ قابلِ قدر قول تھا۔ ؎

بانہہ جنہاں دی پکڑئیے سر دیجے بانہہ نہ چھوڑئیے
گورو تیغ بہادر بولیا دھر پیئے دھرم نہ چھوڑئیے

مطلب جس کا تم بازو پکڑ لو مضایقہ نہیں۔ خواہ وہ تمہارا خطرناک سے خطرناک دشمن بھی کیوں نہو پھر تم اسکی خاطر اپنی جان تک لڑا دو مگر اپنے عہد پر مضبوطی سے قایم رہو۔

گورو صاحب جو قول کے پکے تھے اور اپنے واجب الاحترام والد بزرگوار کا مذکورہ بالا شلوک ہر وقت جنکے پیش نظر تھا۔ پھر کیسے اور کس طرح ہو سکتا تھا۔ کہ گورو صاحب اپنے وعدہ سے باز رہتے بھیم چند رکی چالاکیوں سے بیخبر ہو کر شاہی فوج کے مقابلہ کےلئے گورو صاحب نے اپنے آدمی بھیجدیئے۔ فوجدار علاقہ نے محض راجہ بھیم چند رکی سرکوبی کے لئے بہت ہی مختصر سا دستہ فوج بھیجا تھا۔ لکھا ہے کہ اس دستہ فوج کو شکست ہوئی مگر یہ ابتدا تھی۔ گورو صاحب اور مغلیہ سلطنت کے مقابلہ کی۔ غور کیجئے کہ کیا گورو صاحب از خود مغلیہ سلطنت کے مقابلہ پر اُترتے۔ کیا کسی ملک گیری کی ہوس نے انھیں مجبور کیا ہرگز نہیں بلکہ محض ایک ہندو پہاڑی راجہ کی چال بازی سے جو وہ گورو صاحب کو مغلیہ فوج کے ساتھ ٹکرا کر گورو صاحب کی طاقت کو ہمیشہ کے لئے کمزور کرنا چاہتا تھا اُنہی دنوں اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ تو دکن کیطرف ایک مہم پر تھے اس لئے فوجدار علاقہ نے کچھ اور فوج دیگر پہاڑی راجاؤں اور گورو صاحب کے مقابلہ کے لئے بھیجا مگر اس دفعہ بھی اس دستہ فوج کو شکست ہوئی۔ مگر خیال کرو۔ کہ ہر دو دفعہ گورو صاحب از خود شاہی فوج کے سامنے معرکۃ الآرا نہیں ہوئے بلکہ محض پہاڑی راجہ کی چال بازیوں کی وجہ سے جو وہ چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح گورو صاحب کو مغلیہ فوج کے مقابلہ میں لایا جائے یہ خبریں جب دکن میں اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچیں کہ اس طرح پنجاب کے پہاڑی علاقہ میں شورش ہے تو اس نے شہزادہ معظم بہادر کو رفع فساد کے لئے پنجاب روانہ کیا شہزادہ خود تو لاہور چلا گیا اور میرزا بیگ و سہزاری کو بھیج کر راجاؤں کو مغلوب کرادیا۔ گورو صاحب بھی چونکہ پہاڑی راجاؤں کی مدد کرتے رہتے تھے اس لئے

ایک دستہ فوج سکھوں کی تادیب کے لئے مقرر ہوا جس نے سکھوں کو شکست دیکر آنندپور فتح کیا واپسی پر سکھوں نے فاتح فوج پر شبخون مارا جس سے کچھ نقصان ہوا شہزادہ نے شبخون کی پاداش میں پھر فوج کشی کے لئے حکم دینا چاہا مگر منشی دربار نے جو ایک مسلمان تھا شہزادہ کے سامنے گورو صاحب کی بہت تعریف کی جسے سُنکر شہزادہ بہت خوش ہوا اور بجائے فوج کشی کے گورو صاحب کے ساتھ رابطہ اتحاد کے لئے خط و کتابت شروع کر دی۔ آفرین ہے منشی دربار کو جس نے گورو صاحب کی تعریف کی اور شاباش ہے شہزادہ کو کہ جس نے منشی دربار کی بات کو مانکر حق شناسی کا ثبوت دیا۔ پیارو اب غور کرو کہ ہندو راجے گورو صاحب سے کیا سلوک کرتے رہے اور پھر مسلمان گورو صاحب سے کس حُسن سلوک سے پیش آتے رہے ان سب واقعات سے یہ بات صاف ہے کہ گورو صاحب نہ تو سلطنت کے دشمن تھے۔ اور نہ انھیں ملک گیری کی ہوس تھی یہ سب کچھ ہندوؤں راجاؤں کی چال بازیوں سے ظہور میں آیا۔ جب ہندو راجوں نے دیکھا کہ اس طرح بھی دال نہیں گلی اور مطلب سدھ نہیں ہوا۔ تو پھر انہوں نے ایک اور ہی کمینہ راہ اختیار کی۔ اور کہا کہ گورو مہاراج ایک بڑا بھاری یگ کیا جاوے اور اس میں سے دیوی پرگٹ ہوگی۔ جو ہندوؤں کی مُردہ ہڈیوں میں از سرنو جان ڈالیگی چنانچہ ایک بڑا بھاری یگ دیوی پرگٹ (دیوی کے ظاہر ہونے) کے لئے کیا گیا جب شعلے بلند ہونے لگے تو مندر کے پوجاری برہمن نے اپنی کمینہ فطرت کا نہایت ہی بُری طرح اظہار کیا اور کہا کہ گورو مہاراج جب تک آپ جیسا دھرماتما خود یا آپ کا کوئی عزیز یہ نفس نفیس اس یگ کی آہوتی نہیں بنے گا یعنی جلتی بلتی آگ میں کود کر قربان نہیں ہوگا۔ تب تک دیوی پرگٹ نہیں ہوگی گورو مہاراج انکی کمینہ فطرت اور مکروہ چالوں کو فوراً بھانپ گئے۔ گورو مہاراج نے مندر کے پوجاری سے مخاطب ہو کر کہا کہ مہاراج آپ برہمن دیوتا ہیں بھلا آپ سے بڑھ کر اور کون دھرماتما ہو سکتا ہے سب سے بہتر یہی بات ہے کہ آپ کی آہوتی ہی دیجائے جب انکو یہ معلوم ہوا کہ اب تو ہمارا راز طشت از بام ہوگیا۔ تو وہ سب کے سب پوجاری اور دیگر پہاڑی راجگان چمپت ہوگئے اور گورو مہاراج انکی حرکات کو خوب بھانپ گئے میرا یہ خیال ہے کہ گورو گوبند سنگھ جیسے موحد شخص کی شان سے بعید تھا۔ کہ وہ

"نمستنگ اکالے نمستنگ دیالے" کہتے ہوئے اور "کرشن بشن کبھو نہ دھیاؤں جو بر چاہوں سو تم سے پاؤں"۔ یعنی مجھے کرشن اور وشنو وغیرہ دیوی دیوتا کے پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنی ہر ایک حاجت کے لئے اس احکم الحاکمین کے سامنے ہاتھ پھیلاؤں گا جسکے سامنے یہ دیوی دیوتا بھی ہاتھ باندھے کھڑے ہیں تو پھر یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ ایسا موحدانہ عقیدہ رکھتے ہوئے گورو مہاراج دیوی کی پوجا کرتے۔ دیوی کی پوجا سے غالباً یہی مراد ہوگی کہ وہ بت پرستوں کو عملی سبق دیں کہ دیکھو جنکی تم پوجا کرتے ہو وہ نہ تمہاری کوئی بات سنتے ہیں اور نہ تمہیں کوئی فایدہ پہنچا سکتے ہیں پوجنے کے قابل صرف وہی ایک ہستی ہے جو ہماری دعاؤں کو سنتی اور ہماری جائز خواہشات کو پورا کرتی ہے بہر حال اس سے آپ یہ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہندو گورو صاحب سے کیا سلوک کرتے رہے اور مسلمان کس طرح پیش آتے رہے۔ ....

چونکہ پہاڑی راجونکی آئے دنکی شرارتوں سے گورو مہاراج تنگ آ گئے تھے وہ کوئی کمینہ سے کمینہ چال نہ تھی جو پہاڑی راجاؤں نے گورو صاحب کے برخلاف نہ چلی ہو۔ آخر تنگ آ کر گورو صاحب نے بھی اپنے چیلوں کو حکم دیا کہ اب صبر کا وقت نہیں ہے اب کھلم کھلا پہاڑی راجاؤں کا مقابلہ کرو جسقدر تم کو تنگ کیا ہے تم بھی اب اپنے دل کا بخار نکالو۔ جسقدر مہذب اقوام ہیں مدافعانہ جنگ کو کسی نے بھی منع نہیں کیا۔ بلکہ قوم کی زندگی کے لئے مدافعانہ پہلو ایسا ہی ضروری ہے جیسا انسانی بقا کے لئے ہوا لازمی ہے۔ وہ لوگ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جنگوں پر آوازے کستے ہیں اور اسلامی جنگوں کو برے سے برے سانچے میں ڈھال کر دنیا کے سامنے پیش کرنا اعلیٰ درجہ کا کار خیر سمجھتے ہیں جائیں وہ لوگ ذرا حضرت رامچندر کی سوانح پر نظر ڈالیں کہ آخر تنگ آ کر انکو بھی راون کے مقابلہ میں اپنی تلوار سونتنی پڑی۔ جائیں وہ ذرا پیارے کرشن کی زندگی پر نظر ڈالیں جنہوں نے مدافعانہ جنگ میں ہر دو فریقین کو ہی تباہ کرا دیا پچھلے دنوں یورپ میں جو جنگ عظیم اور مہا بھارت شروع تھا۔ دیکھو اس میں ہماری سرکار مدافعانہ جنگ میں شریک ہوئی۔ جو قوم اپنے بچاؤ کے لئے اسباب مہیا نہیں کرتی وہ بہت جلد دنیا میں ناپید ہو جاتی ہے۔ اس لئے گورو صاحب کو بھی آخر پہاڑی راجاؤں سے تنگ آ کر

تلوار میان سے سونتی پڑی اور پہاڑی راجاؤں کی تناکوں چنے چبوائے کہ انکے تقریباً چار ہزار آدمی مارے گئے۔ جب گورو صاحب کے مقابلہ میں پہاڑی راجاؤں کو سخت ترین ہزیمت اُٹھانی پڑی۔ تو پہاڑی راجگان اور بھی ست پٹائے اور ہر ایک راجہ کو راجپوتی شان کی قسم دی کہ اگر گورو صاحب کی طاقت کو نہیں توڑا جائے گا تو پھر یہ انکی بڑھتی ہوئی طاقت ہمیں نیست و نابود کر دیگی۔ اس لئے سب ملکر صوبیدار سرہند کے حضور حاضر ہوئے۔ اور گورو صاحب کے مقابلہ کے لئے مدد کی درخواست کی۔ بعض جگہ تو یہ لکھا ہے کہ اس غرض کیلئے بیس ہزار روپیہ صوبہ سرہند کی نظر کیا گیا۔ اور بعض جگہ یہ لکھا ہے کہ علاوہ اسکے تعلقات کو زیادہ راسخ اور مضبوط کرنیکے لئے اکبری عہد کی یاد کو تازہ کرنا چاہا۔ صوبہ سرہند نے فوج کا کثیر حصہ گورو صاحب کے مقابلہ کے لئے پہاڑی راجاؤں کے ساتھ کر دیا۔ چونکہ مقابلہ کی فوج زیادہ تھی۔ اس لئے گورو صاحب نے علانیہ میدان میں لڑنے کے بجائے انندپور قلعہ میں محصور ہو کر مقابلہ کو زیادہ محفوظ سمجھا۔ پہاڑی راجاؤں نے شاہی فوج کے ساتھ ملکر، انگھر سمت ۱۷۵۵ کو بمقام کیرت پور گورو صاحب پر حملہ کر دیا۔ اور گورو صاحب محصور ہو گئے۔ گورو صاحب کے بہت سے آدمی بھی اس جنگ میں کام آئے رسد بھی ختم ہو گئی۔ آخر تنگ آکر گورو صاحب کسی طریقہ سے بچکر قلعہ سے باہر صاف نکل گئے جب پہاڑی راجاؤں کو یہ معلوم ہوا کہ باوجود ہماری ان شدید کوششوں کے گورو صاحب صاف بچکر نکل گئے تو انکے رنج و غصہ اور غیض و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی اور مارے غصہ کے اپنے ہاتھ کاٹنے شروع کر دیئے کیونکہ وہ تو گورو صاحب کا سر نیزہ پر دیکھنا چاہتے تھے۔ گورو مہاراج نے انندپور سے نکلکر ملک کے مختلف حصص میں گھومنا شروع کیا وہ پہلے راجہ سوہلی کے علاقہ میں گئے اسکے بعد راجہ بھنبھر کے ہاں چلے گئے ان راجاؤں کو اسوقت تک گورو صاحب سے کوئی عناد نہ تھا۔ کیونکہ گورو صاحب لڑائی کے لئے پیشقدمی کے واسطے نہ پہلے تیار تھے اور نہ اب۔ گورو صاحب نے جو کچھ بھی کیا محض مدافعانہ رنگ۔ چنانچہ اس طرح بحالت دشت نوردی راجہ کلموٹھہ نے گورو صاحب کی جماعت پر حملہ کر کے انکو لوٹ لیا تو سکھوں کی رگ حمیت پھر جوش میں آئی۔ اور انھوں نے راجہ کلموٹھہ کے حملہ کی مدافعت پر کمر ہمت کو چست کیا۔ راجہ کلموٹھہ کی اعانت کیلئے جوالہ مکھی کا مہنت بھی ایک خاصہ دستہ

دیوی کے اپاسکوں کا لیکر آملا اور ہر دو نے ہندوؤں کے جذبات کو اس طرح بھڑکانا شروع کیا کہ گورو۔ جنیئو اور چوٹی کا سخت دشمن ہے۔ دیوی دیوتا کی پوجا سے لوگوں کو منع کرتا ہے تیرتھوں پر جانے سے روکتا ہے۔ ویدوں کی نندیا کرتا ہے۔ اس لئے گورو صاحب کے مقابلہ میں سب ہندوؤں کو راجہ کلموٹہہ کی ضرور مدد کرنی چاہیئے۔ مہنت کے اس اپدیش کو سنکر بہت سے ہندو جوش میں آگئے اور سب گورو صاحب کے مقابلہ کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ بڑی زبردست لڑائی ہوئی۔ مگر خدا کی شان گورو صاحب کے مقابلہ میں دیوی دیوتاؤں کے پوجاریوں کو شکست فاش ہوئی راجہ کلموٹہہ جنگ سے منہ موڑ کر میدان سے بے طرح بھاگ نکلا سکھوں نے مہنت صاحب کی خوب درگت کی۔ گورو صاحب پر جو دیوی پوجا کا الزام لگایا جاتا ہے یہ واقعہ نہایت شد و مد سے اسکی تردید کرتا ہے۔ اگر گورو صاحب دیوی کے پوجاری ہوتے تو صاف اور ظاہر بات تھی کہ جوالا مکھی یا جوالا دیوی کا مہنت ہرگز اس طرح گورو صاحب کے خلاف لڑائی کیلئے نہ اٹھتا اور ہندوؤں کے جذبات سے اس طرح اپیل نہ کرتا کہ گورو صاحب دیوی دیوتا کی پوجا کے دشمن اور ہندو دھرم سے بیزار ہیں۔ یہ واقعہ نہایت صریح اور صاف الفاظ میں دیوی پوجا کا الزام جو گورو صاحب پر لگایا جاتا ہے اسکی تردید کرتا ہے۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ دیکھئے قابل غور بات یہ ہے کہ گورو صاحب کی جسقدر بھی لڑائیاں ہوئیں وہ ہندوؤں کے ساتھ اور ہندوؤں نے ہی سب سے پہلے گورو صاحب کی طاقت کو کچلنے کے لئے ہتھیار اٹھائے۔ اگر مسلمان لڑائی میں شامل ہوئے تو وہ ہندو راجاؤں کی شدید کوشش اور چالبازی کی وجہ سے۔ ہندو راجاؤں نے جب گورو صاحب کو اس طرف لڑائی میں مصروف پایا۔ تو گورو صاحب کی عدم موجودگی میں ہندو راجاؤں نے انندپور کو لوٹ کر بالکل ویران کر دیا۔ عمارتوں تک کو منہدم کر دیا۔ اور ایسا کرنیکے بعد ہندو راجے بالکل بیفکر ہو گئے کہ اب گورو گوبند سنگھ انندپور نہیں آسکے گا۔ راجہ کلموٹہہ کو شکست دینے کے بعد جب گورو صاحب انندپور پہنچے۔ تو انھوں نے انندپور کو بالکل ویران اور خراب خستہ حالت میں پایا مگر گورو صاحب وہیں ویران شدہ انندپور میں ہی بیٹھ گئے اور بہت سے مرید آپکے ارد گرد جمع ہو گئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں انندپور پھر پہلے کیطرح آباد ہو گیا۔ یہ دیکھ کر پہاڑی

راجے پہلے سے بھی زیادہ سٹ پٹائے۔ اور ایک دفعہ پہاڑی راجاؤں نے گورو صاحب کے برخلاف نہایت ہی کمینہ اور مکروہ چال چلی۔ وہ بجائے صوبہ سرہند کے پاس جانیکے سیدھے دہلی میں اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے اور کہا کہ گورو گوبند سنگھ مذہب اسلام کا خطرناک دشمن ہے اور وہ اسلام اور اسلامیوں کو بیخ و بن سے اکھاڑنا چاہتا ہے اگر جلدی سے اس فتنہ کو فرو نہ کیا گیا۔ تو یہ نہایت خطرناک صورت اختیار کر جائیگا۔ ابھی وقت ہے اور نہ صرف یہ سلطنت اور اسلام کا ہی دشمن ہے بلکہ یہ سلطنت کے فرمانبردار ہونیکے یہ ہمارا بھی خطرناک بدخواہ ہے ہم اسکے ہاتھوں بارہا لوٹے گئے ہیں کوئی دن چین کا نصیب نہیں ہوتا۔ یا تو شاہ معظم ہماری حفاظت کریں یا خراج لینا چھوڑ دیں مگر اورنگ زیب جیسا غیور آدمی اس طعن کو کیسے برداشت کر سکتا تھا صوبیدار کو گورو صاحب کی طلبی کا حکم بھیجا۔ طلبی نامہ لیجانیوالے سوار تین دفعہ قتل کئے گئے پھر فوج بھیجی گئی +

اب جائے غور ہے کہ ہندو راجے پہلے خود گورو صاحب سے لڑے جب اس طرح ان کا مطلب حل ہوا تو صوبہ سرہند کو رشوتیں دیکر اپنے ساتھ ملایا۔ اور جب اس طرح بھی دلکی بات پوری ہوئی تو پھر اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے حضور جا کر روئے بیٹھے۔ ان سب واقعات پر غور کرنیسے یہ نتیجہ صاف منکشف ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو گورو صاحب سے قطعاً کوئی عداوت اور دشمنی نہ تھی۔ گورو صاحب نے جسقدر دکھ اٹھائے وہ ہندو راجوں کے ہی ہاتھوں سے۔ عالمگیر نے جب ہندو راجاؤں سے گورو صاحب کے متعلق شکایات کا دفتر سنا تو مجبور ہو کر انھوں نے ہندو راجاؤں کے ساتھ کچھ فوج کر دی اور نواب سرہند کو گورو صاحب کی طلبی کا حکم بھیجدیا۔ اور شاہی فوج نے ۱۷ پھاگن ۱۷۵۹ کو انندپور کا محاصرہ کر لیا۔ اور لڑائی شروع ہوئی راجہ بھیم چند اور عظیم خان جو سرلشکر تھے وہ اس لڑائی میں کام آئے انکے مارے جانے کے بعد فوج میں ابتری پھیل گئی اور وہ بھاگ گئے۔ گورو صاحب کی طرف سے جن شخصوں نے اس لڑائی میں داد مردانگی دی انمیں میر بیگ اور ماہر خاں بہت مشہور ہیں مسلمانوں کا گورو صاحب کی فوج میں شامل ہونیسے یہ نتیجہ صاف نکلتا ہے کہ نہ گورو صاحب کو

مسلمانوں سے کوئی عداوت تھی اور نہ مسلمانوں کو گورو صاحب سے کوئی دشمنی تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو نہ کوئی مسلمان گورو صاحب کی فوج میں بھرتی ہوتا۔ اور نہ اس طرح سے داد مردانگی دیتا بلکہ گورو صاحب کی لڑائی راجہ بھیم چند سے تھی جس طرح راجہ بھیم چند سے گورو صاحب لڑنے کے لئے مجبور تھے۔ اسی طرح سلطنت بھی اپنے ایک باجگذار کی مدد کیلئے مجبور تھی پیارو غور کرو سکھوں کی طرف سے کون لڑا۔ سکھ اور مسلمان کسی ہندو کا قطعاً نام و نشان نہ پاؤ گے۔ کیا اسوقت کے مسلمان اور سکھ اس طرح تعصب ضد اور ہٹ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ ان کا یہ طرز عمل صاف بتلاتا ہے کہ وہ ٹھیک ایک دوسرے کے ساتھ بھائی بھائی کی طرح رہتے تھے۔ گورو صاحب کے عہد میں موجودہ تعصب کا نام و نشان تک بھی نہ تھا۔ گورو مہاراج نے فقیرانہ طرز معاشرت کی شان سے بعید سمجھا کہ پہاڑی راجاؤں کی شکایات عالمگیر کے پاس لیکر جاتے۔ اگر گورو صاحب بھی اورنگ زیب کے پاس پہاڑی راجاؤں کی شکایات اور انکے حرکات شنیعہ سے شہنشاہ عالمگیر کو اطلاع دیتے تو یقیناً یقیناً اورنگ زیب گورو صاحب کی شکایات پر ویسے ہی کان دھرتا جس طرح پہاڑی راجاؤں کی شکایات پر توجہ کی ✣

راجہ بھیم چند اور شاہی فوج کے پسپا ہونے کی خبر جب عالمگیر کو پہنچی۔ تو عالمگیر نے فوراً سرہند کے علاوہ لاہور اور کشمیر کے صوبہ داروں کے نام احکام بھیجے کہ انندپور جا کر گورو گوبند سنگھ کو گرفتار کرو۔ شاہی فوج نے انندپور پر حملہ کیا اور گورو صاحب کو محصور کر لیا۔ مگر شبخون کیوجہ سے پھر فوج کو بھاگنا پڑا۔ جب یہ خبر اورنگ زیب کو پہنچی تو وہ بہت حیران ہوا۔ اور ایکدفعہ اس نے سب احکام پنجاب کو فوج کشی کیلئے حکم دیا اور گورو صاحب محصور ہو گئے۔ ایسی حالت میں جبکہ حلوہ مانڈہ کھانے والے مریدوں نے کہا کہ اب تو ہم بھوکے مرنے لگے ہیں اب ہم میں لڑائی کی ہمت نہیں رہی۔ بہتر ہے کہ اب بھی صلح کر لی جاوے مگر جوش شجاعت اور خودداری نے آپ کو تلوار ہاتھ سے چھوڑنے کی اجازت نہ دی۔ گورو صاحب نے انکو کہا کہ اگر یہی بات ہے اور تم نے ایسا ہی بزدلی کا نمونہ دکھلانا ہے تو لکھ دو کہ نہ ہم تمہارے چیلے اور نہ تم ہمارے گورو۔ خدا کی قدرت بہت سے حلوہ مانڈہ

کھانیوالے چیلوں نے لکھ دیا صرف چالیس راسخ الاعتقاد مرید باقی رہ گئے جنھوں نے عسر و یُسر میں ساتھ دینے کا پختہ عہد کیا۔ وقت تنگ تھا گورو صاحب نے پہلے تو زنانہ سواریوں کو مع چند عقیدت کیش مرید وں کے باہر نکالا۔ اور پھر خود مع چند عقیدت مند چیلوں کے باہر نکلے زنانہ سواریاں کسی طرح بھیس بدلکر نکل گئیں۔ اور گورو صاحب چمکور پہنچکر ایک عالیشان مکان میں پناہ گزین ہوئے اور پھر لڑائی شروع ہوئی۔ گورو صاحب کے حالات تو ہم پھر لکھیں گے فی الحال ہم اس دردناک نظارہ کا بھیانک سین آپ کو دکھلاتے ہیں جب گورو مہاراج کی بوڑھی والدہ اور دو چھوٹے چھوٹے لخت جگر اس افراتفری کی حالت میں ردپڑ کے قریب موضع کھیڑی میں اپنے خاندانی پروہت گنگو برہمن کے ہاں رات آرام کرنیکے لئے ٹھہرے وہ گنگو برہمن جو گورو صاحب کا نمک خوار تھا جسپر گورو صاحب کے بے پایاں احسانات تھے مگر اس ظالم اور سفاک نے جب گورو مہاراج کے جگر کے ٹکڑوں کو بے سروسامانی کی حالت میں پایا۔ تو اس نمکخوار کی نظر بدل گئی۔ اپنے ہاتھوں کو ان معصوموں کے خون میں رنگنا چاہا۔ اسکی بدلی ہوئی نظر کو دیکھ کر گورو مہاراج کی والدہ مکرمہ نے زیور اُتار کر دیدیا مگر اس خونی اور سفاک اور ستم کیش کا دل ٹھنڈا ہوا یہ بھینٹ (نذر) لیکر بھی برہمن دیوتا پرسن نہ ہوئے بلکہ انھوں نے اپنی دکھشنا (نذر) میں گورو مہاراج کے لخت جگروں اور نونہال فرزندوں کو موت کے گھاٹ اُتارنا چاہا۔ چنانچہ گنگو برہمن نے فی الفور حاکم سرہند کو اطلاع دی کہ اس طرح گورو گوبند سنگھ صاحب کے لڑکے میری حراست میں ہیں چنانچہ حاکم سرہند نے لڑکوں کو مع انکی بوڑھی دادی کے بلا بھیجا۔ حاکم سرہند اگرچہ مسلمان تھا لیکن وہ ظالم وسفاک نہ تھا۔ اس نے تا فیصلہ گورو صاحب . . . کے صاحبزادگان کو نظر بند کر دیا۔ آخر اُس نے بچوں کو اپنے سامنے بلایا کہ انکی قسمت کا فیصلہ کرے آگے ان دو معصوم بچوں کے ساتھ کیا گذری۔ ہمارے وطنی دوستوں نے بیچارے مسلمانوں پر یہ از سر تا پا غلط اور بیہودہ الزام لگایا ہے کہ صوبہ سرہند نے ان بچوں کو زندہ دیوار میں چنوا دیا تھا لیکن واقعات کی موجودگی میں یہ سراسر جھوٹ ہے کیونکہ صوبہ سرہند اگرچہ حاکم وقت تھا لیکن اسکی پوزیشن گورو گوبند سنگھ کے بارہ میں بعینہ وہی تھی جو کہ ہیرودیس کی مسیح کے صلیب پر کھینچنے کے متعلق تھی جس طرح گنگو برہمن نے اپنے ممد و معاون

کے خلاف رپورٹ کر کے انکو حاکم وقت کے ہاتھ میں گرفتار کروایا تھا بعینہ اسی طرح مسیح
کے ایک خادم نے اپنے مخدوم کو پکڑوایا تھا جسوقت حضرت مسیح کو ہیرودیس کے سامنے لایا
گیا اور اس نے بطور حاکم وقت کے اس مقدمہ کی سماعت کی تو اس نے فتویٰ دیا کہ میں
اس شخص کا کوئی گناہ نہیں دیکھتا کہ جسکی بدولت انکو قتل کیا جاوے میں اپنے ہاتھ
پانی سے دھوتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ یہ ایک بے گناہ شخص ہے لیکن مسیح کی قوم کے
آدمیوں نے شور مچایا کہ انکو پھانسی دو۔ اگر تم چھوڑنا چاہتے ہو۔ تو چور اور ڈاکو
کو چھوڑ دو لیکن مسیح ہمارے نزدیک چور اور ڈاکو سے بھی بُرا ہے انکو پھانسی دو۔ انکو پھانسی دو
حاکم وقت نے مسیح کی قوم کے اس واویلا کو سُنکر کہا میں اس شخص کو بے گناہ سمجھتا ہوں اور
میں اسکے قتل کے حق میں نہیں ہوں لیکن میں انکو تمہارے سپرد کرتا ہوں تم اسکے ساتھ جو
چاہو سلوک کرو۔ چنانچہ ان ملعون لوگوں نے مسیح کو صلیب پر کھینچا۔ ٹھیک اسی طرح
جب گورو گوبند سنگھ کے نازک اور ننھے ننھے بچے صوبہ سرہند کے پاس لائے گئے تو نواب
شیر محمد خاں والئے مالیر کوٹلہ کی ادرخواست کو سُنکر صوبہ سرہند کا دل پگھل گیا۔
لیکن اس کے موذی دیوان سچدانند نے جو کہ ایک کھتری ہندو تھا نواب مالیر کوٹلہ اور
صوبہ سرہند کو مخاطب کر کے کہا:۔

"افعی را کشتن و بچہ اش را نگہداشتن کار خردمنداں نیست۔ چرا کہ
عاقبت گرگ زادہ آخر گرگ شود" اس موذی سچدانند کھتری کا گورو مہاراج اور
انکے فرزندوں کے بارے میں یہ تقاضا بعینہ اسی قسم کا تقاضا تھا جس قسم کا تقاضا کہ عیسیٰؑ کی
قوم کے یہودی لوگوں نے مسیحؑ کو صلیب پر دینے کیلئے کیا تھا کہ چور اور ڈاکو کو چھوڑ دو لیکن مسیحؑ
کو ضرور پھانسی دو۔ مگر حاکم وقت نے اپنے ہاتھ سے مسیح کو صلیب دینے کی بجائے یہ کہکر اسکو
اپنی قوم کے سپرد کر دیا کہ یہ تمہارا آدمی ہے تم اسکے ساتھ جو سلوک چاہو کرو کیا عجب کہ اسی طرح ان
مذکورۃ الصدر واقعات کی موجودگی میں صوبہ سرہند نے گورو مہاراج کے بچوں کو اس موذی
سچدانند کھتری کے سپرد کر دیا اور کہدیا کہ اگر یہی بات ہے کہ تمہارے نزدیک ان کا باپ بھی
زہریلا سانپ یا بھیڑیا ہے اور یہ بھی زہریلے سانپ کے بچے ہیں تو یہ تمہاری اپنی ہندو

قوم کے ممبر ہیں۔ میں اپنے ہاتھ اٹھانے کے لئے تنہا نہیں ہوں بلکہ تمہاری قوم کے بچوں کو تمہارے ہی سپرد کرتا ہوں۔ تم انکے ساتھ جو سلوک چاہو کرو۔ اور یہ کونسی بڑی بات ہے کہ جس صورت میں کہ پہاڑی ہندو راجگان گورو گوبند سنگھ کے خون کے اسقدر پیاسے تھے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے ہر ممکن سے ممکن ذریعہ بہانہ اور حیلہ کو کام میں لانا ضروری اور لازمی سمجھتے تھے۔ جس صورت میں کہ ایسے ہندوؤں کے انتقام کی یہ حالت ہو کہ گورو مہاراج کا پُرانا خدمتگار گنگو بھی انکے بچوں کے خون تک کا پیاسا ہو رہا ہو۔ خود دیوان سچانند کھتری کا بھی انکے خون کا اسقدر پیاسا ہو کہ وہ انکو سانپ اور بھیڑیئے کے بچے بنا کر حاکم وقت کو انکے قتل پر مجبور کر رہا ہو۔ اس صورت میں یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ گورو مہاراج کے لختِ جگروں کے خون کا ذمہ وار سرہند کا مسلمان صوبیدار نہیں تھا۔ بلکہ یہ دو اسکے پُرانے کیطرح گنگو رام برہمن اور دیوان سچانند کھتری ہی ان معصوم بچوں کے خون کے ذمہ وار تھے۔ واقعات کی اس لڑی کی موجودگی میں سرہند کا مسلمان صوبیدار گورو گوبند سنگھ کے بچوں کے خون سے بالکل بری الذمہ ثابت ہو جاتا ہے۔

پیارو! جب یہ خبر حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچتی ہے کہ اس طرح دو معصوم بچے دیوار میں چنے گئے تو یاوجود یہ سمجھنے کے کہ اس گناہ اور ظلم کا بار گنگو رام برہمن اور سچانند دیوان کی گردن پر ہے مگر پھر بھی حضرت اورنگ زیب نے حاکم سرہند کو ہمیشہ اور ہمیشہ کیلئے معطل کر دیا۔ حالانکہ پہلے زمانہ میں نواب یا حاکم نسلاً بعد نسل چلے آیا کرتے تھے۔ کیا یہ نواب سرہند کو تھوڑی سزا ملی کہ اسکے خاندان کو ہی نوابی اور حکومت سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا۔ یا یوں کہو کہ ہندی دان کے "کل ناس" یا خاندان ہی تباہ کر دیا۔ اس سے زیادہ اور کیا سزا ہو سکتی تھی۔ بیشک گورو مہاراج کے دو معصوم بچوں کا قتل دنیا کی تاریخ میں ایک چمکتا ہوا سُرخ ورق ہے اور خون چکاں کی ایک مہیب تصویر سفاکی اور خونخواری کا ایک بھیانک نظارہ ہے جسے دنیا کی سخت سے سخت سیاست بھی روا نہیں رکھے گی۔ مگر پیارو قابل غور یہ سوال ہے کہ یہ فعل نہ تو سلطنت کے حکم سے ہُوا۔ اور نہ شرع نے یہ فتویٰ دیا۔ اصلیت جو کچھ ہے وہ ظاہر ہے گنگو برہمن اور دیوان سچانند کے اصرار سے بے ہوش رہا واقعہ ظہور میں آیا۔ مگر پھر بھی

حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ نے خبر پاتے ہی نواب سرہند کو ہمیشہ کے لئے معطل کر کے اسکی "کل ناش" یا خاندان ہی کو برباد کر دیا۔ اب اس سے بڑھ کر اور کیا سزا ہو سکتی تھی چنانچہ اسکے بعد جن دنوں مالیر کوٹلہ اور سکھ ریاستوں میں بگاڑ ہوا۔ اور ریاستہائے پھلکیاں نے مالیر کوٹلہ پر چڑھائی کی۔ تو مہارانی صاحبہ پٹیالہ نے صرف اس بنا پر نواب مالیر کوٹلہ کو مدد دی کہ ایک دن نواب مالیر کوٹلہ نے گورو گوبند سنگھ کے بے گناہ بچوں کی سفارش کی تھی سکھوں کو وہ احسان نہ بھلانا چاہیئے۔ اس سے بھی اندازہ لگا لو کہ سمجھدار اور ذی علم سکھ دوست اسبات کو خوب سمجھتے ہیں کہ اڑے وقت میں گورو صاحب کی کس نے مدد کی۔ ہماری یہ دل و جان سے خواہش ہے کہ ایام سابق میں جس طرح مسلمان اور سکھ بھائی باہمی محبت اور پیار سے رہتے تھے سکھوں کے گورو صاحبان اور مسلمانوں کے باہمی گہرے تعلقات تھے اور پریم و محبت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ شری گورو ارجن دیو مہاراج نے جب امرتسر کے مندر کے لئے بنیادی پتھر رکھوانا چاہا تو آپ نے حضرت میاں میر کے مقدس اور مطہر ہاتھوں کو اسبات کیلئے منتخب کیا حالانکہ اسوقت بڑے بڑے پنڈت بھی ہونگے مگر گورو صاحب نے اگر کسی ہاتھوں میں برکت دیکھی اور رحمت پائی تو صرف حضرت میاں میر صاحب کے ہی مطہر ہاتھوں میں کیا اب بھی سابقین مسلمانوں اور سکھوں کے باہمی محبت اور پیار میں کوئی شک شبہ رہ جاتا ہے ہماری یہ دل و جان سے دعا ہے کہ خدا ہمارے دلوں میں بھی وہی محبت اور پریم کی لہر جاری کر دے اور آجکل کے سکھ اور مسلمان بھی اپنے بزرگان اسلاف کے نقش قدم پر چلکر ایک دوسرے سے بغلگیر ہوتے ہوئے انکی پاک و مقدس ارواح کی اشیر باد اور نیک دعائیں اپنے حق میں لیویں۔

اب گورو صاحب کا حال سنئے۔ گورو مہاراج چمکور پہنچکر چالیس سکھوں کے ساتھ ایک عالیشان مکان میں محصور ہو گئے۔ باہر سے ہندو راجگان شاہی فوج کی اعانت سے محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ پر شام کے وقت گورو صاحب نے آنکھ بچا کر اپنی جگہ اپنے عقیدت کیش کو جسکی شکل گورو صاحب سے ملتی جلتی تھی کھڑا کر کے آپ قلعہ سے باہر نکل آئے مکان سے نکلنے پر دو مسلمانوں نے آپ کو دیکھ لیا اور تعاقب کیا مگر جب نزدیک جا کر دیکھا تو پہچان لیا اور ادب سے پیش آئے کسی قسم کا تعرض نہ کیا حالانکہ اگر وہ چاہتے تو پکڑ لینا آسان تھا

گورو صاحب کو روک سکتے تھے مگر نہیں نہیں انھوں نے اشارتاً اور کنایتہً گورو صاحب کی شان
میں کوئی گستاخی کا کلمہ تک بھی نہ نکالا - اور بڑے ادب سے پیش آئے +

گورو صاحب کئی راتوں سے تھکے ماندے تھے کھایا بھی کچھ نہ تھا فاصلہ پر جنگل میں جاکر
ایک کھیت میں دو چار ڈھیلے سرہانے رکھ کر لیٹ گئے کئی راتوں کے نہ سونے کی وجہ سے
گورو صاحب کو لیٹتے ہی نیند آگئی جب آنکھ کھلی تو رات کا پچھلا وقت تھا۔ گورو صاحب
مہاراج اُٹھ کر تن تنہا وہاں سے روانہ ہوئے اور صبح ماچھی واڑہ پہنچکر باہر باغ میں لیٹ
گئے باغ کے مالک نبی خاں اور غنی خاں جو بھائی بھی وہیں تھے جب انھوں نے قریب جاکر دیکھا
تو پہچان لیا کہ یہ گورو صاحب ہیں اور بے سروسامانی کی حالت میں شاہی فوج سے شکست
کھاکر بھاگے ہیں تو وہ دونوں بھائی کمال عزت و احترام سے پیش آئے بڑی محبت کے ساتھ انہیں
اپنے ہاں لے گئے پہلے گورو صاحب کا وہاں پہنچکر ایک ہندو مسمی گلاب چند یا گلا یا مسند کے
ہاں ٹھیرنے کا ارادہ ہوا جو گورو صاحب کے ٹکڑوں پر ہی پل رہا تھا - مگر اس نے صاف جواب
دیدیا کہ آپ باغی ہیں - میں ہرگز آپ کو اپنے گھر نہیں ٹھیرا سکتا - مگر غنی خاں اور نبی خاں دو
بھائی کمال ادب سے گورو مہاراج کو اپنے گھر لے گئے اس جگہ گورو صاحب کے تین عقیدت کیش
سکھ بھی آملے - یہ معلوم ہونے پر شاہی فوج تعاقب کئے آرہی ہے گورو صاحب نے غنی خاں کے
ذریعہ بعض تاریخوں کے رو سے اپنے فارسی کے اُستاد اور بعض روایات سے ہم مکتب قاضی
پیر محمد کو بلا بھیجا قاضی گورو صاحب کا نام سنتے ہی دوڑے آئے اور نہایت محبت سے ملے اور باہمی
مشورہ کیا گیا کہ شاہی فوج کے تعاقب سے گورو صاحب کے بچانیکے لئے کیا ترکیب کی جاوے آخر نبی خاں
اور غنی خاں اور قاضی صاحب کے مشورہ سے یہ بات طے پائی کہ گورو صاحب کو نیلے کپڑے پہنا دئے جائیں
اور انھیں اوچ شریف کا پیر ظاہر کیا جاوے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور شاہی فوج بھی ماچھی واڑہ
پہنچ گئی - اور نبی خان اور غنی خاں کو بلا بھیجا اور اُن کو کہا گیا کہ تمہارے ہاں گوبند سنگھ چھپا
ہوا ہے - اسکو ہمارے حوالہ کردو - انھوں نے کمال عقیدت سے یہ کہا کہ وہ تو اوچ شریف کے پیر
ہیں اور ہمارے ہاں تشریف فرما ہیں - افسر فوج نے کہا کہ بہت بہتر آپ پیر صاحب کو لائیں ہم بھی انکی
زیارت کرینگے - چنانچہ گورو صاحب کو پالکی میں بٹھلا کر نبی خاں اور غنی خاں دونوں بھائیوں نے

پالکی کو اپنے کندھوں پر اُٹھایا اور انھیں خاص عزت و احترام سے افسر فوج دلیر خاں کے پاس لے گئے اور افسر فوج نے کہا کہ نہیں یہ تو گوبند سنگھ ہے مگر نبی خاں اور غنی خاں و قاضی پیر محمدؐ نے گواہی دی کہ نہیں یہ اوچ شریف کے پیر ہیں اور چند دنوں سے ہمارے ہاں فروکش ہیں۔ یہ صاف ظاہر ہے لباس بدلنے سے کبھی انسانی صورت میں کوئی ایسا فرق نہیں آ جاتا کہ اس کا پہچاننا مشکل ہو جائے افسر فوج خوب سمجھتا تھا کہ یہ گورو گوبند سنگھ ہے۔ مگر جب انھوں نے دیکھا کہ اس طرح چند شریف مسلمان آپکی حمایت میں ہیں تو افسر فوج نے زیادہ اصرار کرنا مناسب نہ سمجھا صرف یہی کہا کہ ہم آپکے پیر صاحب کی دعوت کرتے ہیں۔ چنانچہ دعوت کی گئی۔ گورو صاحب نبی خاں غنی خاں اور قاضی پیر محمدؐ صاحب نے بلکہ افسر فوج کے ساتھ دعوت کو تناول فرمایا۔ اور شاہی فوج واپس چلی گئی۔ اب ذرا خدا کے لئے گنگو برہمن اور دیوان سچد انند کے سلوک کا غنی خاں اور نبی خاں پٹھان اور قاضی پیر محمدؐ صاحب کے سلوک سے مقابلہ کرو کہ ہر دو کے سلوک میں کس قدر زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک فریق گورو صاحب کے صاحبزادوں کو قتل کئے جانے پر زور دیتا ہے دوسرا فریق نہ صرف یہ کہ ایسے نازک وقت جبکہ شاہی فوج گورو صاحب کا تعاقب کر رہی ہے پناہ دیتا ہے بلکہ انکو دشمن کے پنجہ سے رہائی دلانے کے لئے اپنا پیر ظاہر کرتا ہے اور انکی پالکی کو اپنے کندھوں پر اُٹھانا اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتا ہے ایسے آڑے وقت میں جبکہ اپنوں نے بھی گورو صاحب کا ساتھ چھوڑ دیا۔ ایسے نازک وقت میں جبکہ گورو صاحب قطعی بے سرو سامانی کی حالت میں تھے ایسے وقت میں اگر کوئی پناہ دیتا ہے تو مسلمان۔ اور پھر پناہ بھی معمولی رنگ میں نہیں جب وہ دیکھتے ہیں کہ گورو صاحب ایسی حالت میں دشمن کے پنجہ سے رہائی پا سکتے ہیں جب انھیں اوچ شریف کا پیر ظاہر کیا جائے اور خود محسن عقیدت کا جُوا اپنے کندھوں پر رکھا جائے۔ اور انکی پالکی کو اپنے کندھوں پر اُٹھایا جائے تو مسلمان نہایت خوشی سے محض گورو صاحب کے بچاؤ کے لئے ان امور کو بجا لاتے ہیں۔ کیا گنگو برہمن دیوان سچد انند اور نبی خاں و غنی خاں اور قاضی پیر محمدؐ ان ہر دو فریقین کا گورو صاحب سے سلوک کا نمونہ دیکھ کر کوئی یہ طرفۃ العین کیلئے بھی خیال کر سکتا ہے کہ مسلمان گورو صاحب کے دشمن تھے۔ نہیں نہیں ہرگز ہرگز نہیں۔

یہ وہ امور ہیں جنپر تعصب اور ضد کو پرے پھینک کر خالی الذہن ہو کر غور کرنا چاہیئے ہماری دل وجان سے دعا ہے کہ ایام سابق میں جس طرح سکھ اور مسلمان باہمی بھائیو بھائیوں کیطرح رہتے تھے۔ آج ہم بھی انکے نیک نمونہ کو اپنا دستور العمل بنائیں ؛

اسکے بعد گورو صاحب مالوہ کیطرف روانہ ہوئے راستہ میں ایک ہندو جاٹ سے سواری کے لئے گھوڑی مانگی۔ مگر اس نے دینے سے انکار کیا بعدازاں جٹ پور پہنچکر ایک مسلمان کے ہاں آپ ٹھیرے اس نے بہت خاطر و مدارات کی۔ اور سواری کے لئے ایک گھوڑی دی۔ جب گورو صاحب موضع ہیٹر میں پہنچے تو وہاں مہنت کرپا داس نے گورو صاحب کو ٹھیرانے سے انکار کر دیا۔ اور بڑی درشتی سے پیش آیا۔ اب اسپر کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں ہے اس تکلیف میں گورو صاحب ایک ہندو سے گھوڑی مانگتے ہیں وہ قطعی انکار کر دیتا ہے آخر موضع جٹ پور میں ایک مسلمان گورو صاحب کے ساتھ عمدہ اخلاق سے پیش آتا ہے اور نہایت اخلاص سے گورو صاحب کی نذر اپنی گھوڑی کرتا ہے۔ اسی سے ہی اندازہ لگالو کہ ایام سابق میں سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات کیسے برادرانہ تھے خدا کرے کہ ہم لوگ بزرگان اسلاف کے نمونوں پر چلتے ہوئے ان کی نیک دعائیں اپنے حق میں لیں۔ اس سے آگے چلکر گورو صاحب کوٹ کپورہ پہنچے وہاں کا رئیس ہندو تھا۔ اور وہ اگرچہ بظاہر گورو صاحب کے ساتھ خاطر و مدارات سے پیش آیا۔ مگر جب لڑائی کا موقع آیا۔ تو وہ گورو مہاراج کے برخلاف ہو کر لڑنے لگا۔ اس مصیبت اور مشکل کے وقت میں پایندہ خان کی اولاد میں سے ایک شخص نے نہایت محبت کے ساتھ اپنا گھوڑا گورو مہاراج کی نذر کیا جسے لیکر گورو صاحب بہت خوش ہوئے اسی اثنا میں گورو صاحب نے از سر نو اپنی جماعت کو جمع کیا اور ایک خاصی جماعت گورو صاحب کے پاس جمع ہو گئی اور موضع دینا سے گورو صاحب نے بھائی دیا سنگھ کے ہاتھ ۱۰۸۔ اشعار کی نظم حضرت اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجی جس میں سے چند اشعار درج ذیل ہیں

ہمہ کشتہ ام کوہیاں بت پرست	کہ آں بت پرستند و من بت شکن
ببیں قدرت نیک یزدان پاک	کہ از یک بدہ لک رساند ہلاک

که پیمان شکن بے دریغ آمدند | به شمشیر و تبر و تفنگ آمدند
چو کار از همه حیلتے درگذشت | حلال است بردن به شمشیر دست
همه آخر چه مردی کند کارزار | که بر چهل تن آمدش بیشمار
ترا ماند ایشم یزداں شناس | بر آمد ز تو کارها پر خراش
اگر صد قرآں را بخوری قسم | مرا اعتبارے نہ ایں ذرہ ام
حضورت نیائم نہ ایں رہ شوم | اگر شاہ بخواند من آنجا درم
چہ شد کہ چوں بچگاں کشت چار | کہ باقی بماند چو پیچیدہ مار
خو پشتن شاہ شاہان اورنگ زیب | چہ چالاک و دستور چابک رکیب
کہ روشن ضمیر است حسن و جمال | خداوند بخشندۂ ملک و مال
شہنشاہ اورنگ زیب عالمیں | کہ دارائے دور است و دار از ہمیں
شریعت پرست و فضیلت جناب | حقیقت شناس و مطیع کتاب
چو تشریف در قصبہ کانگر کند | در آنجا ملاقات باہم شود
نہ ذرہ دریں راہ خطرہ تراست | ہمہ قوم بیٹر ارا حکم تراست
بیا تا بہ خود را زبانی کنم | بروئے شما مہربانی کنم
یکے اسپ شائستہ یک صد ہزار | بیا تا بگیری زمین ایں دیار
شہنشاہ راہ بندۂ چاکریم | اگر حکم آید بحاضر شویم
فرستندہ گر شاہ فرمان بمن | حضورش بیائم ہمہ جان و تن

یہ نظم صاف اور کھلی ہے اس میں کوئی پیچ اور گرہ نہیں ہے۔ گورو صاحب کہتے ہیں کہ میں کانگڑہ کے پہاڑی راجاؤں کے ساتھ جو مشرک تھے لڑ رہا تھا۔ اور اس لئے کہ میں بت پرستی کی بجائے توحید پرستی اور لاانتہا خداؤں کے بجائے ایک واحد اور حقیقی معبود کا نام روشن کرنے کے لئے مشرکوں کے ساتھ جنگ آزما تھا اور محض اس لئے کہ میں خداوند تعالےٰ کا نام روشن کرنے کے لئے شرک اور بدعت کا قلع قمع کرنے کے واسطے نبرد آزما تھا۔ اسواسطے مجھ پر خدا کا اسقدر فضل تھا۔ کہ میرا ایک ایک توحید پرست دس دس

لاکھ مشرکوں پر بھاری تھا کہ اچانک صوبیدار سرہند مشرکوں کی مدد اور اعانت کے لئے آ نکلا۔ او مائس نے اپنے اس ناروا فعل سے اس عہد کو بُری طرح توڑا جو خدا کی کتاب میں اس نے یہ پڑھا تھا کہ شرک کی بجائے توحید کی اشاعت کرو۔ اصولاً چاہیئے تھا کہ صوبیدار سرہند میری مدد کرتا۔ کیونکہ میں توحید کا نعرہ بلند کرنے لئے مشرکوں سے لڑ رہا تھا۔ مگر اس نے سب عہدو پیمان کو بہت بُری طرح درہم برہم کیا۔ اور مشرکوں سے مِلکر شرک کی مدد اور توحید سے مخالفت کی۔ دریں حال اگر وہ سینکڑوں قسمیں بھی قرآن مجید کی کھاتا تو میں اسپر رتی بھر بھی اعتبار نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ وہ آدمی جو صریح اور بدیہی طور سے قرآن مجید کی مخالفت کر رہا ہو اسکی حلف کیا وقعت رکھ سکتی ہے اسکے آگے چلکر وہ کونسی خوبیاں اور محاسن اور نیکیاں ہیں جو شری گورو مہاراج نے حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ میں تسلیم نہیں کیں۔ روشن ضمیر اور فضیلت کا مالک تک آپکو کہا۔ وہ لوگ جو حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بڑے سے بڑے الزامات لگا دو جہانوں کی نیکیاں سمجھتے ہیں خدا کے لئے انہیں شری گورو گوبند سنگھ صاحب جو سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہنے والے تھے جو بہادر نڈر اور شیر دل تھے جو لاکھوں کی جماعت کے واجب الاحترام مقتدا اور امام تھے جو اظہار حق کے لئے اپنی جان تک کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ دیکھو اور غور کرو کہ وہ حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں وہ کونسی خوبیاں اور محاسن ہیں۔ جو وہ حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ میں تسلیم نہیں کرتے اور کس انشراح صدر کے ساتھ حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں رطب اللسان ہیں اور برضا و رغبت تام حضرت اورنگ زیبؒ کو اپنا شہنشاہ تسلیم کرتے ہیں اور کفر گڑھ پر تسلط پانے کی ہدایت کرتے ہیں۔ کیا کوئی شخص کسی میں اسقدر خوبیاں اور محاسن تسلیم کر کے اور اُسے برضا و رغبت اپنا شہنشاہ تسلیم کرتا ہوا اسکے ساتھ عداوت اور دشمنی کا اظہار کر سکتا ہے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں ✣

اسکے بعد گورو صاحب تلونڈی پہنچے اسجگہ زنانہ ساتھ جو انندپور سے جدا ہُوا تھا آ ملا۔ اور اورنگ زیبؒ کی طرف سے بھی وہیں جواب پہنچا۔ حضرت محی الدین اورنگ زیبؒ نے لکھا کہ اگر موقعہ ملا تو میں ضرور نیاز حاصل کرونگا۔ اگر آپ خود تکلیف فرما کر تشریف لائیں تو بہت بہتر

ہوگا۔ اور حاکمانِ پنجاب کے نام احکام بھی جاری کر دیئے کہ آیندہ آپ سے کوئی مقابلہ آرا نہ ہو
چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہُوا۔ اور جب گورو صاحب کو ہر طرح سے اطمینان ہُوا تو آپ نے گرنتھ صاحب
کی تکمیل کی۔ اس سے فارغ ہو کر آپ بطرف دکن سیاحت کیلئے روانہ ہو گئے کہ وہاں جا کر اورنگ زیب
سے ملیں جب آپ بھگور میں پہنچے تو معلوم ہُوا کہ حضرت اورنگ زیب نے سفر آخرت اختیار
کیا۔ اورنگ زیب کی وفات کے بعد انکے لڑکوں میں فساد ہُوا۔ تو بہادر شاہ نے گورو صاحب
سے مدد مانگی۔ گورو صاحب نے بغیر کسی دریغ کے بہادر شاہ کو مدد دی۔ بہادر شاہ کامیاب ہو کر
گورو صاحب کو دار السلطنت میں اپنے ساتھ لے گیا۔ وہاں سے فارغ ہو کر بہادر شاہ نے دکن
کی سیاحت کا قصد کیا۔ اور گورو صاحب کو بھی اپنے ساتھ لیا۔ بادشاہ نے دربار کیا اور بریسر
دربار جبکہ راجے اور نواب سب جمع تھے بادشاہ نے گورو صاحب کی بہادری کی تعریف کی
اور جب بادشاہ احمد نگر روانہ ہُوا تو گورو صاحب برہان پور ٹھہر گئے اور بہادر شاہ چند روز
میں ہی احمد نگر کو جاتا ہُوا گولکنڈہ میں گورو صاحب سے ملا۔ اور ایک نہایت ہی بیش قیمت ہیرا
گورو صاحب کی نذر کیا۔ اور آپکو علاقہ نانذیر (دکن) کا حاکم مقرر کیا۔ جہاں گورو صاحب نہایت
امن و سکھ سے اپنی زندگی کے دن گذارنے لگے۔

وطنی دوستوں کیطرف سے بیان کیا جاتا ہے کہ ایکدفعہ گورو صاحب دریائے گوداوری
کے کنارے پر بیٹھے خدا کی یاد میں مگن تھے کہ ایک پٹھان نے آپکے پیٹ میں چھُرا گھونپ دیا مگر
واقعات انکی تصدیق نہیں کرتے۔ شروع سے لیکر آخر تک مسلمانوں نے گورو صاحب کا ساتھ
دیا۔ گورو صاحب کی پالکی کو اپنے کندھوں پر اُٹھانے کو سعادت دارین سمجھا۔ گورو صاحب کے حُسنِ
عقیدت کے جوئے کو اپنی گردن پر رکھنا اپنی خوش قسمتی خیال کیا۔ ہر ایک آڑے سے آڑے وقت
میں مسلمان گورو صاحب کے کام آئے تو پھر یہ کیسے اور کس طرح ہو سکتا تھا کہ اس آخری وقت میں
کسی مسلمان سے گورو صاحب کو گزند پہنچا ہو یہ امر وہم و گمان سے باہر ہے ہاں آخری ایام
میں گورو صاحب کو گزند پہنچانے والا ضرور کوئی چندو لال یا دیوان سچدانند اور گنگو رام برہمن
کا ہی ہم خصلت ہو گا ورنہ وہ پٹھان جنہوں نے گورو صاحب کی جان بچانے کیلئے پالکی کو
اپنے کندھوں پر اُٹھایا۔ اور گورو صاحب کو دشمن کے گزند سے بچانیکے لئے اپنا بھیس بنایا۔ د

پٹھان جنکے قلوب میں گورو صاحب کے لئے اسقدر محبت اور اخلاص کا مادہ ہو بھلا پھر کیسے اور کس طرح ہو سکتا ہے کہ انکے دل میں کبھی بھولے سے بھی گورو صاحب کی بدخواہی کا خیال پیدا ہو سکتا ہو +

شری گورو گوبند سنگھ اور مسلمان

بعض کوتاہ بین گورو صاحب کی ذات والا صفات پر الزام لگایا کرتے ہیں کہ خدانخواستہ گورو صاحب متعصب اور مسلمانوں کے جانی دشمن تھے۔ ایسے کوتاہ بین گورو صاحب کی عظیم ہستی کو اپنی تنگ خیالی سے ماپا چاہتے ہیں۔ اور گورو صاحب کے عمل سے بالکل آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ گورو صاحب توصاف فرماتے ہیں:-

جنہہ تے اٹھ گیو بھرم اُر کا
تنہہ اگے ہندو کیا ترکا

یعنی جنکی نظر وسیع ہوگئی۔ اور اللہ کی معرفت حاصل ہوئی۔ تو ان کا بھرم جاتا رہا انکے سامنے ہندو اور مسلمان یکساں حیثیت رکھتے ہیں +

گورو صاحب کی فوج میں کئی پٹھان تھے۔ خاص آپ کے حفاظتی دستہ میں دو پٹھان مقرر تھے۔ سید بڈھن شاہ صاحب مسلمان بزرگ گورو صاحب کیطرف سے ہزاروں کی فوج کے ساتھ ہو کر دشمن سے لڑے۔ خود اس لڑائی میں سید صاحب موصوف کے دو بچے بھی کام آئے اور پھر خود سید صاحب بھی گورو جی کی ہمدردی کی وجہ سے قتل کئے گئے۔ نبی خاں اور غنی خان کون تھے ماچھی واڑہ کے دو پٹھان جنہوں نے گورو صاحب موصوف کی پالکی کو اپنے کندھوں پر اُٹھا کر کئی میل لے جانا اپنے لئے موجب فخر سمجھا۔ اور گورو صاحب کی اس وقت خدمت کی جبکہ اپنے اور بیگانے گورو صاحب کے جانی دشمن ہو رہے تھے۔ خود گورو صاحب بہادر شاہ کیطرف سے ہو کر لڑے۔ کیا گورو صاحب کا یہ طرز عمل ہمارے لئے بہترین رہنما نہیں ہو سکتا +

کہا جاتا ہے کہ گورو صاحب کے دو صاحبزادوں کو سرہند میں زندہ دیوار میں چنوا دیا گیا۔ بیشک یہ ظلم اور صریح ظلم ہے۔ کوئی ظالم سے ظالم حکومت بھی اسے طرفۃ العین کے لئے جائز قرار نہیں دے سکتی۔ مگر سکھ دوستو! نہ تو یہ ظلم شرع کے فتوے سے ہوا۔ اور نہ سلطنت نے ایسا حکم دیا۔ ایک نواب کی حماقت کا یہ نتیجہ ہے۔ جو دیوان سچدانند اور گنگو برہمن کے زور دینے پر انکی باتوں میں آگیا۔ کیا سکھ تاریخوں میں یہ واقعہ موجود نہیں کہ جب نواب شیر محمدؐ خاں والئے مالیر کوٹلہ نے نواب سرہند کو بھری مجلس میں پھٹکار ڈالی۔ اور معصوم بچوں کی ہمدردی میں اپنی آواز کو بلند کیا۔ تو دیوان سچدانند نے نواب موصوف کی سخت مخالفت کرتے ہوئے یہ کہا کہ بچوں کو کسی صورت میں بھی زندہ نہ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ

"افعی را کشتن و بچہ اش را نگہداشتن کار خردمنداں نیست چرا کہ گرگ زادہ گرگ شود۔"

نواب سرہند کی نسبت گنگو برہمن اور دیوان سچدانند ان معصوم بچوں کے قتل کے زیادہ ذمہ وار ہیں جنہوں نے ان صاحبزادوں کو سانپ اور سانپ کے بچے کہہ کر جان سے مارنے کیلئے نواب سرہند کو مجبور کیا۔ اور جب حکومت کو یہ معلوم ہوا تو اس نے فوراً نواب سرہند کو ہمیشہ کے لئے نوابی سے برطرف کر دیا۔ اور اسکی اولاد کو بھی ارث نوابی سے محروم کر دیا۔ بہرحال جو کچھ ہوا یہ صریح ظلم تھا۔ اور ہم اس ظلم کے ارتکاب کرنیوالوں پر علی الاعلان پھٹکار بھیجتے ہیں۔

نبی خاں اور غنی خاں اور سید محمدؐ حسن اور سید بدھن شاہ کی مثالیں اس امر کو بخوبی ظاہر کرتی ہیں کہ زمانہ سابق میں سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات خوشگوار تھے۔ گورو صاحب طرفۃ العین کے لئے بھی اسلام اور اسلام کے ماننے والوں کے دشمن نہیں ہوئے۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو سید بدھن شاہ صاحب معہ اپنے ہزاروں لاؤ لشکر اور دو بیٹوں کے گورو صاحب پر قربان نہ ہو سکتے۔ اگر گورو صاحب خدانخواستہ مسلمانوں کے دشمن ہوتے تو کبھی نبی خاں اور غنی خاں پٹھان ایسے نازک وقت میں جبکہ شاہی فوج گورو صاحب

کی تلاش میں تھی۔ اور خود ہندؤوں نے گورو صاحب کو امداد دینے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ یہ دو مسلمان پٹھان گورو صاحب کو امداد نہ دیتے اور آپ کی پالکی کو اپنے کندھوں پر اُٹھا کر کئی میل چلنا اپنے لئے موجب فخر نہ سمجھتے۔ میری یہ دلی خواہش ہے کہ اب بھی سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات باہمی خوشگوار ہو جائیں۔ اور آئے دن سکھ دیہات میں اذان وغیرہ کے جھگڑے جو بپا ہوتے رہتے ہیں۔ ہمیشہ کے لئے یہ جھگڑے دُور ہو جائیں۔ گورو صاحب فرماتے ہیں +

دیو ولہ مسیت سوئی پوجا دنماز اوئی
دوسرا نہ بھید کوئی بھول بھرم مانیو

یعنی ٹھاکر دوارہ اور مسجد میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے پھر پوجا اور نماز میں کیا فرق۔ جو نماز اور مسجد کی مخالفت کرتا ہے وہ غلطی پر ہے +

بھلا وہ توحید پرست مذہب جو توحید اور وحدانیت پر اپنی جان فدا کرنا اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہو۔ جن کے ہاں یہ صاف لکھا ہو:۔

کبیر سپتے ہوں بڑڑائیکے جینہہ مکھہ نکسے رام
نانکے پگ کی پاہنی میرے تن کو چام

اگر کوئی خواب میں بڑا کر بھی اللہ کا نام لے تو ایسے شخص کے پاؤں کی جوتی اگر میرے چمڑے سے تیار کی جائے۔ تو زہے قسمت سبحان اللہ کس قدر خدا اور خدا کے بھگتوں سے پریم اس سے بڑھ کر خدا پرستی کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے +

سکھ دوستو! اذان کیا ہے۔ توحید کیطرف بلاوا۔ اور اللہ اکبر کا نعرہ۔ اب ہم میں سے کون ہے؟ جو اللہ اکبر کے نعرہ سے روگردانی کرے۔ خدا ہم سب کو توحید پرستی کی توفیق دے +

مسلمان اور سکھ

از قلم جناب سردار جیون سنگھ صاحب نائب تحصیلدار ریسی)

اہل اسلام ایک موحد قوم ہے جسکے پیرو بہشت۔ دوزخ۔ کو مانتے ہیں۔ اذان۔ نماز

روزہ بھی انکے ہاں فرض ہے۔ فرشتوں کے وجود کے قائل اور قیامت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ اسکے مقابلہ میں سکھ بھی وحدانیت کے تو قائل ہیں مگر باقی کسی چیز کو تسلیم نہیں کرتے آج مجھے بحیثیت ایک سکھ کے یہ دکھلانا مقصود ہے کہ کیا ہمارا "گورو گرنتھ صاحب" اس کے مقابلہ میں کیا روشنی ڈالتا ہے اور جنم ساکھی کیا بولتی ہے۔ اگرچہ عام طور پران مقدس کتب میں اسکی تائید میں بکثرت کلام موجود ہے مگر میں بخوف طوالت صرف تین تین چار چار مثالیں ساتھ پورے پورے حوالوں کے پیش کروں گا +

وحدانیت اسکی تائید میں تو ۹۵ فیصدی کے قریب کلام اس میں موجود ہے مشتے نمونہ خروارے ملاحظہ ہو:۔

اکس باہجو کو نہیں کس آگے کرے پکار

(گرنتھ ص۱۲۸۱ شلوک محلہ پہلا)

ترجمہ۔ جس صورت میں سوائے ایک خدا کے دوسرا کوئی نہیں۔ تو اے بندے دوسرے کس آگے واویلا کرتا ہے) +

ایکو کرتار اور نہ کوئی
ایکو سیو اور نہ کوئی

(گرنتھ ص۱۱۷۴ بسنت محلہ ۳)

خالق کل ایک ہے۔ دوسرے کو چھوڑ کر اسکی عبادت کرو۔

ایکو صاحب سنے ایکو حد
ایکو سیوو دوجے رد
دوجا کاہے سمریئے جمے تے مرجا
ایکو سمرو نانکا جل تھل رہیا سما

(جنم ساکھی کلاں ص۱۲۸)

عبادت کے لائق ایک ہی خدا ہے جسکی حدود اکائی کے اندر ہے۔ اس لئے اسی کے نام کا سمرن کرو۔ دوسرے سے روگردانی کرو۔ جو جنم لیتا اور مرتا ہے اسکو پوجنا فضول ہے۔ ملے

نانک! جو جل تھل (تری و خشکی) میں حاوی ہے صرف اسی ایک کی پرستش لازم ہے۔ اور بس +

بہشت گلیں بہشت نہ جایئے چھٹے سچ کمائے (جنم ساکھی صفحہ ۱۴۱)

صرف باتوں سے بہشت حاصل نہیں ہو سکتا۔ راستبازی سے ہی (دوزخ) سے چھٹکارا ہو سکتا ہے +

جنہاں سچ کمایا پوس بہشتی جائے (جنم ساکھی صفحہ ۱۴۰)

جو راستی کے پابند ہوئے وہی بہشت میں داخلہ کے قابل ہونگے) یا بہشت میں ڈالے جائینگے

پیر پچھانے بہشتی سوئی
عزرائیل نہ دوزج ٹھہرا (گرنتھ صفحہ ۱۰۸۳ محلہ نمبر ۵)

جس نے پیر مرشد کی خاطر خواہ تقلید کی۔ وہی حقدار بہشت ہوا۔ بصورت دیگر عزرائیل پر الزام دینا فضول +

کرنی باہجو بہشت نہ پائے (گرنتھ صفحہ ۹۰۱ سطر ۱۸)

ماسوائے اعمال نیک کے بہشت پراپت نہیں ہو سکتا) نتیجہ اگر بہشت کا وجود نہ ہوتا۔ تو صاف الفاظ میں کیوں اس کی ترغیب دی جاتی +

دوزخ (جنم ساکھی صفحہ ۴۳۸ و ۴۳۹) "ایتھے توں خدا دا نام لیندا ہے مسئلے سُندا پڑھدا ہیں۔ اتے شہر وچ جاکر مکر دیاں پھاہیاں اڈدا ہیں۔ اور غریباں دا لہو نچوڑدا ہیں۔ انہی باتوں سے خدا تینوں سزا دیگا تے فرشتے دوزخ وچ سٹن گے" +

ترجمہ۔ گورو نانک دیوجی مہاراج ایک پٹھان کو جو محض دکھلاوے کی خاطر عبادت کیا کرتا تھا وعظ کرتے ہیں :-

"کہ اگرچہ تو اس جگہ خدا کا نام لیتا ہے اور اسکی مہما کی باتیں سُنتا ہے مگر شہر میں جاکر مکر و فریب کے جال بچھاتا ہے۔ اور غریبوں کا لہو نچوڑتا ہے۔ بس انہی بُرے افعال کے باعث فرشتے تم کو دوزخ میں جھونک دیں گے" +

"ظلم چھوڑ دے تاں توں بخشا جائے گا۔ نہیں تاں دوزخ دی اگ تیرے واسطے تیار ہے" +

ترجمہ۔ گورو مہاراج جی۔ خلعنہ یعنی چولا کی ساکھی (داستان) میں لاجورد بادشاہ کو فرماتے ہیں "ظلم چھوڑ دو گے تو بخشے جاؤ گے۔ ورنہ دوزخ کی آگ کے شعلے تیرے انتظار میں ہیں"+

"جنم ساکھی صفحہ ۴۴ انتے پر میشر دے نام دے بناں منا پچھوتائے گا۔ نرگ دی اگ تینوں جلائے گی"

ترجمہ۔ گورو مہاراج جی۔ ایک ہرن کو جال میں پھنسا ہوا دیکھ کر اپنے دلکو سمجھاتے ہیں "اے دل خدا کا نام نہ جپو گے تو پشیمان ہوگے۔ نار جہنم تم کو جلا کر خاک کر دیگی۔

مارو محلہ نمبر ۵۔ سنتناں سنگت نرگ نہ پائے۔ (مہاتماؤں کی میل ملاقات و محبت نیکاں) کے سبب سے نرک یعنی دوزخ میں نہ ڈالے جائیں گے +

نتیجہ۔ اگر دوزخ کوئی چیز نہ ہوتی۔ تو اس کا بھیانک نقشہ اس کلام میں کھینچکر خائف کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟

بانگ۔ نماز۔ روزہ	گرنتھ مارو محلہ نمبر ۹ صفحہ ۱۰۸۳

خدا ایک سمجھ دیو بانگاں

ترجمہ۔ صرف ایک خداوند کریم کے وجود کو تسلیم کرتے ہوئے بیشک اذان دو +

گرنتھ صفحہ ۱۱۱ "روجا۔ بانگ۔ نماز۔ کتیب بن بجھے جاسی"

ترجمہ۔ روزہ رکھنا۔ اذان دینا۔ نماز پڑھنا۔ قرآن شریف کی تلاوت وغیرہ سب باتیں اگر تم محض دکھاوے کے طور پر بدوں حقیقت جانے۔ یعنی عالم باعمل ہو نیکے کرتے ہو تو یقین جانو کہ اس قسم کا کیا کرایا تمہارا سب رائیگان جاوے گا" +

نتیجہ۔ گویا خداوند کریم کو وحدہٗ لاشریک تسلیم کرتے ہوئے۔ اور اس کے فرمان کی تعمیل کرتے ہوئے۔ اذان۔ نماز۔ روزہ۔ قرآن شریف کا پڑھنا۔ سب کچھ جائز و صحیح ہے۔ اگر گورو مہاراج کے نزدیک یہ سب باتیں غیر ضروری ہوتیں تو انکو کیا ضرورت

تھی کہ خواہ مخواہ ان کی تشریح فرماتے ؟ +
پھر معلوم نہیں کہ دیہات میں سکھ لوگ مسلمانوں کے اذان دینے پر کیوں سیخ پا ہو کر کشت و خون پر اُتر آتے ہیں۔ اے جہالت! تیرا ستیاناس ہو۔ یہ سب تیرے ہی کرشمے ہیں

فرشتے

(مارو محلہ نمبر ۵)

پاپ کرے ڈر سر پر میٹھے
عزرائیل پھڑے پھڑ کٹھے

ترجمہ۔ گناہ جو کریگا۔ آخر کار اسکو ایک دن ہارنا پڑے گا۔ عزرائیل اسکو ضرور پکڑے گا اور پکڑ کر ذبح کرے گا۔"

صفحہ ۹۹۳ رام کلی وار محلہ پہلا۔

طلباں پوسن آکیاں باقی جنہاں رہی
عزرائیل فرشتہ ہوسی آئے ہسی

ترجمہ۔ جنکے ذمہ باقی (حساب عمل کی رہ گئی یا جو ہے۔ اور حساب دینے سے گریز کرینگے یعنی باغی ہونگے۔ انکی درگاہ حق میں ضرور طلبی ہوگی۔ اور تعمیل ارشاد حق کے لئے فوراً عزرائیل فرشتہ آموجود ہوگا۔"

(شرح) فی زمانا جس زمیندار کیطرف سے لگان سلا ہی باقی رہ جاتا ہے تو مجازی گورنمنٹ کے بموت یعنی پولیس کے سپاہی جس طرح (پروانہ تقاویا لگان) لیکر باقی دار کے دروازہ پر آموجود ہوتے ہیں۔ اسی طرح حقیقی گورنمنٹ کے لگان (اعمال حسنہ) کے باقی رہ جانے پر عزرائیل کی دستک (پروانہ) لیکر آموجود ہونا یقینی ہے +

نتیجہ۔ اب اس کلام میں صاف طور پر عزرائیل فرشتہ کے وجود کو تسلیم کیا گیا ہے۔

قیامت

صفحہ ۱۴۲۵ جنم ساکھی۔

کارن نفس شیطان دے قسماں کرے ہزار
روز قیامت ڈھہرے کرسن عمل خوار

ترجمہ۔ افسوس ہے کہ انسان نفس امارہ کے باعث ہزارہا جھوٹی قسمیں اُٹھاتا ہے

جسکی پاداش میں قیامت کے دن یا لیقین اسکو خوار و ذلیل ہونا پڑے گا۔ یا اپنے اپنی حرکات کے باعث وہ خوار ہوگا +

نتیجہ۔ کیا اس میں قیامت کے تسلیم نہ کرنے کی کوی گنجایش ہے ؟

ہمچو قسم صاف تائیدی کلام کے باوجود کوئی الگ دماغ اگران باتوں کو نہ مانے تو میں فقط تجاہل عارفانہ پر محمول کرونگا۔ چندروز ہوئے ہیں کہ مہاتما گاندھی کی خدمت میں ایک معزز ہندو بھائی نے اسلام کے محاسن جمیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے مہاتما جی کو دعوت اسلام دی ہے۔ اور موجودہ تو تو میں میں کے مرض کا علاج کرتے ہوئے بھی دندا مذہب اسلام کی گولی) نبلایا ہے۔ یہ چٹھی اخبار سیاست مورخہ ۳۔ اپریل ۱۹۲۵ء میں چھپ چکی ہے۔ اسکو ملحوظ رکھتے ہوئے میں یوں کہوں گا کہ جس صورت میں سکھوں اور مسلمانوں کے مذہبی تعلیم و اصول باہمی متناقض نہیں ہیں صرف خفیف خفیف سے خود ساختہ اختلافات ہیں۔ تو اندریں حالات ہر دو قوموں کے مقتدر عالم و فاضل بلا تعصب مذہبی لیڈر ایک جگہ بیٹھ کر یہ غلط فہمیاں پھیلانے والے خیالات دونو قوموں سے نکالنے پر کیوں قادر نہیں ہو سکتے +

ہاں ہو تو سکتے ہیں لیکن پیراں نمے پرانند مریداں مے پرند کے مصداق لیڈروں کے چیلے۔ چانٹے۔ حالی موالی۔ انکو سدھ بدھ نہیں لینے دیتے۔ اور ایسے کمینہ اور سنگدل حضرات (کالی بھیڑوں) کے حرکات سے بڑی بڑی اعلیٰ شخصیتیں بھی بہ تقاضائے بشریت ڈانواں ڈول ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اس اہم کام کیطرف کوئی متوجہ نہیں ہوتا۔ اور اُلٹا منافرت و مغائرت کی خلیج کو زیادہ وسیع کرنے میں انکو مزہ ملتا ہے۔ ورنہ اگر سچے دل سے کوشش کی جاوے تو سات کروڑ میں ۴۰ لاکھ کا کھپ جانا یا چالیس لاکھ میں ۷ کروڑ کا جذب ہو جانا کوئی ناممکن بات نہیں صرف فریقین میں صفائی قلب اور انصاف پسندی بے تعصبی کا عنصر زیادہ ہونا چاہیئے۔ پھر سب خیر ہی خیر ہے۔ کایچ راس ہو سکتا ہے۔

کاشکہ میرے ان الفاظ پر کوئی دھیان دے +

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

سکھ دھرم اور نماز و اذان اور قرآن پاک

(از قلم سردار جیون سنگھ صاحب نائب تحصیلدار پنشنر)

سکھوں کا نعرہ کیا ہے؟ **جو بولے سو نہال ست سری اکال**- اور مسلمانوں کا نعرہ کیا ہے؟ **نعرۂ تکبیر**- اللہ اکبر- اب انکی دیکھا دیکھی اسی وزن پر ہندو بھی اپنا ایک مشترکہ **قومی نعرہ** گھڑ رہے ہیں جو بندے ماترم کے مذہبی اشاعت میں یوں مرقوم تھا- (جس کا آخری نصف حصہ مجھے بھول گیا ہے)، **جو بولے سوامر**........ (آگے کچھ اسی قسم کا قافیہ ملا دیا تھا)

قطع نظر ہندوؤں کے نوزائیدہ نعرہ قومی کے اوپر کے دونو نعرے آجکل ہندو مسلمان سکھ اپنے مذہبی و سیاسی جلسوں میں یک زبان ہوکر نہایت فخر سے لگاتے ہوئے آسمان کو گونجا دیتے ہیں- اس کا کیا مطلب ہے؟ محض حب الوطنی اور یکجہتی اور سچے جوش کے جذبہ کا اظہار ہے.. اور مسلمان و سکھوں کے باہم اتفاق کا گونہ لازم ہے جس صورت میں آجکل سکھ **اللہ اکبر** کا نعرہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر بلند آواز سے لگاتے ہیں اور مسلمانوں سے **ست سری اکال** کا نعرہ لگوا کر خوش ہوتے ہیں- تو میری حیرانی کی حد نہیں رہتی جس وقت میں کسی اخبار میں سکھوں کی طرف سے **اذان** کی بندش کے متعلق شکایت دیکھتا ہوں- چنانچہ

"راجہ جنگ" میں "اذان کی ممانعت" کے عنوان سے روزانہ پیسہ اخبار کے ۱۲ جنوری سنہ ۳۱ء کے پرچہ میں ایک شکایتی نوٹ میں نے پڑھا ہے جس میں مرقوم ہے کہ مسلمان مالی حالت میں سکھوں سے کمزور ہیں- باوجودیکہ پانچ مساجد موجود ہیں- مگر وہ اذان نہیں دے سکتے شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی سے بھی التماس کی گئی کہ اس سکھا شاہی کا خاتمہ کرے- مگر ہنوز روز

اوّل ہے" ...... وغیرہ وغیرہ +

اب مجھے سمجھ نہیں آتی۔ کہ وہی سکھ جب کسی جلسہ میں بیٹھے ہوں تب تو وہ نہایت شوق سے ہم آہنگی کے ساتھ اللہ اکبر بلا تامل کہتے ہیں لیکن جب وہی لفظ اللہ اکبر (جو اذان کا پہلا لفظ ہے) جس کے معنے ہیں اللہ سب سے بڑا ہے کوئی مؤذن کسی مسجد سے بلند آواز سے بولتا ہے جو خدا وند کریم کی اپاسنا اور بھگتی کرنے کا ایک بلاوا ہے۔ تو اس صورت میں سکھ کیوں تلملا اٹھتے ہیں؟ لطف یہ ہے کہ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی نے بھی جو ایک ایک کے اشارہ سے کسی گوردوارہ پر دھاوا بلا سکتی ہے اور ہزاروں کی تعداد میں زخمی اور بے ہوش کرا سکتی ہے اور ہزارہا کو چپ چاپ جیل خانہ میں چلے جانے پر مجبور کر سکتی ہے۔ کیوں اس معاملہ میں چپ سادھ لی ہے۔ ایسے وقت میں جبکہ اتفاق کی اشد ضرورت ہے۔ کمیٹی موصوف کیوں اس خفیف غلط فہمی کے رفع کرنے پر قادر نہیں ہو سکتی۔ اندریں حالات بے ساختہ یہ مصرع منہ سے نکل جاتا ہے۔

گر ہمیں مکتب است ایں ملاں کار طفلاں تمام خواہد شد

میرا خیال یہ ہے کہ شاید پیسہ اخبار نے مبالغہ سے کام لیا ہو۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ کمیٹی مذکور کے کان تک اسی قسم کی شکایت پہنچے اور وہ اسکو دوسرے کان سے نکال دے۔ اور سکھا شاہی کا مکروہ خطاب حاصل کرکے خاموش ہو رہے +

کمیٹی موصوف کو مذہبی حوالے دے کر کچھ سمجھانا میرے لئے چھوٹا منہ بڑی بات والا منقولہ ہے۔ تاہم میں جملہ وسیع القلب اور انصاف پسند سکھ بھائیوں کو مخاطب کرتا ہوا مودبانہ کہوں گا۔ کہ جس گورو گرنتھ صاحب کو ہم وسنیا دشاہیوں کا سروپ مانتے ہوئے صبح و شام سجدہ کرتے ہیں اور اس کا پاٹھ کرنا ہمارا مذہبی فرض ہے +

اگر اسی میں خدا۔ اللہ۔ قادر۔ کریم۔ رحیم۔ رحمن۔ خالق۔ مولیٰ

قرآن پاک" وغیرہ اسلامی الفاظ نہایت شرح سے لکھے ہوئے ہوں۔ تو کیا اس کے معنے یہ نہیں ہیں ؟ کہ ان الفاظ کا سُننا۔ بولنا۔ جاپ کرنا دھرم ہے نہ کہ انکی آواز سُنکر کانوں میں انگلیاں ٹھونس لینا واجب ہے۔ (یہ سب ہندوؤں کی دیکھا دیکھی ہے۔ جیسا کہ میں پہلے کسی مضمون میں بتلا چکا ہوں کہ سکھوں کو ہندوؤں کے میل جول سے سخت نقصان پہنچا ہے خیر یہ جملہ معترضہ ہے) +

معزز بھائی صاحبان! میں اپنے اس بیان کی تائید میں سری گورو گرنتھ صاحب جی سے ذیل کے حوالے آپ کے پیش کرتا ہوں۔ کرپا کر کے ساتھ ساتھ نوٹ کرتے جاویں اور جا کر سری گورو گرنتھ صاحب سے مقابلہ کر لیویں۔ میں صرف یہی الفاظ عربی کے بتلاؤں گا۔ سارے شبدوں کے معنے و تشریح کرنی میرا آج کا موضوع نہیں ہے۔ صرف اپنے ایمان دھرم گورو گرنتھ صاحب کے آئینہ سے الفاظ مرقومہ الفوق کا دکھلانا مجھے مقصود ہے۔ سُنیئے ؟

(۱) صفحہ ۴۷۵ سطر ۸ آسا دی وار م ۵

سو کرتا قادر کریم دے جیا رزق سنبھائے

یہ وہ بانی ہے جس کو علی الصباح (امرت ویلا) پڑھنے کا حکم ہے۔ گویا ہر ایک سکھ کو قادر۔ کریم کا روزانہ جاپ کرنے کا ارشاد ہے۔

(۲) اور آگے چلیں۔ صفحہ ۸۸۵ سطر ۸ رام کلی محلہ نمبر ۵ م ۵

کوئی بولے رام رام کوئی خدا کوئی سیوے گسیا کوئی اللہ

کارن کرن کریم کرپا دہار رحیم

اب غور فرماویں۔ خدا۔ اللہ۔ کریم۔ رحیم۔ چاروں الفاظ اسی شبد میں موجود ہیں۔ اب چند اوراق آگے اُلٹیں +

(۳) صفحہ ۸۹۶ و ۸۹۷ سطر آخری رام کلی محلہ نمبر ۵ م ۵

کارن کرن کریم۔ سرب پرتپال رحیم

اللہ الکھ اپار۔ خود خدا وڈے شمار

انمو بھگونت گوسائیں

خالق رو رہیا سرب ٹھائیں

اب اس شبد میں بھی کریم۔ رحیم۔ اللہ۔ خدا۔ خالق نوٹ کر لیں۔ اسی صفحہ پر اور دیکھیں ؎

(۴) مہروان مولا تو ایک
(مہربان)

پیر پیکانبر شیخ
(پیغمبر)

دلا کا مالک کرے ہاک
(آواز)

قرآن کتیب تے پاک

اب ذرا مولا۔ قرآن۔ پیغمبر کے الفاظ کو خاص طور پر نوٹ کریں۔ اور قرآن کے ساتھ توصیفی لفظ پاک بنظر تعمق دیکھیں اور جانچیں۔ اسی صفحہ پر تھوڑا آگے چلیں ؎

(۵) کہو نانک گور کھوے بھرم

ایکو اللہ پار برہم

اس میں اللہ کا لفظ خاص توجہ کا محتاج ہے۔

(۶) اس سے آگے صفحہ ۹۰۳ رام کلی محلہ پہلا (یعنی سری گورو نانک دیوجی کی بانی) ملاحظہ ہو +

کل پروان کتیب قرآن
(مقبول)

پوتھی پنڈت رہے پران

نانک ناؤ بھیا رحمن
(نام)

کر کرتا تو ایکو جان

اب اس شبد میں قطع نظر معنے و مطلب کے صرف لفظ قرآن اور رحمن کو بھی نوٹ کر لیں +

(۷) اب تھوڑے ورق اور اُلٹئے۔ اور صفحہ ۹۶۴ سطر ۱۴ ملاحظہ کریں۔ محلہ نمبر ۵ پوڑی ۵

صحیح تیرا فرمان کتے نہ پھیریے
کارن کرن کریم قدرت تیریئے

اس پوڑی میں کریم کے لفظ پر توجہ دیں۔ اور بس ٭

سر دست انہی حوالہ جات پر اکتفا کر کے مختصر طور پر یہ بتلا دیا ہے کہ یہ الفاظ جن کو ہمارے سچے بادشاہوں دگوروُں) نے زبان مبارک سے فرمایا ہے جن کا جاپ کرنا ہمارے لئے فرض ادا ہے۔ سری گورو گرنتھ صاحب میں کتنی دفعہ یہ الفاظ آئے ہیں ٭

کیا کوئی سکھ دربار صاحب کا پاٹھ کرتے وقت ان الفاظ کو عربی الفاظ سمجھ کر نظر انداز کر جاتا ہے ٭

اس کا جواب سوائے دائیں بائیں سر ہلا دینے کے اور کچھ نہیں ہے یعنے ہرگز نہیں ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ سری دربار صاحب میں جو کچھ درج ہے تا قیامت وہی رہے گا۔ کوئی شخص کم و بیش کر کے پڑھے یا ترمیم تنسیخ کا مستحق نہیں ہے۔ تو گویا تا یہ ابدان الفاظ کا جاپ خواہ ہندو ہو خواہ سکھ جب بھی کوئی دربار صاحب کا پاٹھ کرے گا۔ اس کو کرنا پڑے گا۔ میرا مدعا اس مختصر سے مضمون سے سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ غلط فہمی سے جو کشیدگی ہو گئی ہے۔ بڑی حد تک اس کو رفع کرنے کی کوشش ہونی چاہیئے اور بس ٭

اس سلسلہ میں میں ایڈیٹر صاحب نور کی قابلیت اور محنت۔ دماغ سوزی جگر کاوی کو جو کہ انھوں نے اذان کے گورکھی ترجمہ میں دکھلائی۔ نہایت وقعت

کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ انھوں نے اذان کا گورکھی ترجمہ شائع کیا۔ کیوں ؟

اس لئے کہ سکھ دیہات کے رہنے والے اُردو فارسی اکثر کم جانتے ہیں۔ اس لئے وہ خود بخود اسے زبان گورکھی میں پڑھ کر اذان کے متعلق نفر

کو دُور کر دیں گے۔ لیکن ان کی آرزو کہاں تک پوری ہوئی۔ انکو وہ خود اچھا جانتے ہیں۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ ان کے ہم مذھبوں نے اس کی اشاعت میں غیر معمولی عدم توجہی لاپرواہی سے کام لیا ہے۔ ورنہ "راجہ جنگ" میں اذان کی شکایت کا موقع ہرگز ہرگز نہ ملتا +

ہاں طرہ یہ کہ ایڈیٹر صاحب نور اب قرآن شریف کا ترجمہ گورمکھی میں کر رہے ہیں۔ اس سے بھی ان کا مدعا یہی ہے کہ سکھ دیکھ لیں کہ قرآن شریف میں ان کے برخلاف کیا کچھ لکھا۔ ایسا کرنے سے ان کی مراد یہی ہے کہ جو نفرت کی خلیج وسیع فی مابین حایل ہے۔ اس پر یک جہتی کا مستحکم پُل باندھ دیا جاوے +

مگر افسوس کہ جب میں ان کی اپیل اس کار خیر کے انجام دہی کے بارہ میں پڑھتا ہوں۔ اور ان کے ذاتی مکان کی فروختگی کا اشتہار دیکھتا ہوں تو اس وقت میرا دل بہت پسیجتا ہے۔ جس کو واہگرو ہی جانتا ہے +

افسوس اندریں حالات میں تو یہی کہوں گا۔ ایڈیٹر صاحب مفت میں سر دردی فرما رہے ہیں۔ جبکہ ان کو رتی بھر داد یا امداد کی توقع نہیں ہے تو کس برتے پر تتا پانی۔

(خاکسار اللہ کے بھروسہ پر یہ کام کر رہا ہے۔ جب لوگ معمولی ناولوں کا ترجمہ کرتے ہیں۔ اور اللہ انکی محنت ضائع نہیں کرتا۔ تو کیا وہ رحیم و کریم اپنے پاک کلام کے ترجمہ کی محنت کو بار آور نہیں کرے گا؟ کرے گا اور ضرور کرے گا۔ مجھے تو اس کے فضل پر ایک اور ایک دو کی طرح یقین ہے۔ نور) +

آخر میں میں اپنے جمیع سکھ بھائیوں کی خدمت میں مؤدبانہ بینتی کروں گا۔ کہ اگر وہ اللہ کا لفظ اپنے دربار صاحب میں موجود پاتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے اوپر واضح طور پر بتلایا ہے تو پھر اکبر تو اسکی ایک صفت ہے اس سے کیوں کتراتے اور ہراساں ہوتے ہیں۔ لفظ اکبر کے معنی بمب بازی نہیں ہیں۔ بلکہ اکال پورکھ کی صفت ہے کہ وہ سب سے بڑا ہے +

+ الحمد للہ کہ ادا

موتی دانت پوڈر رجسٹرڈ

حکما اور ڈاکٹروں کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ گندہ منہ اور میلے دانت ہزارہا بیماریوں کا گھر ہیں اگر آپ اپنی صحت کو مقدم و ضروری سمجھتے ہیں تو آج سے ہی موتی دانت پوڈر کا استعمال شروع کر دیں جو دانتوں کی کل بیماریوں کو دور کرتا۔ انھیں فولاد کیطرح مضبوط بناتا اور موتیوں کی طرح چمکاتا۔ بدبوِ دہن کو دور کر کے پھولوں کی سی مہک پیدا کرتا ہے۔ گوشت خورہ دانتوں سے خون یا پیپ کا آنا دانتوں پر میل جمنی یا انکا زرد رنگ رہنا۔ اور منہ سے پانی کا آنا۔ غرضیکہ جملہ امراض دندان کیلئے یہ موتی دانت پوڈر اکسیر کا حکم رکھتا ہے جسکے نتیجہ میں قوت ہاضمہ بھی بہت تیز ہو جاتی ہے۔ قیمت فیشیشی ایک روپیہ محصولڈاک ۔/۔

جناب مولوی محمد الدین صاحب حبیبی اے سابق مسلم مشنری ٹنگا گو امریکہ لکھتے ہیں کہ مینے یہ موتی دانت پوڈر استعمال کیا بہت مفید پایا۔ علاوہ دانتوں کو سفید اور صاف کرنے کے یہ مسوڑوں کے لئے بھی نہایت مفید ہے میرے ایک دانت میں درد تھی تخفیف ہو گئی ✤

ایک اور زبردست شہادت۔ جناب مولوی حسین بخش صاحب مدقق اپیل نویس پٹیالہ و مصنف کتب کثیرہ لکھتے ہیں کہ "مینے آپکا موتی دانت پوڈر استعمال کیا میرے دانت بہت خراب ہو گئے تھے پوڈر نے جادو کا اثر کیا۔ اور ہر ایک قسم کی بیماری دانتوں کے لئے اکسیر ثابت ہوا۔ کیونکہ یہ مفید عام ہے۔ براہ کرم میرے خیال مذکورہ کو مشتہر کر دیں تاکہ ہر ایک شخص اس نعمت سے فائدہ اٹھا سکے ✤

اکسیر معدہ

کمزور معدہ۔ انسانی زندگی کو نکما بنا دیتا ہے جس کا نتیجہ دردشکم۔ اپھارہ۔ باؤ گولہ پیٹ کا گڑگڑانا۔ کمی بھوک ترش ڈکاریں قے۔ جی کا متلانا ہیضہ پیچش جگر و تلی کا بڑھ جانا ہوتا ہے۔ اکسیر معدہ نہ صرف ان عوارض کو ہی دور نہیں کرتی بلکہ معدہ کو قوی بنا کر ہاضمہ کو تیز کر دیتی ہے جس سے سادہ غذا بھی جزو بدن بنکر نعمت عظمیٰ ہو جاتی ہے ورنہ مرغن اور لذیذ غذائیں بھی محض وبال ہیں لہذا اگر آپ اپنے معدہ کو قوی بنا کر لطف زندگی سے بہرہ اندوز ہونا چاہتے ہیں تو آج سے ہی اس کا استعمال شروع کر دیں قیمت ایک شیشی ۱۲/ محصولڈاک علاوہ

ملنے کا پتہ

مینجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

موتی سرمہ رجسٹرڈ

یہ سرمہ آنکھوں کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے

جس کا ہر گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے دنیا میں آنکھیں بڑی نعمت ہیں۔ بدوں آنکھوں دنیا اندھیر
ایسی ضروری چیز کی حفاظت سے کبھی غافل نہ رہنا چاہیئے جو دوست اس سرمہ کو اپنا معمول
بنائینگے خدا کے فضل سے عمر بھر کبھی انکی آنکھیں خراب نہ ہونگی جو لوگ جوانی میں اسکا استعمال کرتے رہینگے
بڑھاپے میں اپنی نظر کو جوانوں سے بہتر پائینگے۔ ضعف بصر۔ ککرے۔ جلن۔ پھولا۔ جالا۔ خارش چشم۔ پانی بہنا۔ دھند
غبار۔ پڑبال۔ ناخونہ۔ گوہانجنی۔ رتوند۔ ابتدائی موتیابند۔ غرضیکہ جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر ہے قیمت
فی تولہ دو روپے آٹھ آنے محصولڈاک ۷ر بکثرت سندات میں سے بوجہ قلت جگہ ایک دو ملاحظہ فرمایئے۔

ڈاکٹر کی شہادت:- جناب ڈاکٹر محمد صادق صاحب جنرل ہسپتال اکیاب برہما سے تحریر فرماتے
ہیں کہ پہلے بھی آپکا سرمہ بعض مریضوں کو منگوا کر دیا نہایت مفید پایا۔ اب مجھے اپنے لئے خود ضرورت
ہے ایک تولہ جلد بذریعہ وی پی بھیجدیں۔

ایک دوسرے ڈاکٹر کی شہادت جناب ڈاکٹر بشیری صاحب آئی۔ ایم۔ ڈی نمبر ا سکشن لاہور چھاؤنی سے لکھتے
ہیں کہ اکثر مریضوں کو آپکا سرمہ استعمال کرایا گیا بلاشبہ یہ سرمہ بہت ہی
مفید اور اکسیر چیز ہے۔ دو تولہ اور بذریعہ وی پی بھیج دیں۔

ایک ریلوے انسپکٹر کی شہادت جناب بابو فقیر اللہ صاحب پی۔ ڈبلیو انسپکٹر گولڑہ جنگشن لکھتے ہیں کہ
آپکا سرمہ استعمال کیا جسکا حیرت انگیز اثر ہوا۔ خدا کے فضل سے اب میں
بغیر عینک کے لکھ پڑھ سکتا ہوں اس سرمہ کی جسقدر تعریف کیجائے تھوڑی ہے خدا اسکی تاثیر میں برکت عظیم دے۔
میں کئی اشتہاری سرمے استعمال کر چکا تھا جن کا کوئی فایدہ نہیں ہوا تھا۔ مگر آپکے سرمہ نے مسیحائی اثر کیا۔
براہ کرم ایک تولہ سرمہ اور ایک ماہ کی خوراک اکسیر البدن جلد بذریعہ وی پی بھیجدیں۔

اس کمپنی میں سرمہ کے علاوہ اکسیر البدن قیمت پانچ روپے۔ موتی دانت پوڈر قیمت فی شیشی ایک روپیہ
بھی موجود ہے ان کا اشتہار بھی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے یہ سہ اشیاء (سرمہ۔ اکسیر البدن۔ موتی دانت
پوڈر) اکٹھے منگوانے پر محصولڈاک معاف رہے گا۔

پتہ:- منیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

اکسیر البدن آپ کو کیا فائدہ دیگی

صاحبان جس کثرت کے ساتھ اپنی ہی بے اعتدالیوں کی وجہ سے لوگوں کی صحتیں بگڑ رہی ہیں وہ آج کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ۹۰ لوگوں کو جوانی میں ہی بڑھاپا آجاتا ہے تو یہ بالکل صحیح ہوگا۔ اور ایسے زندہ در گور لوگ خود اپنے لئے اور سوسائٹی کے لئے حیقدر وبال جان ثابت ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں ایسے لوگوں کیلئے اکسیر البدن بہترین مددگار اور غمگسار رہنے گی جو (۱) پٹھوں کو مضبوط بنائیگی (۲) دل و دماغ کو تقویت دیگی (۳) گندے خون کو صاف اور عمدہ خون پیدا کریگی (۴) جسم کو چست بنائیگی (۵) دل میں نئی اُمنگ (۶) اعضاء میں نئی ترنگ (۷) اور دماغ میں نئی جولانی پیدا کریگی (۸) معدہ کو تقویت دیگی (۹) اگر آپ جوان ہیں تو آپکی جوانی کی حفاظت کریگی (۱۰) اگر آپ بوڑھے ہیں تو بڑھاپے کے عوارض سے آپ کو بچائیگی (۱۱) اگر آپ کمزور ہیں تو آپکو زور آور بنائیگی (۱۲) اگر آپ زور آور ہیں تو پھر آپکو شہ زور کریگی حتی کہ موسمی عوارض نزلہ۔ زکام۔ کھانسی وغیرہ میں بھی آپکی حفاظت کریگی ؛ غرضیکہ اکسیر البدن کے استعمال کے بعد آپ عمدہ صحت پاکر خوب محنت کرکے روپیہ کما سکیں گے جس سے آپ اور آپ کے بال بچے خوشی سے زندگی بسر کرینگے۔ لہذا اگر آپ کو اپنی صحت کا کچھ بھی خیال ہے جسکے بغیر بلا شبہ انسان زندہ در گور ہے تو پھر آپ کو آج سے ہی اکسیر البدن کا استعمال شروع کر دینا چاہیئے۔ بہ زیادہ اچھا ہو کہ خط میں اپنے مفصل حالات سے آگاہ فرما دیں (یہ خط وکتابت قطعی صیغہ راز میں رہے گی) تاکہ اسکے مطابق آپکے لئے اور مفید ہدایات بھی لکھ دیجائیں۔ کثرت شہادتوں میں سے بوجہ قلت صرف ایک شہادت پر ہی اکتفا کی جاتی ہے ؛

پلیڈر ہائی کورٹ کی شہادت

جناب محمد یعقوب خان صاحب بی اے پلیڈر ہائی کورٹ پنجاب گورداسپور سے لکھتے ہیں کہ "میں نے آپکی ساختہ دوائی اکسیر البدن قریباً ایک ماہ استعمال کی اور میں نہایت خوشی سے اس بات کا اظہار کرتا ہوں کہ میں نے اس دوا کو جسمانی اور دماغی کمزوریوں کے لئے بہت ہی مفید پایا۔ وہ لوگ جنہیں دماغی کام کرنا پڑتا ہو۔ انھیں یہ دوا ضرور استعمال کرنی چاہیئے۔" ایکماہ کی خوراک کی قیمت پانچروپے اور محصولڈاک ۷ر

پتہ:۔ مینیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)